اثبات توحید اور اسرار کائنات پر صادق آل محمد علیہ السلام
کی حیرت انگیز انکشافات کا مجموعہ

توحید مفضل

تالیف

علامہ ملا محمد باقر مجلسیؒ

مزین با تقریظ

حضرت آیت اللہ محسن حرم پناہیؒ

تحقیق و ترجمہ

ڈاکٹر مولانا سید نسیم حیدر زیدی

ناشر

محمد امین مرچنٹ

وکیل آیت اللہ العظمیٰ سید علی حسینی السیستانی دام ظلہ العالی

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم

(سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي َنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ َنَّهُ الْحَقُّ)

ہم عنقریب اپنی نشانیوں کو تمام اطراف عالم میں اور خود ان کے نفس کے اندر دکھلائیں گے تاکہ ان پر یہ بات واضح ہوجائے کہ۔ وہ برحق ہے۔ (سورہ مبارکہ فصلت، آیت 53)

اثبات توحید اور اسرار کائنات پر صادق آل ر یہ السلام کے حیرت انگیز انکشافات کا .موعہ

(توحید مفضّل)

تالیف

علامہ ملا محمّد باقر مجلسی (رح)

مزین با تقریظ

حضرت آیت اللہ محسن حرم پناہی (رح)

تحقیق و ترجمہ

سیّدنسیم حیدر زیدی

مشخّصات

نام کتاب: توحید مفضل

تالیف: علامہ ملا محمّد باقر مجلسی (رح)

تحقیق و ترجمہ: ڈاکٹر نسیم حیدر زیدی

نظر ثانی : علامہ رضی جعفر نقوی (دام برکاتہ)

کمپوزنگ : مبارک حسنین زیدی

طبع اول: **1429**

تعداد: ایک ہزار

قیمت: **501** روپے

فہرست

مشخّصات 5

انتساب: 14

(تقریظ) از حضرت آیت اللہ محسن حرم پناہی (قدس سرہ الشرف).. 15

(گفتار مقدم)از حضرت علامہ سید ر نی ج فر نتوی (پرنسپل جامعة النجف)................................ 17

(حرف اول) 20

(عرض ناشر)... 22

(مقدمہ) 24

(مفضل بن عمر مختصر تعارف) 27

مفضل بن عمر روایات کے آئینہ میں.. 27

مفضل بن عمر علماء کی ن ر میں.. 29

ایک اعتراض جواب... 30

توحید مفضل کی قرآن شباہت 32

کلام امام - کے معجزات... 33

ایک شبہہ ازالہ... 35

(مفضّل اور ابن ابی العوجاء کے درمیان آغاز گفتگو).. 36

(روز اوّل) 39

(مفضل حضرت امام ج فر ادق عیہ ال لام کی ر ت میں).. 41

(جہل و نادانی ۔ت میں تدبیر کے ا ر سے)........ 42
(وجود ۔را پر پہ ی دلیل)........ 44
(انسان کے اندر واضح اور روشن آیات ۔را کے وجود پر دلالت کرتی ہیں)........ 45
(بچہ اگر ولادت کے وقت عاقل ہوتا تو کیا ہوتا؟)........ 48
(بچہ کے گریہ کے فوائد)........ 49
(بچہ کے منہ رال ٹپکنے کے فوائد)........ 50
(مرد و زن میں آلات جماع)........ 51
(اعضاء بدن کے م)........ 51
(ئنات کے اُمور طبیعت نتیجہ نہیں ہیں)........ 52
(غذا کے جسم میں پہنچنے پر معدہ اور جگر حیرت انگیز عمل)........ 52
(حیات انسانی پہلا مر لہ)........ 53
(انسان کی ایک خاص فضیلت)........ 54
(حواس خمسہ کے صحیح مقامات)........ 54
(عقل ، آنکھ اور ن کی عدم موجودگی اختلال سے)........ 55
(طاق اور جفت اعضاء)........ 57
(کلام کس طرح وجود میں آتا ہے)........ 58
(دماغ سے سر کے محکم حصار میں)........ 59
(آنکھوں پر غلاف چشم خوبصورت پردہ)........ 60

(وہ کون ہے؟)..60

(اعضاء بدن بغیر علت کے نہیں ہیں)..61

(دل نظام)..62

(مقام مخرج)..63

(دندان کی وضعیّت)..64

(بالوں اور ناخنوں میں حسن تدبیر)..64

(فرقہ مانویہ کے اعتراضات)..65

(آب دہن خشک ہونے انسان کی ہلاکت)..66

(انسان شکم لباس کے مانند کیوں نہ ہوا؟)..66

(انسان کے اندر چار حیرت انگیز قوتیں)..68

(انسان کو قوت نفسانی کی ضرورت)..70

(حفظ و نسیان نعمت خداوندی ہیں)..70

(انسان کے لئے حیاء تحفہ)..71

(قوت نطق اور کتابت فقط انسان کیلئے ہے)..72

(وہ علوم جوانسانوں کو عطا کئے اور وہ علوم جو عطا نہ کئے دونوں میں ان کی بھلائی ہے)..........73

(انسان کیوں اس کی عمر حیات کو پوشیدہ رکھا؟)..74

(خواب میں حسن تدبیر)..77

(جو ان میں تمام چیزیں انسان کی احتیاج و ضرورت کے مطابق ہیں)................................77

(انسان ا ن معاش روٹی اور پانی)..79
(انسان ایک دوسرے شبیہ نہ ہونا کمت خالی نہیں)..80
(حیوان جسم ایک ر معین پر رک جاتا ہے)..81
(روز دوم)..83
(حیوانات کی ت)..86
(حیوان کو ذہن کیوں نہ عطا کیا گیا)..87
(تین قسم کے جاندار کی ت)..88
(چوپائے)..89
(چوپاؤں کی حرکت)..90
(حیوانات کس طرح اپنے سر کو انسان کے سامنے جھ ئے ہوئے ہیں)..91
(کتے میں صنت ِ مہر و محبت)..92
(حیوانات کی شکل و صورت)..93
(جانوروں کو دُم کی ضرورت)..93
(ہاتھی کی سونڈ حیرت انگیز عمل)..94
(زرافہ، راوند عالم کی قدرت عظیم شاہ ر)..95
(بندر انسان کی شبیہ)..96
(حیوان لباس اور جوتے)..97
(حشرات الارض اور درندوں مرتے وقت حیرت انگیز عمل)..98

(گوزن [1] پیا ہونے پر حیرت انگیز عمل)........ 99
(لومڑی کس چالاکی اپنی غذا حاصل کرتی ہے)........ 100
(دریائی سور کے غذا حاصل کرنے طریقہ ر)........ 100
(بادل اژدھا پر موکّل کی مانند)........ 101
(چیونٹی کی ت)........ 101
(اسد الذبّاب اور مکڑی شر کرنا)........ 102
(پرندے کی ت)........ 103
(خانگی مرغی)........ 105
(انڈے کی بناوٹ)........ 105
(پرندوں حو لہ)........ 106
(حیوانات میں اختلاف رہ و شکل اتفاق نتیجہ نہیں ہے)........ 106
(پرندے کے پر کی بناوٹ)........ 107
(بعض پرندوں کے لمبے پاؤں ہونے کی علت)........ 107
(چڑیا روزی کی تلاش میں)........ 108
(رات میں باہر نکلنے والے جانوروں کی غذا)........ 109
(چمگادڑ کی عجیب و غریب ت)........ 110
(ابن نمرہ [1]کی شجاعت)........ 111
(شہد کی مکھی)........ 111

(ٹڈی ضعف اور قوت) 112

(مچھلی کی ساخت اور اس کی ت) 113

(روز سوم) 115

(آسمان رہ بھی کمت خالی نہیں) 117

(سورج طلوع و غروب ہونا) 118

(چارفصلوں کے فوائد) 119

(گردشِ آفتاب) 120

(تابش آفتاب) 121

(چاند میں نمایاں دلیلیں راوندتعالیٰ پر دلالت کرتی ہیں) 121

(ستاروں کی حرکت) 122

(ثریا، جوزہ ، شعریین، اور ل میں کمت) 124

(بنات النعش ستارہ ہمیشہ ظاہر رہتا ہے) 124

(چاند، سورج اور ستارے ہم اس قدر دور کیوں ہیں؟) 125

(رات اور دن پندرہ گھنٹے تجاوز نہیں کرتے) 127

(سردی اور گرمی کے فوائد) 128

(ہوا میں تدبیر) 129

(ہوا کے فوائد) 129

(زمین کی وسعت) 131

(زمین ثابت کیوں؟)... 131

(زلزلہ اور مختلف بلائیں نازل ہونے سے)... 132

(زمین اور پتھر فرق)... 132

(شمالی اور جنوبی ہوائیں).. 133

(پانی کی ضرورت).. 133

(آگ کے فوائد).. 135

(اف اور بارانی ہوا).. 136

(بارش کے فائدے)... 138

(پہاڑ خداوند عالم کی عظیم نشانی).. 139

(معدنیات).. 140

(نباتات).. 141

(زراعت میں کیا خوبصورت تدبیر).. 142

(دانوں کی حفاظت).. 143

(صنعت ِ عیمہ کو صنعتِ درخت نقل کیا گیا ہے)... 144

(درخت کے پتے کی خلقت)... 145

(بیج ،چھلکے اور ان کی علت).. 146

(درخت میں تدبیر خداوندی).. 146

(انار کی خلقت).. 147

(بیل بوٹے کی ن تت)..148

(کھجور درخت) 149

(ادویات اور ان کے فوائد)..150

(روزچ ارم) 153

(آفات وبائیات اتفاق پر دلیل نہیں)...155

(انسان گناہوں معصوم خلق کیوں نہ ہوا؟)..158

(آفات کی دلیل اور توجیہ)..159

(خالق و مبداۂ ج اں پر طعنہ زنی کرنے والے لوگ کیا کہتے ہیں) 162

(عالم نام یونانی زبان میں)..165

(تعجب اس قوم پر جو حکمت پر یقین رکھ کر حکیم کو جھٹلاتی ہے) 166

(عقل اپنی ر تجاوز نہیں کرتی)..166

(خدا کے بارے میں اس قدر اختلاف کیوں؟)...168

(طبیعت حکم خدا کے تحت)...171

(انسان ناقص الخلقت ہونا اس کے اتفاقاً پیدا ہونے پر دلیل نہیں) 171

انتساب:

میں اپنی اس ناچیز خدمت

کو

حضرت قائم آل محمد الحجۃ ابن العسکری (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف)

اور

اپنے جد اعلیٰ حکیم مولانا سید خورشید حسن زیدی (قدس سرہ الشریف)

کے نام معنون کرتا ہوں۔

نسیم حیدر زیدی

(تقریظ) از حضرت آیت اللہ محسن حرم پناہی (قدس سرہ الشرف)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصلٰوۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد وٰالہ الطاھرین و لعنۃ اللّٰہ علی اعدائھم اجمعین

امابعد:

امام برحق: حضرت امام جعفر صادق - نے فرمایا:

(رحم اللّٰہ امرئً أحیٰ أمرَنا) خداوند عالم اس شخص پر اپنی رحمتیں نازل کرے جو ہمارے امرِ (یعنی امامت) کو زندہ کرے۔

آئمہ ؑ کے امر کو زندہ کرنے کے لیے بہترین راہوں میں سے ایک راہ ان کی فرمائشات کی نشر واشاعت ہے، کہ آپ نے خود فرمایا: ہماری گفتگو اور کلام سے لوگوں کو آگاہ کرو کہ لوگ ہماری گفتگو اور کلام کی خوبیوں سے خبر ہیں اگر وہ آگاہ ہوجائیں تو یقیناً ہماری اطاعت کرینگے، ان لوگوں میں سے کہ جنھیں یہ توفیق حاصل ہوئی، اور حضرت امام جعفر صادق - کی مستجاب دعا کے شامل حال ہوئے اور خداوند عالم کے لطف وکرم کا موردقرار پائے، یعنی آئمہ اطہارؑ کے آثار و اخبار کی نشرواشاعت کیئے اقدام کیا، جناب مستطاب سلالۃ الاطیاب فاضل و کامل آقای سید نسیم حیدر زیدی دام توفیقہ ہیں جنھوں نے اس کتاب میں حدیث مفضّل کو اردو کے قالب میں

ڈھالنے کا کام انجام دیا۔

میں امید کرتا ہوں کہ خداوند عالم موصوف کے اس شائستہ عمل کو قبول کرے ، اور اسے ان کے لئے آخرت کا ذخیرہ اور قارئیں کیلئے ہدایت کا وسیلہ قرار دے۔

وَالسَّلامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الھُدیٰ

قم ۔ الاحقر حسن حرم پناھی۔

بتاریخ ماہ ذیقعدہ 1416۔ ھ۔ ق

مھر۔

(گفتار مقدم)از حضرت علامہ سید ر ن ج فر نقوی (پرنسپل جامعۃ النجف)

تمام پیغمبروں کی تبلیغ کی ابتداء اور جملہ آسمانی شریعتوں کا مرکز و حور "عقیدہ توحید" کو بنی نوع انسان کے ذہنوں میں راسخ کرنا رہا ہے کیونکہ اس عقیدے کو چھوڑنے ہی کی وجہ سے دنیائے انسانیت ایسے اوہام و خرافات کا شکار ہوئی کہ آج تک ان سے چھ -کارا حاصل نہ کر ں۔

خدائے واحد کو چھوڑ کر ںن آفتاب و ماہتاب کی پر ت کی ںن آگ اور پانی کو اپنا خدا مانا ںن ستاروں کی چ ک اور د ےک سے مسحور ہوکر انھیں اپنا معبود نے کی ں کی، اور ںن ر تیے نے اپنا ایک خدا مان یا، اور خانہ عہ میں خدائے واحد کی عبادت کے بجائے تبیوں کی تعداد کے مطابق "360" بتوں کی خدائی کا کلمہ پڑھا جانے لگا۔

جبکہ پروردگار عالم کی جانب سے مبعوث ہونے والے تمام ہادیان برحق نے نہایت واضح الفاظ میں بنی نوع انسان کو "توحید" کی طرف دعوت دی مگر اُن امتوں نے ان تعلیمات کو یکسر تبدیل کرکے رکھ دیا۔

چنانچہ بنی نوع انسان کو جادہ توحید پر از سر نو گامزن کرنے کیئے مالک دو جہاں نے اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفی (ص) کو مبعوث فرمایا جن کا لایا ہوا پیغامِ توحید اور جن کی پیش کی ہوئی شریعت کو صبح قیامت تک باقی رہنا ہے۔

اور ہم پر اپنے مالک دوجہاں کا یہ ںن عظیم احسان ہے کہ اس نے حضور اکرم (ص) کے بعد ہماری ہدایت کے لیے ایسے ہادیان برحق کا انتخاب کیا جو سب کے سب نورِ پیغمبر کے ورثہ دار تھے اور تمام

صفات جمال و کمال میں حضور اکرم (ص) کے آئینہ دار تھے۔

ان مقدس اور معصوم ہستیوں نے ہر دور میں "توحید کے پیغام" کو ایسے روشن دلائل کے ساتھ بنی نوع انسان تک پہونچانے کی جدوجہد فرمائی کہ ان کی تعلیمات کو پڑھ کر نظر رکھنے والا انسان کبھی بھی اوہام میں الجھ ہی نہیں سکتا خصوصاً مولاء کائنات امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے وہ خطبے جو نہج البلاغہ اور دیگر اسلامی کتابوں کے صفحات پر جگمگارہے ہیں ، ان میں توحید کی ایسی روشن دلیلیں ہیں جن کا عشرِ عشیر بھی دنیا کے کسی اور رہنماء کے اقوال میں تلاش نہیں کیا جا سکتا ، کون ہے جو آپ کے اس فرمان مقدس کے ہم پلہ کوئی کلام پیش کرسکے؟ جس میں آپ فرماتے ہیں کہ:

مَا وَحَّدَه' مَن كَيَّفَه' ، وَلَا حَقِيقَتَه' اَصَابَ مَنْ مَثَلَهُ، ولا اِيَّاه عنىٰ شَبَّهَه'، وَلَا صَمَدَه' مَنْ اَشَارَ اليه وَ تَوَ هَّمَه'، كل مَعْرُوفٍ بِنَفْسِهِ مَصْنُوع وَكُلُّ قائم فى سواهُ مَعْلُول ، فَاعِل لَابِا ضْطِرَابِ اٰلَةٍ، مُقَدِّرلَا بِحَوْلِ فِكْرَةٍ، غَنِىّ لَا بِاِسْتِفَادَةٍ، ولا تَصْحَبْهُ الْاَوْقَاتِ وَلَا تَرفِدُه' الْاَدْوَات سَبَق الْاَوقَاتُ كَونُهُ وَالعَدَمَ وَجُودُهُ وَالِاّبْتِدَآءَ أَزَلُه' بتشعِيرِهِ المشَاعِرَ عُرِفَ أنْ لَا مَشْعَرَ لَه

(خطبہ نمبر 184 نہج البلاغہ)

(جس نے اسے مختلف کیفیتوں سے متّصف کیا اس نے اسے یکتا نہیں سمجھا جس نے اس کا مثل ٹھہرایا اس نے اس کی حقیقت کو نہیں پایا جس نے اُسے کسی چیز سے تشبیہ دی اس نے اس کا قصد نہیں کیا، جس نے اسے قابل اشارہ سمجھااور اپنے تصور کا پابند بنایا اس نے اس کا رخ نہیں کیا جو اپنی ذات سے پہچانا جائے وہ مخلوق ہوگا اور جو دوسروں کے سہارے پر قائم ہو وہ علت کا محتاج ہوگا، وہ فاعل ہے بغیر آلات کو حرکت میں لائے، وہ ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے والا ہے ، بغیر فکر کی جولانی کئے وہ تونگر اور غنی ہے

بُنیر دوسروں سے استفادہ ہے ، نہ زمانہ اس کا ہم نشین اور نہ آلات اس کے معاون و مُ ین ہیں، اس کی ہستی زمانے سے پیش‌تر اس کا وجود رم سے سابق اور اس کی ہمیشگی نقطہ آغاز سے بَی پہلے ہے اس نے جو احسا س و شعور کی قوتوں کو ایجاد کیا اسی سے معلوم ہوا کہ وہ خود حواس و آلاتِ شعور نہیں رکھ تا۔

اس طرح ہمارے تمام ہادیان برحق نے توحید کا جو درس دیا ہے، وہ تاریخ بشریت میں مثال ہے ان ہی دروس میں سے ایک عظیم درس وہ ہے جو امام ششم حضرت امام جعفر صادق - نے اپنے جلیل القدر شاگرد "مفضّل" کو دیا تھا، جس میں اسلام کے اس بنیادی عقیدے کو نہایت مستحکم دلائل سے بیان فرمایاہے۔

برادر عزیز مولانا سید نسیم حیدر زیدی صاحب لائق مبارکباد ہیں جنہوں نے اس عظیم الشان کتاب کو اردو کے قالب میں ڈھالنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ میری دعا ہے کہ پروردگار عالم بتصدق آئمہ معصومین ٪ ، موصوف کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور انھیں زیادہ سے زیادہ خدمتِ دین مبین کی توفیق عطا فرمائے۔ نیز جملہ اہل ایمان کو اس ی شہ پارہ سے فیض حاصل کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔

آمین۔ بحق طہ وآل یس ۔ والسلام احقر سید رضی جعفر نقوی

(حرف اول)

انبیاء (ع) کی تبلیغ میں "توحید کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ذات واجب الوجود کی آیات میں غور و فکر اور آسمانی کتابوں اور صحیفوں کے مطالعہ سے اس حقیقت تک پہنچا جا سکتا ہے کہ انبیاء و مرسلین ؑ کا "توحید" کی تبلیغ میں اتنے زیادہ اہتمام اور تاکید کی وجہ یہ ہے کہ "توحید" کائنات کے نظام ، کی بنیاد ہے اِسی کے پرتو میں انسان تمام فضائل و برکات کے سرچشمہ تک پہنچ سکتا ہے اور بس اسی راہ سے اپنے عقیدے، نفسیات اور رفتار و کردار میں اعتدال باقی رکھ سکتا ہے۔ نیز ہر فرد اور انسانی سماج کی حقیقی سعادت خوش بختی توحید ہی کی مرہون منت ہے اور انسانوں میں ہر طرح کا اختلاف ، انتشار ، گمراہی، زوال اور تباہی و بربادی شرک سے پیدا ہوتی ہے۔

خدائے واحد پر ایمان ، ایک ایسی زنجیر ہے جو تمام لوگوں کے دلوں کو ایک دوسرے سے جوڑتی ہے۔ نسلی، علاقائی اور قومی اختلافات کو ختم کردیتی ہے اور مختلف انسانی سماجوں کو اختلاف و تفرقہ سے جو کمزور ، تنزلی و انحطاط کا باعث ہے۔ نجات بخشی ہے۔

زمانہ جاہلیت میں عرب سماج کے پاس عقیدہ توحید سے انحراف اور ہر قبیلہ کا اپنا مخصوص بت ہونے کی وجہ سے، اتحاد و اتفاق کا کوئی محور و مرکز نہیں تھا، اسی وجہ سے وہ لوگ کمزور تھے لڑائی جھگڑے اور جنگ و خونریزی ہوتی رہتی تھی لیکن اسلام کے ظہور اور بت پرستی کے خاتمہ کے بعد توحید کی مرکزیت پر اتحاد و اتفاق کے نتیجہ میں وہ ایک ایسا ناقابل تسخیر اور طاقتور سماج بن کر اُبھرے جس نے بہت تھوڑے سے ہی عرصے میں نہ فقط یہ کہ جزیرۃ العرب بلکہ ایران و روم جیسی دو پرانی تہذیبوں پر غلبہ پایا اور بہت سے علاقوں کو پرچم توحید کے زیر سایہ لے آئے۔

توحید کی تبلیغ فقط کافروں ہی کو شرک سے نجات نہیں دیتی بلکہ چونکہ توحید آسمانی مذہبوں کی مشترکہ تبلیغ ہے لہذا ان تمام مذہبوں کے ماننے والوں کو ایک مضبوط مرکز پر مشترکہ جدوجہد کی طر ف دعوت دیتی ہے۔ کتاب ہذا اسی نورانی عقیدہ کی تبیین و تشریح اور اثبات کے لسے میں ایک اہم قدم ہے جس کی تعریف و توصیف میں یہی کہہ دینا کافی ہے کہ یہ کتاب لسلہ امامت و خلافت کے چے تاجدار اور اسلامی شا راہ ہدایت کے روشن منارے حضرت امام جعفر صادق - سے منسوب ہے۔

والسلام

حسین ا ری

مسئول انتشارات مجد جمکران

قم المقدسہ

(عرض ناشر)

تاریخ بشریت میں عقائد خصوصاً "توحیدِ پروردگار کا مسئلہ انبیاء ؑ کی الٰہی دعوت کی بنیاد اور اساس رہا ہے۔ ان الٰہی اور آسمانی انسانوں کے کلام کا آغاز اور اُن کے پیغام کا انجام انسانیت کو ایک خدائے وحدہ لاشریک کی طرف دعوت دینا تھا۔ اسلامی نظریہ حیات اسی تصور کو انسان کے رگ و پے میں اتارنے اور اس کے قلب و باطن میں جاگزین کرنے سے متحقق ہوتا ہے۔ تصور توحید کی اساس تمام معبودانِ باطلہ کی نفی اور ایک خدائے لم یزل کے اثبات پر ہے عقیدہ توحید پر ہی ملت اسلامیہ کے قیام و بقاء اور ارتقاء کا انحصار ہے یہی عقیدہ امت اسلامیہ کی قوت تمکنت کا سرچشمہ اور اسلامی معاشرہ کا روحِ رواں ہے۔

تاریخ کے طولانی سفر اور زمانوں کے گذرتے ہوئے لمحات اس بات کے گواہ ہیں کہ انسانی سماج نے ہر دور میں اس بنیادی اصل سے انحراف کیا جس کے نتیجے میں تنے، بلائیں اور مشکلات اس کے دامن گیر ہوتی ہیں چنانچہ ابتدائے آفرینش ہی سے انسانی قافلہ میں بہت سی ایسی نمایاں شخصیتوں نے جنم لیا جنہوں نے حسب موقع و ضرورت خدمات سر انجام دیں اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو جادۂ اعتدال پر لانے کی مسلسل جدوجہد فرمائی۔ ان انسانوں میں کچھ ایسے بھی تھے جنہوں نے اپنی حدود عمروں کے باوجود زمان و مکان کو مسخر کیا، شب و روز ان کے فیض سے نورانی ہوئے، ماہ و سال ان کے در پر جبہ رسائی سے فیضیاب ہوئے، صدیوں نے ان کی بارگاہ میں اپنی جبینیں جھکائیں، تہذیبوں کے چمن جن کی زلفوں کی ہواؤں سے لہلہائے اور انسانی قدروں کے پھول جن کے عارض سے تازگی لے کر صدا بہار ہوئے ہیں انھیں کامل انسانوں میں سے ایک نام جو واقعاً انسانیت کی پیشانی پر درخشاں اور نمایاں ہے وہ جعفر ابن محمد حضرت امام صادق ؑ کا نام ہے۔ آپ ؑ نے حدیثِ توحید میں جسے توحید مفصل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ توحیدِ پروردگار کے سلسلے میں کامل ترین عنوان سے الٰہی تصورات کائنات کو پیش کیا اور نورانی معارف و حقائق کے مختلف پہلوؤں کی اس انداز سے تشریح و تبیین فرمائی کہ لدین

اور خدائے کے بارے میں شک کرنے والوں کے پاس خاموشی، سرجھکائے اور اپنے غافل ہونے کے اقرار ے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہ تھا۔

آج پھر دنیا میں فر و الحاد اور استعماری طاقتیں انسانوں کو جادۂ توحید سے ہٹانے میں مصروف عمل ہیں۔ خصوصاً نوجوان نسل کی کری بنیادوں پر شب خون مارتے ہوئے یلغار کر رہے ہیں۔

لہٰذا چارہ کار یہ ہے کہ اس وقت موجودہ امکانات و وسائل سے صحیح استفادہ کرتے ہوئے الٰہی اقدار و معارف کی ترویج و تشہیر کی ذمہ داری پوری کی جائے۔ اس عظیم ذمہ داری کا بارِ سنگین دل سوز ماء کرام، دینی رہبروں اور می و دینی مراکز پر ہے "توحید مفضل" کی اشاعت اسی مقصد کی تکمیل کے لسے میں ایک قدم ہے جس کے مطالعہ کے دوران آپ کو بہت سارے دقیق اور ضروری نکات دیکھنے کو ملیں گے کہ جن میں سے ر ایک قارئین کے اذہان سے ئی ایک شبہات اور استفسارات کو حو کردینے کے لیے کافی ہے۔

اس ابتدائی مرحلہ میں خداوند متعال کی سپاس گذاری کے ساتھ تمام می و تحقیقی کوششوں میں مصروف بزرگوں، دوستوں واسطۂ خیر قرار پانے والوں کا صمیم قلب سے شکر گزار ہوں، بالخصوص محترم مترجم حجۃ الاسلام و المسلمین مولانا سید نسیم حیدر زیدی صاحب کا تہ دل سے شکر گزار ج نوں نے نہایت عرق ریزی سے اس کتاب کا ترجمہ کیا۔

آخر میں حجت پروردگار، امام روزگار، قطب عوالم ہدایت، خاتم مقیدہ ولایت، خلیفہ رحمان حضرت حجت ابن الحسن العسکری کے موفور السرور تعجیل ظہور کے لیے بارگاہِ ربّ العزت میں دعاگو ہوں۔

والسلام

ر امین مرچنٹ

(مقدمہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِO

الحمد للّٰه الواحد الاحد الّذى لا شريک له الفرد الصمد الّذى لَا شبيه له الاوّل القديمه الذى لاغاية ً له الاخر الباقى الذى لا نهاية له الموجود الثابت لا عدمَ لَه فسبحان الذى بيدهِ ملكوت كل شئ و اليه المرجع والمصير وَ أَشهد أَن لا ِله الّا اللّه ربّ العالمين وا شهد أَن محمداً عبده وَ رسوله سيد النبيّن واشهد أَنَّ على ابن ابيطالب سيد الوصيين وامام المتّقين و ان ائمة من ولده بعده حجج اللّه الٰى يوم الدّين صلوٰت اللّه وسلامه عليهم اجمعين

یوں تو خالق دو جہاں کے وجود اور اس کی وحدانیت کے موضوع پر بہت سی عظیم کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں کم و مضبوط دلائل کے ذریعہ خالق کائنات کے وجود اور اس کی وحدانیت کو ثابت کیا گیا ۔ لیکن ان عظیم کتابوں میں سے "توحید مفضّل " اپنی مثال آپ ہے ، کہ جو اس حدیث کا ترجمہ ہے، کہ جسے حضرت امام جعفر صادق - نے اپنے خاص صحابی اور جلیل القدر شاگرد مفضّل بن عمر کو مسلسل چار روز املاء کرائی۔ لہٰذا اسی روز سے اس حدیثِ توحید کو توحید مفضّل کے نام سے یاد کیا جانے لگا جس کا اردو ترجمہ موضوعات کی تنظیم کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کیا جا رہاہے۔

امام - نے اس حدیث میں ہدایت کے غرض سے باغِ خلقت میں موجود نشانیوں کو اسطرح نمایاں کیا کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے کی طرف اشارہ کررہی ہیں تاکہ محترم قارئین مختلف کلمات و نشانیوں سے خداوند عالم کو دیکھنے لگیں جو آنکھ کے دیکھنے سے کہیں زیادہ روشن تر ہے۔حضرت امام جعفر صادق (ع)اسلام کے وہ عظیم الشان مفکر ہیں جنہوں نے خالق کائنات کی توحید اور اسکے صفات پر

فطری اور عقلی نقطہ نظر سے بحث کی ہے اس سلسلے میں آپکے بیانات علم الٰہیات میں نقش اوّل کی حیثیت رکھتے ہیں اور حرف آخر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی بلند نظری و معنیٰ آفرینی کے سامنے حکماء و متکلّمین کی ذہنی رسائیاں تھک کر رہ جاتی ہیں اور نکتہ رس طبیعتوں کو عجز و نارسائی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ بلا شبہ جن لوگوں نے الٰہیاتی مسائل میں علم و دانش کے دریا بہائے ہیں ان کا سر چشمہ آپ ہی کے حکیمانہ ارشادات ہیں۔ یوں تو مخلوقات کی نیرنگیوں سے خالق کی صنعت آفرینیوں پر استدلال کیا ہی جاتا ہے، لیکن جس طرح امام (ع) کائنات کی چھوٹی سے چھوٹی اور پست سے پست مخلوق میں نقاش فطرت کی نقش آرائیوں کی تصویر کھینچ کر صانع کمال صنعت اور اس کی قدرت و حکمت پر دلیل قائم کرتے ہیں وہ ندرت بیانی میں اپنا جواب نہیں رکھتی اس موقع پر صرف طاؤس کے پروبال کی رنگینی و رعنائی ہی نظروں کو جذب نہیں کرتی، بلکہ چمگادڑ، ٹڈی، مکڑی اور چیونٹی جیسی روندی ہوئی اور ٹھکرائی ہوئی مخلوق کا دامن بھی فطرت کی فیاضیوں سے چھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔

قابل ستائش ہیں، فقیہ اہل بیت عصمت و طہارت حضرت آیت اللہ محسن حرم پناہی جنہوں نے اس ترجمہ شدہ کتاب پر تقریظ لکھ کر میری حوصلہ افزائی فرمائی اور میرے شفیق اور مہربان استاد حضرت علامہ سید رضی جعفر نقوی (دام برکاتہ) جنہوں نے انتہا مصروفیت کے باوجود میری اس ناچیز کوشش کو سراہتے ہوئے نظر ثانی کی زحمت کو برداشت کیا نیز اپنے عزیز اور محترم والدین اور معلمہ محترمہ عصمت بتول کا شکرگزار ہوں جنہوں نے میری تربیت میں اہم کردار ادا کیا۔ نا سپاس گزاری ہوگی اگر ان تمام افراد کا شکریہ نہ کیا جائے جنہوں نے اس کتاب کی نشر و اشاعت میں تعاون فرمایا۔ آخر میں اس بات کا اعتراف ضروری ہے کہ اصل کلام کی خصوصیات ترجمہ میں منتقل نہیں کی جا سکتیں اور آئینہ کے بالمقابل پھول رکھ کر اس کی پتّیوں کی تہ میں لپٹی ہوئی خوشبو کی عکاسی ناممکن ہے کہ کوئی پھول کے عکس سے خوشبو سونگھنے کی توقع کرنے لگے مگر پھول کی شکل و صورت بھی نظر نہ آئے تو اس کے سواء کیا

کہا جا کتا ہے کہ آئینہ ہی دھندلا ہے ،مجھے اپنی ناتوانی کے ساتھ تلم کی ناتوانی کا بھی احساس ہے جس کے پیش نظر میرے لیے اس عظیم ذمہ داری کا نبھانا لحہ فکریہ تھا ان حالات میں میںنے لسان عصمت و طہارت کی ترجمانی کی جرأت کی ہے ترجمہ جیسا کچھ بھی ہے آپ کے سامنے ہے میری کوشش تو یہی رہی کہ میرے امکانی حدود تک ترجمہ صحیح ہو امام (ع) نے اپنے استدلال میںعلمی اور سائنسی مطالب کے علاوہ کافی ایسے الفاظ وکلمات استعمال یے جن کے ترجمے کے لیے باربار لغت اور دوسری کتب کی طرف رجوع کیا اور اس لسلہ میں اساتذہ سے بھی مدد لی گئی بہر حال حتی الامکان صحیح ترجمہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔اور ساتھ ہی مفضّل بن عمر کے مختصر تعارف اور چند اہم مطالب کی طرف اشارہ کیا گیا اب یہ میری کوشش کہاں تک بار آور ہوئی ہے اس کا اندازہ ارباب لم ہی کر کتے ہیں لہٰذا محترم قارئین سے خواہشمند ہوں کہ اگر ترجمہ یا تنظیم میں کسی بھی قسم کی کوئی کمی و بیشی ہو تو اُس کی نشاندہی ضرور فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کردی جائے۔

والسلام مع الاکرام

سیّد نسیم حیدر زیدی

قم المقدسہ

(مفضّل بن عمر مختصرتعارف)

آپ مفضّل بن عمر، ابو ر یا ابو عبد اللہ ہیں آپ پہلی صدی ہجری کے اواخر یا دوسری صدی ہجری کے اوائل میں شہر کوفہ میں رونق افروز ہوئے [1] آپ حضرت امام جعفر صادق - اور امام موسیٰ کاظم - کے وہ عظیم الشان صحابی اور جلیل القدر شاگرد ہیں جن کا نام تاریخ کے صفحات پر روشن و تاباں ہے جس کی روشنی مدہم نہیں پڑتی اور جن کی عظمت و بزرگی کا چراغ زمانے کی ہواؤں سے گل نہیں ہوتا۔ آپ شہر کوفہ میں دونوں اماموں کی طرف سے وکیل تھے۔

مفضل بن عمر روایات کے آئینہ میں

مفضل بن عمر کے اعلیٰ و اشرف مقام کے لیے بس یہی کافی ہے کہ ائمہ طاہرین ؑ سے نقل شدہ بہت سی روایات میں مفضّل کی عظمت و بزرگی کو بیان کیا گیا ہے ان روایات کی تعداد بہت زیادہ ہے لہٰذا ہم اپنی حدودیت اور تنگ دامنی کے پیش نظر اس بحرِ خروشاں میں کودنے سے اجتناب کرتے ہوئے صرف چند روایات کے ذکر پر اکتفا کر رہے ہیں۔

1۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ بروایت صحیح حضرت امام جعفر صادق - سے نقل فرماتے ہیں کہ امام - نے مفضل سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے مفضّل خدا کی قسم میں تمہیں اور تمہارے دوست کودوست رکھتا ہوں۔ اے مفضل اگر میرے تمام اصحاب ان تمام چیزوں کا علم رکھتے جنہیں تم جانتے ہو تو کبھی

----

(1)۔ توحید مفضل۔ (شگفتیهای آفرینش) نجف علی میرزایی سے اقتباس۔

ان کے درمیان اختلاف نہ ہوتا۔ [1]

2۔ ر بن سنان سے مروی ہے کہ میں امام موسی کاظم - کی خدمت میں شرفیاب ہوا تو امام - نے جھ سے فرمایا: اے ر، مفضل جھ سے حبت کرنے والے میرے دوست اور میرے لیے باعث کون و راحت تھے۔ [2]

3۔ ہشام بن احر سے روایت ہے کہ ایک روز شدید گرمی تی کہ میں مفضّل کے بارے میں جاننے کے لیے حضرت امام جعفر صادق - کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کام میں مصروف تھے اور آپ کے ینہ مبارک سے آپ کا پسینہ سرازیر تھے تھا۔ ہشام کہتے ہیں کہ اس سے پہلے کہ میں کچھ پوچ تا، لبہائے عصمت و طہارت گشودہ ہوئے اور فرمایا: "خدایا وحدہ لاشریک کی قسم مفضّل بن عمر ایک نیک انسان تھے"اور میرے اندازہ کے مطابق امام - نے اس جملہ کو 30 سے زیادہ بار د رایا۔ [3]

4۔ فیض بن مختار کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق - سے عرض کی میں آپ پر قربان ہوجاؤں۔ میں جب ںی کوفہ کے دانشوروں کے درمیان بیٹھا ہوں تو ان کے باہمی اختلاف کی وجہ سے میرا عقیدہ سست اور کمزور ہوجاتا ہے یکن جب میں مفضّل بن عمر سے ملتا ہوں تو وہ اپنے لم و آگہی کے چشمہ سے جھے اس طرح سیراب کرتے ہیں کہ میں مطمئن ہوجاتا ہوں یہ سن کر امام - نے فرمایا: اے فیض تم نے سچ کہا۔ [4]

5۔ ر بن یعقوب کلینی پنی کتاب اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق - سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے مفضل بن عمر سے فرمایا: (اے مفضّل) جب ںی ہمارے شیعیوں کے درمیان اختلاف

----

(1)۔الاختصاص، ص 216۔

(2)۔ عیون اخبار الرضا -، ج1، باب 4، ح 29۔

(3)۔ رجال کشی، شرح مفضّل بن عمر۔

(4)۔ معجم الرجال الحدیث، ج18، ص 303۔

پاؤ تو تمہیں یہ اختیار ہے کہ ہمارے مال کے ذریعہ ان کے اختلاف کو ختم کرکے ان میں صلح و آشتی برقرار کردو۔ (1)

ان روایات میں سے ہر ایک مفضّل بن عمر کے اعلیٰ و ارفع مقام و منزلت کو بیان کرنے کے لیے کافی ہے۔

مفضل بن عمر علماء کی نظر میں

بہت سے علماء رجال ، فقہاء کرام اور محدثین نے مفضل بن عمر کے رفیع الشان مقام کو بیان کیا ہے جن میں سے صرف چند کی طرف ذیل میں اشارہ کر رہے ہیں۔

1۔ شیخ صدوق: نے اپنی کتب میں بہت سی احادیث مفضل بن عمر کے توسط سے نقل کی ہیں۔ اور جب ہم شیخ صدوق کے اسی مبنیٰ پر نظر کرتے ہیں کہ آپ نے اپنی کتاب "من لا یحضرہ الفقیہ" میں صرف ان احادیث کو ذکر کیا ہے جو آپ کے نزدیک معتبر اور حجت تھیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ مفضل بن عمر آپ کے نزدیک قابلِ اطمینان اور موردِ وثوق تھے۔ جو "من لا یحضرہ الفقیہ" میں موجود بہت سی روایات کے ناقل ہیں۔ (2)

2۔ محمد بن یعقوب کلینی نے بھی اصول کافی میں بہت سی ایسی احادیث نقل کی ہیں جن کے راوی مفضل بن عمر ہیں۔ بالخصوص "یونس بن یعقوب" (3) کی روایت جو صراحتاً مفضل بن عمر کی عظمت و جلالت پر دلالت کرتی ہے۔

3۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ مفضل بن عمر کے بارے میں سخن طراز ہیں کہ آپ حضرت امام جعفر صادق -

----

(1)۔ اصول کافی، ج2، ص 209۔

(2)۔ من لا یحضرہ الفقیہ۔ ج1، ص 3۔

(3)۔ اصول کافی، ج2، باب صبر۔ ح 16۔

کے خاص اور جلیل القدر صحابی ہونے کے علاوہ آپ کے موردِ اعتماد اور فقہاء صالحین میں سے تھے۔ [1]

4۔ شیخ طوسی: مفضل بن عمر کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ آپ ائمہ ؑ کے نص اور قابل اعتماد صحابی تھے اور آپ نے اہل بیت ؑ کے پیام کی نشر و اشاعت کے لیے تاحد توان زحمتیں برداشت کیں۔ [2]

5۔ علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ مفضل بن عمر کی عظمت و جلالت کو اجاگر کرنے کے لیے ائمہ ؑ سے بہت سی روایات نقل ہوئی ہیں۔ [3] آپ حضرت امام جعفر صادق - کے نیک اور پارسا اصحاب میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ [4]

ایک اعتراض جواب

مفضل بن عمر کی شان و منزلت کے بیان کے بعد ایک اعتراض کا جواب دینا مناسب سمجھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اگر مفضل بن عمر امام - کے خاص اور جلیل القدر صحابی تھے تو پھر کیونکر بعض روایتوں میں انھیں موردِ سرزنش قرار دیا گیا ہے؟

اس سلسلہ میں ہم یہ کہیں گے کہ اس اعتراض کا صحیح اور درست جواب جاننے کے لیے ضروری ہے کہ ہم حضرت امام جعفر صادق - کے زمانے کے حالات اور سیاسی حکومت کی طرف سے امام - اور آپ کے شیعوں پر کی جانے والی سختیوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔

بنی عباس کی بربریت اور زیادیتوں کی وجہ سے امام اور شیعہ تقیہ کی زندگی گزارنے پر مجبور تھے۔

----

(1)۔ الارشاد فی معرفۃ حجج اللہ علی العباد، ص 208۔

(2)۔ الفہرست، ص 210۔

(3)۔ بحار الانوار، ج3، ص 55۔ 56۔

(4)۔ ترجمہ توحید مفضل، ص 3۔ 4۔

یہاں تک کہ ؑں ایسا ہوتا تھا کہ امام اپنے قریبی اور خاص اصحاب کی جان بچانے کی خاطر اس کی مذمت فرماتے تھے تاکہ اس طرح انہیں دشمنوں سے حفوظ رکھا جاسکے۔ مفضل بن عمر کا شمار ان ہی اصحاب میں ہوتا ہے کہ جن کی جان بچانے کی خاطر بعض مقام پر ان کی سرزنش اور مذمت کی گئی ہے۔ لہٰذا اس قسم کی احادیث کو تقیہ پر حمل کرنا چاہیے۔

جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق - نے عبد اللہ بن زرارہ بن اعین سے فرمایا: اپنے والد کو میری طرف سے سلام کہنا اور انہیں یہ پیغام دینا کہ اگر ہم نے ؑں تمہاری مذمت کی ہے تو ہمارا یہ اقدام ؑں تمہارے دفاع کی خاطر تھا۔ ہمارے دشمن یہ چاہتے ہیں کہ جو لوگ ہم سے قریب ہیں اور ہمارے نزدیک خاص مقام و منزلت رکھتے ہیں انھیں آزار و اذیتیں پہنچائیں۔ یہ لوگ ہماری حبت کی خاطر ان کی سرزنش و ملامت کرتے ہیں اور انہیں قتل کرتے ہیں اور جس کی ہم مذمت کرتے ہیں یہ اس کی مدح و ثناء کرتے ہیں۔ (اپنے والد گرامی سے کہنا) اگر ہم نے ظاہر میں تمہاری مذمت کی ہے تو صرف اس لیے کہ تم ہماری ولایت و حبت سے پہچانے جانے لگے ہو اور سب اس بات کو جانتے ہیں کہ تمہارے لوح دل پر ہماری حبت کے علاوہ کسی غیر کی حبت کا کوئی نقش نہیں ہے لہٰذا وہ تمہیں دوست نہیں رکھتے۔ میں نے ظاہری طور پر اس وجہ سے تمہاری مذمت کی تاکہ وہ تمہیں دوست رکھیں اور اس طرح تمہارا دین ؑں حفوظ رہے۔ اور تم خود ؑں ان کے شرّ سے امان میں رہو۔ " (1)

اس سلسلہ میں شیخ عباس قمی فرماتے ہیں کہ مفضل بن عمر کی قدح میں نقل شدہ روایات ان روایتوں کے سامنے تاب مقاومت نہیں رکھتیں جو ان کی مدح میں وارد ہوتی ہیں۔ (2)

اسی سے ملتا جلتا کلام آیت اللہ خوئی کا ہے۔

----

(1)۔ وسایل الشیعہ، ج3، ص 584۔ رجال کشی، ص 91۔

(2)۔ منتہی الہ آمال، ج2، ص 443۔ 444۔

آپ مفضل بن عمر سے متعلق منقول شدہ روایات کے بارے میں تجزیہ و تحلیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مفضل بن عمر کی قدح میں نقل شدہ روایات ان روایتوں کے سامنے تاب مقاومت نہیں رکھتیں جو ان کی مدح میں وارد ہوئی ہیں اور ان روایات قدح کا وہی حکم ہے جو ان روایاتِ قدح کا ہے جو زرارہ بن اعین کے بارے میں وارد ہوئی ہیں (یعنی تقیہ پر حمل کیا جائے)۔

توحید مفضل کی قرآن سے شباہت

خدا کی ہستی او اثبات توحید پر قرآن جید کا طرز و اسلوب استدلال اس ہمہ گیر ربوبیت کے نظام میں تعقل و تفکر اور تدبر کی دعوت دیتا ہے جو اس کائنات بسیط میں ایک خاص نظم و قانون سے منسلک ترتیب و قارے کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔ چنانچہ قرآن جابجا انسان کو عالم انفس، آفاق میں تدبّر کی دعوت دیتا ہے اور اس سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اپنی اور اس کائنات کی خلقت پر غور و فکر کرے۔ اور دیکھے کہ یہ کارخانہ حیات کس نظم و انضباط کے ساتھ چل رہا ہے۔ انسان اگر غور کرے تو خود اپنی پیدائش اور عالم گرد و پیش کے مشاہدات اس پر عرفان ذات اور معرفت توحید باری تعالی کے بہت سے سربستہ راز کھول دیں گے۔

امام جعفر صادق - جو قرآن ناطق ہیں۔ خدا کی ذات اور اثبات توحید پر آپ کا طرز و اسلوب استدلال بھی یہی ہے کہ انسانوں کو اس ذات اقدس کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ انسان کائنات میں کارفرما نظام ربوبیت کا مطالعہ کرنے بیٹھے اور اس کے وجدان میں ایک ربّ العالمین ہستی کے ہونے کا یقین انگڑائیاں نہ لینے لگے۔ کائنات ہست و بود کے نظام میں حرکت پذیر تمام اجرام ارضی و سماوی اثبات توحید پر خاموش دلائل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ زمین، یہ چاند، سورج، ستارے، شجر و حجر، لہلہاتے کھیت، مترنم آبشاریں، فلک بوس پہاڑ، سمندر کی

لہروں کا تموج، سب اگرچہ قوت گویائی نہیں رکھتے لیکن زبانِ حال سے توحید کی دلالت کرتے ہیں اور اس بات کی شہادت فراہم کرتے ہیں کہ اس متوازن اور نظم و ضبط کے تحت چلنے والے کائناتی نظام کے پیچھے ایک ہی ہستی کا دست قدرت کار فرما ہے۔ جو ربوبیت الوہیت کی سزاوار ہے اور ارض و سموت کی جملہ موقات کی عبادت کے لائق ہے۔ امام کی دل آویز گفتگو نے تصور کائنات کو حیرت انگیز حد تک آسان بنا دیا۔ یہ کتاب پڑھیں تو یوں لگتا ہے کہ جیسے کوئی سبک رفتار کشتی نہایت بیکفی سے آب و حباب کو چیرتی ہوئی ساحل مراد سے لگ گئی ہے۔ امام کا کلام کوئی معمولی کلام نہیں بلکہ یہ وہ راستہ ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے مقصد تک پہنچ سکتا ہے اس لیے روایات میں ہے کہ ایک گھنٹہ غور و فکر کرنا 70 سال کی عبادت سے افضل ہے کیونکہ اگر ہم گوش اور دیدۂ بینا کو وا کرکے کائنات کی کھلی کتاب کا مطالعہ کریں تو اس کے ورق ورق پر ایک پروردگار کے وجود کا اعلان ہوتا دکھائی دے گا، اس کے اندر سے یہ پکار سنائی دے گی کہ اس کائنات کی تخلیق بالحق ہوئی ہے اور انسان ساختہ اس بات کے اقرار پر مجبور ہوگا کہ

(رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا) (آل عمران،3:191)

اے ہمارے رب! تو نے یہ (سب کچھ) حکمت اور تدبیر نہیں بنایا۔

کلام امام - کے معجزات

عام اصطلاح میں معجزہ اُس کہتے ہیں جسے دوسرے عام انسان انجام دینے سے قاصر ہوں معمولاً جب بھی لوگ ائمہ طاہرین کے معجزوں کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو ان کے ذہن میں ، مردوں کو زندہ کرنا، سورج کو پلٹانا، وحشی درندہ پر قابو پانا، لاعلاج کو شفا دینا وغیرہ ہی آتا ہے۔

جبکہ اگر ہم غور کریںتو نہج البلاغہ بھی معجزہ ہے۔ صحیفہ سجادیہ بھی معجزہ ہے اور توحید مفضل بھی ایک معجزہ ہے۔

توحید مفضل کا بین ثبوت ہے کہ امام صادق - کائنات کے ذرہ ذرہ کے نسفہ اور اس کے اسرار و رمـوز سے مکمـل آگاہ تـے۔ چودہ سال گذر جانے کے بعد ٘ن آج تک تمام عظیم الشان فلاسفہ قادر الکلام متکلمین، مشہور و معـروف دانشـور، برجـۃ اطبـاء، بہترین ستارہ شناس، ما رطبیعات و نلکیات اور عظیم ؔیل گر اسرار کائنات کی وہ تبیین و تشریح نہ کرسکے جو امام صـادق -- نے بـ۔ کی ہے اس سے بڑھ کر معجزہ اور کیا ہو کتا ہے۔

آپ کے کلام کے معجزات کو غور و نکر کے ذریعہ با آسانی درک کیا جا کتا ہے۔ من جملہ

1۔ امام - نے فرمایا: کہ پھلی پانی منہ میں لینے کے بعد اسے اپنے دونوں طرف سے خارج کردیتی ہے تاکہ دوسرے حیوانـات کی طرح ہوا کے فوائد سے بہرہ مند ہوسکے۔

امام - کے اس کلام میں صراحتاً اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پھلی ہوا میں موجود آکسیجن سے استفادہ کرتی ہے اور یہ وہ راز ہے جس سے دنیا صدیاں گذرنے کے بعد آگاہ ہوتی ہے۔

2۔ امام - ستاروں کی حرت کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ر ستارہ کی دو حـرکتیں ہـیں۔ اور پھـر ان حرکتوں کو چیونی کی چی پر حرکتوں سے تشبیہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ چیونی جب چی پر حرت کرتی ہے تـو اس کی دو حـرکتیں ہوتیں ہیں ایک حرت چیونی کی اپنی ہے جس سے وہ آگے بڑھ رہی ہے اور دوسری حرت چی کے تحـت انجـام دے رہی ہے جـو اُسے خاف سمت لے جا رہی ہے۔

امام - کی اس گفتگو سے ستاروں کی وضی اور انتقالی حرت کو ؔبھا جا کتا ہے۔ البتہ اس لسلہ میں امام - نے مفصلاً بحـث کی ہے۔

3۔ امام - نے ہوا کی بحث میں بیان فرمایا ہے کہ ہوا آواز کی امواج کیئے متحرک ہے جس تک سائنسدان آج بـڑی جدوجہـر کے بعد پہنچے ہیں۔

بہرحال یہ پوری کتاب کائنات کے ایسے اسرار و رموز پر مشتمل ہے جنہیں امام صادق

- نے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے جن میں تفکر و تدبر سے مبدا جہان تک پہنچا جا کتا ہے۔

ایک شبہہ ازالہ

1۔ ممکن ہے کہ حترم قاری اس میں بعض عبارتوں کا مطالعہ کرے اور اپنے تئیں خود یہ خیال کرے کہ یہ مطلب لم جدیـر سے سازگار اور ہم آہنگ نہیں ہے۔

تو ایسے فرد کو چاہیے کہ وہ چند باتوں پر توجہ کرے:

1۔ ایک عادی انسان کا لم نہایت حدود اور تھوڑا ہے جیسا کہ قرآن جید میں ارشاد ہوتا ہے:

(وما اوتیتم من العلم الا یلا) یعنی ہم نے تمہیں صرف تھوڑا لم دیا ہے۔ لہذا انسان کو منبع نور اور لم الٰہی یعنی کلام امام -- پر جا اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ معیار امام - کا لم ہے ہمارا لم نہیں۔ اگر ہم کسی مطلب کو نہیں ـجھے تـو اس کا مطلب یہ ہے کہ ابَن ہم امام - کے لم کی حکمت تک نہیں پہنچے ہیں۔

2۔ امام جعفر صادق - کے کلام میں بہت سے ایسے مطالب موجود ہیں جو کل کے لوگوں کے لیے عجیب و غریـب تھـے یکن آج ان کی حقیقت روش ہو گئی ہے تو اسی طرح ممکن ہے کہ کچھ مطالب آج عجیب و غیرب معوم ہوں جن کی حقیقت کـل روشن ہوجائے ں۔

3۔ اگر کوئی ایسی عبارت سامنے آئے جس کے ـنے سے قاصر ہوں تو ایسے میں ضروری ہے کہ۔ ۔ا رین لغـت اور اسـلامی دانشوروں کی مدد سے اس عبارت کو ـنے کی کوشش کریں ۔ لیجئے اب کتاب کا مطالعہ فرمائیے۔

(مفضّل اور ابن ابی العوجاء کے درمیان آغاز گفتگو)

ر بن سنان مفضل بن عمر سے روایت کرتے ہیں۔

کہ میں ایک روز رنماز عصر کے بعد پیغمبر اسلام (ص) کی قبر مطہر اور آپ کے منبر اقدس کے درمیان بیٹھا ہوا اس کر میں گم تھا کہ خداوند عالم نے پیغمبر اسلام (ص) کو کس بلند مقام اور فضیلت کا شرف بخشا کہ جسے امت نے ان تک نہیں پہچانا ، اور کچھ تو اس سے بالکل ہی خبر ہیں، میں ان اس کر میں گم ہی تھا کہ اتنے میں ابن ابی العوجاء (جو ملحدین زمان میں سے ایک تھا) وہاں آپہنچا اور جھ سے اتنی نزدیک بیٹھا کہ میں اس کی گفتگو کو بآسانی سن سکتا تھا،اس کے بیٹھتے ہی اس کا ایک دوست بھی اس کے نزدیک آکر بیٹھ گیا۔ ابن ابی العوجاء نے گفتگو کا آغاز کیا(اور پیغمبر اسلام کی قبر مطہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) یہ صاحب قبر عزت کے کمال پر پہنچا، شرافت کے تمام خصال کو اس نے اپنے اندر جمع کیا، اورایک بلند وبالامقام پر فائز ہوا۔ ابن ابی العوجاء کے دوست نے کہا وہ ایک فلسفی تھا جس نے برتری اور عظیم منزلت کا دعوی کیا اور اپنے اس دعوے کو ثابت کرنے کیئے ایسے حیر العقول معجزے لایا، کہ جن کے سامنے عقلیں حیرت زدہ رہ جاتی ہیں یہاں تک کہ جب عقلاء فصحاء اور خطباء نے اس کی دعوت کو قبول کیا ، تو لوگ جوق در جوق اس کے دین میں داخل ہونا شروع ہوگئے، اس نے اپنے نام کو (اذان و اقامت میں) خدا کے نام کے ساتھ رکھا اور بالہآخر ر شہر و گلی و کوچہ اور زمین کے جس خطے پر بھی اس کی دعوت پہنچی ، وہاں لوگ ر روز پانچ مرتبہ بلند آواز سے اذان و اقامت کہتے ہیں تاکہ اس کی یاد ہمیشہ تازہ رہے اور اس کی دعوت سست اور کمزور نہ پڑجائے۔

ابن ابی العوجاء نے اپنے دوست سے کہا کہ ر کے بارے میں گفتگو نہ کرو میری عقل اس کے بارے میں متحیر ہے خصوصاً اس "اصل" پر کہ جس کے لیے ر نے قیام کیا، اور اپنی زندں کو اس کے

مطابق گذاراتم اس اصل[1] پر گفتگو کرو۔ لہٰذا اس نے دنیا کی پہلی چیز یعنی "خالق کائنات" کے بارے میں اپنی گفتگو کا آغاز کیا،اور بات یہاں تک پہونچی کے اس نے یہ خیال کہ تمام انسان حض اتفاقات کا نتیجہ ہیں،اور ان کے پیدا ہونے میں کسی بھی قسم کی دانائی اور ہنرمندی شامل حال نہیں ، بلکہ دنیا کی تمام چیزیں بغیر کسی خالق ومدبر کے خودبخود وجود میں آئی ہیں اوریہ دنیا ابتداء ہی سے اسی طرح ہے اور ہمیشہ اسی طرح باقی رہے گی۔

مفضل ، کہتے ہیں کہ یہ باتیں سنتے ہی مجھے غصہ آگیا اور میں اس پر قابو نہ پاسکا اور اسی غصہ کی حالت میں اس سے کہا کہ ، اے دشمن خدا کیا تو ملحد ہوگیا ہے،اور اپنے اس پروردگار کا انکار کررہا ہے، جس نے تجھے بہترین طریقے پر خلق کیا اور تجھے بہترین صورت عطا کی، اور مختلف احوال میں تیری مدد کی اور تجھے اس حالت تک پہنچایا اگر تو اپنے اندر غورو فکر کرے تو یقینا تیری قوت فکر اور تیرا زورِ ادراک تیری حقیقت کی طرف نشاندہی کرے گا اور تو دلائل ربوبیت اور آثار تدبیر کو اپنے اندر موجود پائے گا۔

ابن ابی العوجاء نے مفضل سے کہا ، اے شخص اگر تو اہل کلام میں سے ہے تو میں تجھ سے دریچہ کلام کے ذریعے کچھ بحث کرنا چاہتا ہوں ، اگر تیری دلیلیں ثابت ہوگئیں تو میں خود کو تیرے حوالے کردوں گا، اور اگر تو اہل کلام میں سے نہیں ہے تو پھر تیرے کلام سے کوئی فائدہ نہیں ۔ اور اگر تو جعفر بن محمد صادق - کے اصحاب میں سے ہے تو وہ ہرگز ہم سے اس طرح کی گفتگو نہیں کرتے اور نہ بات کرتے وقت تیری طرح جھگڑتے ہیں ۔ انہوں نے اس سے کہیں زیادہ ہمارے کلام کو سنا ہے لیکن انہوں نے جواب دینے میں کبھی غلط الفاظ کا استعمال نہیں کیا، اور نہ جواب دینے میں کبھی تجاوز سے کام لیا، وہ ایک مرد حکیم ، عاقل و دانا ہیں غیض وغضب ، خشم و غصہ ان پر مسلط نہیں ہوتا، بلکہ وہ اچھی طرح ہمارے کلام کو

----

(1)۔ خداوند عالم کی توحید پر۔

نتے ہیں اور جب ہم اپنی بات کو مکمل کرلیتے ہیں ، اور یہ سوچنے لگتے ہیں کہ ہم نے انہیں مغلوب کردیا، تو وہ مختصر سی گفتگو میں ادلہّ و براہین کے ذریعہ ہمارے اس خیال کو اس طرح پاش پاش کردیتے ہیں کہ ہم پر لازم ہوجاتا ہے کہ ہم ان کے دلائل کو قبول کریں،اس طرح وہ اپنا فریضہ ہمارے ساتھ انجام دیتے ہیں تاکہ ہمارا کوئی زر باقی نہ رہے اور ہم ان کی تردید کیئے کوئی دلیل نہ لا کیں، لہٰذا اگر تم ان کے اصحاب میں سے ہو تو تم بھی ویسا ہی کلام کرو، مفضل کہتے ہیں ، میں غمزدہ اور اسی فکر میں کہ کس طرح اسلام اور مسلمان کفر والحاد کے درمیان گرفتار ہیں ، مسجد سے باہر آیا اور فوراً ہی اپنے آقا و مولاء حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا، مجھے محزون اور شکستہ دل دیکھ کر آپ نے فرمایا: (اے مفضل)کیا ہوا؟ میں نے ان دونوں ملحدوں کے کفر آمیز کلام اور جس دلیل کے ذریعہ ان کے کلام کی رد کی تھی حضرت (ع)کے سامنے بیان کی۔

آپ نے فرمایا ، (اے مفضل) میں تمھیں حکمت باری تعالیٰ میں سے خلقت عالم حیوانات، درندوں ، چوپاؤں ، حشرات الارض، ہر ذی روح عالم نباتات ، پھل دار ،غیر پھل درختوں ، دانوں اور ماکولات وغیر ماکولات سبزیوں کے بارے میں ایسے مطالب بتاؤں گا ، جو بصیرت کو پیدا کریں ،اور جن سے عبرت حاصل کرنے والے لوگ عبرت حاصل کریں ، جن کے جاننے کے بعد مومنوں کے دل آرام پائیں اور ملحدین اس میں حیران ہو کر رہ جائیں ، تم کل صبح سویرے میرے پاس آجاؤ۔ مفضل کہتے ہیں کہ یہ بات سن کر میں اس قدر خوشحال اپنے گھر واپس پلٹا کہ جس کی کوئی مثال نہیں ، اور وہ رات مجھ پر حضرت کے دیدار کے انتظار میں کافی طولانی گذری۔

(روز اوّل)

(مفضل حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں)

مفضل کہتے ہیں جیسے ہی صبح ہوئی میں روانہ ہوا اور اجازت لینے کے بعد آنحضرت کی خدمت میں پہونچا۔ آپ نے مجھے بیٹھنے کو کہا، میں بیٹھ گیا، پھر آپ کھڑے ہوئے اور ایک خالی کمرے کی طرف چلنے لگے، اور مجھے اپنے پیچھے آنے کو کہا میں آپ کے پیچھے چلنے لگا جیسے ہی آپ کمرے میں داخل ہوئے میں بھی آپ کی اتباع کرتا ہوا کمرے میں داخل ہوگیا، حضرت بیٹھ گئے تو میں بھی آپ کے سامنے بیٹھ گیا، آپ نے فرمایا: اے مفضل آج کی رات میرے و رہ کے انتظار میں تم پر کافی طولانی گذری میں نے کہا جی ہاں اے میرے آقا و مولاء اس کے بعد آپ نے کلام شروع کیا، اے مفضل سب سے پہلے بھی خدا تھا اس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی وہ باقی ہے، اس کی کوئی انتہا نہیں ہے اس کا شکر اس پر کہ جو کچھ اس نے ہم پر الہام کیا، اور جو کچھ ہمیں عطا کیا،اور خداوند عالم نے اپنے علم کے لئے ہمیں منتخب کیا اور بلند مقام عطا کیا اور اس نے اپنے علم سے ہمیں تمام مخلوقات پر فضیلت عطا کی، اور اپنی حکمت سے ہمیں اپنی تمام مخلوق پر شاہد و امین قرار دیا (مفضل کہتے ہیں) میں نے عرض کیا اے میرے آقا و مولا کیا آپ اس بات کی اجازت مرحمت فرمائیں گے کہ میں ان مطالب مشروع کو لکھ لوں۔ اور یہ کہہ کر میں نے قلم و کاغذ آمادہ کیا۔ آپ نے فرمایا مفضل لکھ لو۔

(جٔ ل و نادانٔ ت میں تدبیر کر ا ر سب)

اے مفضل: خلقت کی حقیقت اور اس کے لل و اسباب میں شک کرنے والے لوگ دراصل جاہل ہیں اور ان کی نکر ر اس چیز کی حقیقت و حکمت کہ جسے خالق نے پید کیا مثلاً برّی ، بحری، زمینی ، پہاڑی وق میں کوتاہ ہے اور یہ اپنی کم مس اور ضعیف بصیرت کی وجہ سے اس کا انکار کرتے ہیں اور اسے جٔ ملاتے ہوئے اس سے روگردانی کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اشیاء کی خلقت کا ں انکار کرتے ہیں اور اس بات کے دعویدار ہیں کہ تمام چیزیں حض اتفاقات کا نتیجہ ہیں جن میں نہ کوئی ہنر مندی نہ اندازہ گیری ہے اور نہ کسی خالق ومدبر کی حکمت شامل حال ہے خداوند عالم ان صفات سے ں بالاتر ہے جن کے ذریعہ اس کی تعریف بیان کی جاتی ہے خدا انہیں نیست ونابود کرے کہ یہ لوگ اُسے چھوڑ کر کون سے پناہ گاہ کی طرف رخ کرتے ہیں یہ لوگ گمراہی کے اندھیرے اور پریشانی کے عالم میں ان نابیناؤں کی طرح ہیں جو ایک ایسی عمارت میں داخل ہوں کہ جس کی بناوٹ کم و زیبا ، خوبصورت فرش سے آراستہ مختلف قسم کی نزائیں، باس اور تمام اشیاء مکمل معیار کے ساتھ انسان کی ضرورت کے مطابق ہوں۔ اور یہ لوگ اس کے اندر دائیں اور بائیں آمدورفت کرتے ہیں اس کے کمروں میں داخل و خارج ہوتے ہیں لیکن اس طرح کہ جیسے ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے کہ وہ اس عمارت کی بناوٹ و سجاوٹ اور جو کچھ اس میں مہیا و آمادہ کیا گیا اسے نہیں دیکھ پاتے افسوس ایسے لوگوں پر جو یہ جانتے ہیں کہ اس میں ر چیز مناسب جگہ پر نصب ہے اور وہ ان تمام چیزوں کی احتیاج رکھتے ہیں اس کے باوجود وہ ان کے اغراض و مقاصد سے جاہل اور نا آگاہ ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ کس کے لئے بنی ہیں اور فوراً غصہ کی حالت میں اپنی تند وتیز زبان کو اس عمارت اور اس کے بانی کی شان میں دراز کرتے ہیں یہ حال اس طبقے کے لوگوں کا ہے جو اُمر خلقت میں استعمال شدہ تدبیر کا فقط اس لئے انکار کرتے ہیں کہ ان کا ذہن اشیاء کی لت اور ان کے اسباب کے ادراک سے قاصر ہے پس وہ اس عالم میں حیرت زدہ

ہیں اور ادھر ادھر دیکھ رہے ہیں اور جو کچھ استحکام اور تدبر اس میں موجود ہے اسے سمجھنے سے قاصر ہیں صد حیف ایسے لوگوں پر جو اشیاء کی علت اور ان کے فوائد کو نہ جاننے کی وجہ سے اپنی تند و تیز زبان کو اس کی شان میں دراز کرتے ہیں اور یہ کہہ اٹھتے ہیں کہ جہاں محض اتفاقات کا نتیجہ ہے جیسا کہ فرقہ مانویہ[1] اور فرقہ ملحدہ [2] اور انہی کی طرح دوسرے گمراہ فرقے کہ جنہوں نے اطاعت پروردگار کو چھوڑ کر اپنے آپ کو بے بنیاد باتوں میں مشغول کر رکھا ہے۔ ایسی حالت میں ان لوگوں پر کہ جنہیں خداوند عالم نے اپنی نعمتوں کی معرفت "اپنے دین کی ہدایت " اور صنعت و خلق میں فکر و تامل کی توفیق عطا کی اور ان لوگوں نے خلقت کے رموز اور اسرار و لطائف و تدابیر اور ان نشانیوں کو جان لیا کہ جو اس کائنات میں کارفرما ہیں اور اپنے خلق کرنے والے کی طرف اشارہ کررہی ہیں۔ لازم ہے کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے اور اپنے آقا و مولاء کا زیادہ سے زیادہ شکر ادا کریں اور اس امر میں استقامت کو ملحوظ نظر رکھیں اور اس میں اضافہ کے لئے اپنے اندر بصیرت پیدا کریں اس لئے کہ وہی تو خدا ہے کہ جس کا نام بزرگ و برتر ہے جو فرماتا ہے۔

(لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَاِن كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِي لَشَدِيْد) [3]

اگر تم نے میری نعمتوں پر شکر کیا، تو میں اس میں اضافہ کروں گا،اور اگر تم نے کفر کیا تو میرا عذاب شدید و سخت ہے۔

----

(1)۔ ایسا دین کہ جو یہودیت ، عیسائیت، اور مجوسیت سے مل کر بنا۔

(2)۔ بے دین

(3)۔ سورہ ابراہیم آیت 7

(وجود خدا پر پہلی دلیل)

اے مفضل: خداوند عالم کے وجود اور اس کی طہارت اور پاکیزگی پر پہلی دلیل اس جہان کا وجود اس کی آمادگی اس کے اجزاء کی بناوٹ اور اس کا نظام ہے اس لئے کہ اگر تم جہان کا جس انداز سے وہ بنا ہوا ہے مشاہدہ کرو تو قوت فکر سے اس نتیجے پر پہنچو گے کہ یہ جہان ایک مکان کی طرح ہے، جس میں وہ تمام اشیاء موجود و مہیا ہیں کہ جن کی اس کے اندر رہنے والوں کو ضرورت و احتیاج ہے جیسے آسمان کا شامیانہ مثل چھت، زمین کا بچھونا مثل فرش، ایک دوسرے سے نزدیک ستارے مثل چراغ، جوا رات و خزانے مثل ذخیرے کے ہیں خلاصہ یہ کہ ہر چیز اپنے اپنے کام کی مناسبت سے آمادہ و مہیا دکھائی دیتی ہے اور انسان اس مکان میں رہنے والا ہے مکان کی تمام مہیا و آمادہ چیزوں کو اس کے اختیار میں دے دیا گیا ہے جیسے اقسام نباتات کہ جن سے وہ اپنی بہت سی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے، اصناف حیوانات کہ جن کے وسیلہ سے وہ بہت سے فائدوں سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ پس ان تمام باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جہان ، تدبیر ، حکمت اور مضبوط نظام کے تحت وجود میں آیا ہے اور اس کا پیدا کرنے والا ایک ہے جس نے اس جہان کے اجزاء کی بناوٹ کو ایک دوسرے کے ساتھ مرتب و منظم کیا ہے اور وہ خدا صاحب عزت وجلالت اور پاک و پاکیزہ اور بلند ہے کہ جس کا چہرہ صاحب جلالت اور کرامت ہے جس کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں ، خداوند عالم ان تمام اقوال و افکار سے بالاتر ہے جو مشرکین اور گمراہ لوگ اس کے بارے میں رکھتے ہیں ۔

(انسان کے اندر واضح اور روشن آیات خدا کے وجود پر دلالت کرتی ہیں)

اے مفضل اب میں تمہیں انسان کی پیدائش کے بارے میں بتاتا ہوں کہ تم اس سے عبرت حاصل کرو، اے مفضل انسان کے اندر تدبیرپر پہلی دلیل وہ حکمت ہے جو اس وقت استعمال ہوتی ہے جب وہ رحم مادر میں تین تاریکیوں (1۔ تاریکی شکم ،2۔ تاریکی رحم ، 3۔ تاریکی مشیمہ [1]) میں لپٹا ہوا تھا،کہ جب اس کے پاس غذا کو طلب کرنے اور اذیت کو دور کرنے کے لئے کوئی چارہ وعلاج نہ تھا،نہ فائدے کو حاصل کر کتا تھا اور نہ نقصان کو دور ، ایسی صورت میں خون حیض کے ذریعہ اسی طرح اس کی غذا فراہم کی جاتی ہے جس طرح پانی پودوں کے لئے غذا فراہم کرتا ہے، یہ عمل اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک اس کا جسم اور اس کی کھال اس قدر محکم اور قوی ہوجائے کہ وہ تیز اور تند ہوا کا مقابلہ کرسکے، اور اس کی آنکھیں روشنی سے مقابلہ کے لئے آمادہ ہوجائیں اسی أثناء میں درد زہ اس کی ماں کو بے چین کرتا ہے، یہ درد اس قدر بے چینی اور دباؤ کا سبب بنتا ہے کہ بچے کی ولادت ہوجاتی ہے جب بچے کی ولادت ہوچکی ہو، تو وہ خون جو رحم میں اس کی غذا فراہم کرتا تھا، اب وہی اس کے ماں کے پستانوں کی طرف جاری ہوجاتا ہے اور اس کا رنگ و ذائقہ تبدیل ہوکر دودھ کی شکل اختیار کرلیتا ہے اور یہ دودھ پہلی بہتر غذا اور بچہ کے مزاج کے عین مطابق ہے بچہ پیدائش کے وقت اپنی زبان کو اپنے منھ میں پھرا کر اور ہونٹوں کو حرکت دے کر غذا کی ضرورت کا اظہار کرتا ہے، ایسے میں اس کی ماںاپنے پستانوں کو جو دو ظروف کے مانند آویزاں ہیں اس کی طرف بڑھاتی ہے اور بچہ ایسی حالت میں جب تک اس کا بدن نرم اور اس کی غذائی نالیاں بالکل باریک ہیں دودھ کو غذا کے طور پر ان سے حاصل کرتا

ہے، اور اس طرح نشوونما پاتا ہوا حرکت کو اپنے بدن میں میں ایجاد کرتا ہے، جس کے بعد اب اسے

----

(1)۔ بچہ دانی

ایسی غذا کی ضرورت ہوتی ہے جو ذرا سخت ہو تاکہ اس کا جسم محکم اور قوی ہوجائے، لہذا غذا کو کاٹنے اور چبانے کے لئے دانت نمودار ہوتے ہیں تاکہ وہ غذا کو نرم بنائیں اور اسے نگلنے میں دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے، یہ بچہ اس طرح منزلیں طے کرتا ہوا حد بلوغ تک پہونچ جاتا ہے اگر وہ بچہ لڑکا ہو تو اس کے چہرے پر بال نکل آتے ہیں، یہی علامت ذکوریت اور عزت مرد ہے کہ جس کے ذریعہ سے وہ طفولیت اور خواتین کی شباہت سے باہر آجاتا ہے، اور اگر یہ بچہ لڑکی ہو تو اس کا چہرہ ویسا ہی بالوں سے صاف رہتا ہے تاکہ اس کی زیبائی و درخشندگی باقی رہے کہ جو مردوں کے میلان کا سبب ہے اس لئے کہ عورت ہی کے وسیلہ سے نسل جاری و باقی رہتی ہے۔

اے مفضل۔ اس حسن تدبیر سے عبرت حاصل کرو، جوانسان کے مختلف احوال میں استعمال ہوئی ہے کیا یہ ممکن ہے کہ انسان بغیر کسی خالق و مدبر کے وجود میں آیا ہو؟ اگر جنین کو خون نہ ملتا تو وہ اس پودے کے مانند خشک سالی کا شکار ہوجاتا جس کی آبیاری نہ کی گئی ہو اور اگر جنین کو کامل ہونے کے بعد ولادت کے ذریعہ رحم کی تنگی سے نہ نکالا جاتا تو ہمیشہ رحم میں زندہ درگور ہوکر رہ جاتا، اور اسی طرح اگر ولادت کے بعد اس کے لئے دودھ کو جاری نہ کیا جاتا تو بھوک سے مرجاتا یا پھر ایسی غذاؤں کے استعمال کرنے پر مجبور ہوتا جو اس کے بدن اور صحت کے لئے مناسب نہ ہوتیں اور اگر اس وقت جبکہ وہ غلیظ اور سخت غذا کے استعمال کے قابل ہوجاتا دانت نہ نکلتے تو غذا کا چبانا اس کے لئے ناممکن ہوتا جس کے سبب اس کا نگلنا بچہ کیلئے دشواری کا باعث بنتا اور اگر وہ دودھ جو اس کی غذا تھا، ہمیشہ اس کی غذا رہتا تو اس کا جسم کبھی محکم نہ ہوتا جس کی وجہ سے وہ دشوار اور مشکل کام انجام دینے سے پرہیز کرتا، اور اس کی ماں ساری زندگی اس کی پرورش میں لگی رہتی اور یہ بات دوسرے بچوں کی پرورش میں رکاوٹ کا سبب بنتی اور اگر حد بلوغ پر پہنچنے کے بعد اس کے چہرے پر داڑھی نہ نکلتی تو ہمیشہ عورت کی شبیہ رہتا، اور وہ وقار اور جلال جو مردوں کے لئے ہے ہرگز نہ ہوتا۔

مفضل کہتے ہیں: میں نے کہا اے میرے آقا و مولا۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض مردوں کے داڑھی نہیں نکلتی اور وہ پہلی سابقہ حالت پر باقی رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ بوڑھے ہوجاتے ہیں اس میں کیا حکمت ہے؟ امام نے فرمایا: یہ ان کے اپنے کئے کا نتیجہ ہے، ورنہ خدا اپنے بندوں پر ہرگز ظلم نہیں کرتا اب ذرا بتاؤوہ کون ہے جو بچہ کی اس مرحلہ میں دیکھ بھال کرتا ہے جبکہ وہ رحم مادر میں ہے اس کے لئے ہر اس چیز کو فراہم کرتا ہے ، جس کی اس بچے کو ضرورت و احتیاج ہے ، سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہے کہ جس نے اسے پیدا کیا ہے، پس وہ چیز کہ جس کا وجود نہ تھا بہترین طریقہ پر وجود میں آتی ہے، اور اگر یہ بات مان لی جائے کہ اس قسم کے مدبرانہ کام محض اتفاقات کا نتیجہ ہیں تو اس وقت یہ لازم آتا ہے کہ قصد و ارادہ کے ذریعہ غیر منظم کام وجود میں آئیں اس لئے کہ یہ دونوں اتفاق کی ضد ہیں اور یہ گفتار بدترین گفتار ہے اور اگر کوئی ایسا کہے تو یہ کہنا اس کے جاہل ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ اتفاق صحیح اور درست کام انجام نہیں دیتا اور نہ ہی تضاد نظم کو ایجاد کرتا ہے، خداوند عالم بلند و برتر ہے ان تمام افکار سے جو کم ذہنیت کے لوگ اس کے بارے میں رکھتے ہیں۔

(بچہ اگر ولادت کے وقت عاقل ہوتا تو کیا ہوتا؟)

اے مفضل ! بچہ اگر وقت ولادت عاقل ہوتا تو منکر عالم ہوجاتا اور متحیر ہو کر رہ جاتا اور اپنی عقل کھو بیٹھتا ایسا اس لئے ہوتا کہ وہ لحہ بہ لحہ، روز بروز ایسی چیزوں کا مشاہدہ کرتا جن کے بارے میں وہ اطلاعات اور معلومات نہ رکھتا مثلاً مختلف حیوانات ، پرندے اور اس قسم کی دوسری عجیب و غریب مخلوق جسے اس نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا اس بات کو اس چیز سے سمجھ سکتے ہو کہ اگر کوئی عاقل شخص ایک شہر سے دوسرے شہر سفر کرے تو تم اسے حیران و پریشان پاؤگے، وہ شخص جلد اہل شہر کی زبان نہیں سیکھ سکتا اورنہ جلد ہی ان کے آداب و رسومات کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال سکتا ہے ، بالکل اس کی وہی کیفیت ہے کہ جو اس کے بچپنے میں تھی جبکہ وہ غیر عاقل تھا۔اس کے علاوہ اگر بچہ عاقل پیدا ہوتا ،تو احساس حقارت کو اپنے اندر محسوس کرتا ، ایسا اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو دوسروں کی گود میں یا کپڑوں میں لپٹا ہوا پاتا اور وہ اپنے جسم کی نرمی اور تری اور نزاکت حفاظت کے لئے ایسی حالت میں رہنے پر مجبور ہوتا، اس کے علاوہ بچہ اگر عاقل پیدا ہوتا تو اس کے اندر وہ لذت و لطافت جو اس وقت بچے میں پائی جاتی ہے نہ ہوتی ان تمام اسباب کی وجہ سے بچہ دنیا میں غیر عاقل پیدا ہوتا ہے تاکہ وہ اشیاء کو اپنی ناقص معرفت اور ناقص ذہن کے سہارے پہچانے ، پھر تم دیکھتے ہو کہ آہستہ آہستہ اس کی معرفت پڑھتی ہے یہاں تک کہ تمام چیزوں سے مانوس ہونے لگتا ہے اور تدریجاً تمام اشیاء سے آگاہی پیدا کرتا ہوا حالت حیرانی و پریشانی سے باہر آجاتا ہے، اشیاء کو اپنی عقل کی مدد سے زندگی کے استعمال میں لاتا ہے، اور اس طرح وہ یا شکر گزاروں میں سے ہوجاتا ہے یا غافلوں میں سے اس کے علاوہ عاقل پیدا ہونے کی صورت میں دوسرے نتائج بھی برآمد ہوسکتے تھے، وہ یہ کہ اگر بچہ عاقل پیدا ہوتا تو خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہوتا اور تربیت اولاد کی اُس لذت کو ختم کردیتا کہ جو خداوند عالم نے اس کے اندر رکھی ہے کہ ماں باپ اپنے بچوں کی صحیح تربیت کریں اور انہیں ایک صحیح نتیجے تک پہنچادیں ، یہی وہ چیز ہے جو

فرزند پر واجب کرتی ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ جب وہ اس کی نوازش کہ حتاج ہوں ،نیی کرے، ورنہ کوئی اولاد اپنے والدین سے الفت و حبت نہ رکھتی اور والدین بھی اپنی اولاد کے سلسے میں لاپروائی سے کام لیتے اس لئے کہ اولاد اپنی تربیت میں والدین کی توجہ کی حتاج نہ رہتی اور ولادت کے وقت ہی ان سے جدا ہو جاتی، ایسی صورت میںکوئی شخص اپنے والدین کو نہ پہچانتا ،اور اس صورت میں اپنی ماں بہنوں اور دوسرے حارم سے خواستگاری کرتا، کمترین قباحت عاقل پیدا ہونے کی صورت میں یہ ہوتی یا یوں کہوں کہ بدترین اور اسے شدید رنجیدہ کرنے والی بات یہ ہوتی کہ وہ اپنی ماں کی شرم گاہ کو دیکھ تا کہ جو اس کے لئے حلال نہیں، اور یہ ہرگز صحیح نہیں کہ وہ اسے دیکھے تو کیا تم نہیں دیکھتے کہ خلقت میں کس طرح ہر چیز اپنی مناسب جگہ پر موجود ہے، خلاصہ یہ کہ تمام امور چاہے وہ جزئی ہوں یا کلی خطا و لغزش سے دور ہیں۔

(بچہ کے گریہ کے فوائد)

اے مفضل بچہ کے گریہ کے فوائد کو جان لو ، کہ بچہ کے دماغ میں ایک ایسی رطوبت ہے جو اگر اس کے دماغ میں باقی رہ جائے، تو اس کے لئے بڑے نقصان کا باعث بن کتی ہے جیسے بچہ کا اندھا ہونا اور اس قسم کے دوسرے امراض، اس کا رونا ہی اس رطوبت کو دماغ سے نیچے لانے کا سبب ہے، جس کے نتیجے میں اس کا بدن صحیح و سالم رہتا ہے ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ بچہ اپنے رونے کے فائدے سے ہم کنار ہورہا ہو، اور اس کے والدین اس سے خبر ہوں، اور صد در صد ان کی یہی کوشش ہو کہ بچہ خاموش ہوجائے اس لئے کہ وہ نہیں جانتے کہ بچہ کا رونا ہی اس کے حال و مستقبل کے لئے بہتر ہے ، اسی طرح کی بہت سی چیزیں ہیں کہ جن میں شمار فوائد پوشیدہ ہیں ، یکن لوگ ان سے جاہل اور ملحدین ان سے خبر ہیں، اور اگر جان بھی لیں تو ان کے بارے میں فیصلہ کرتے وقت انصاف سے کام نہیں لیتے اور

کہہ اٹھتے ہیں کہ ان چیزوں میں کوئی فائدہ نہیں، ہاں یہ لوگ جاہل اور ان چیزوں کے اسباب و علل سے بے خبر ہیں ، اس قسم کی بہت سی چیزیں ہیں جنہیں منکرین نہیں جانتے مگر عارفین ان سے واقفیت رکھتے ہیں، اور بعض اوقات میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ جن تک منکرین نہیں پہنچ پاتے ، مگر خداوند عالم کے علم نے ان کا احاطہ کیا ہوا ہے۔

(بچہ کے منہ سے رال ٹپکنے کے فوائد)

اے مفضل وہ رال جو بچے کے منہ سے ٹپکتی ہے اس میں بھی ایک راز ہے وہ یہ کہ رال بچہ کے بدن سے اس رطوبت کو خارج کرتی ہے جس کے باقی رہ جانے سے ایک بڑے ضرر کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جس بچے پر اس رطوبت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو وہ رطوبت اسے دیوانی اور اختلال عقل سے دوچار کردیتی ہے، اور اس کے علاوہ بہت سی بیماریوں جیسے فالج اور لقوہ کا سبب بنتی ہے۔ لہٰذا خداوند عالم نے اس رال کو اس طرح قرار دیا کہ وہ بچہ کے منہ سے بہے تاکہ جوانی میں اس کا بدن صحیح و سالم رہے، خداوند عالم اپنے تمام بندوں پر اپنا فضل و کرم کرتا ہے، چاہے اس کے بندے اس سے بے خبر ہی کیوں نہ ہوں، اگر بندے خداوند عالم کی دی ہوئی نعمتوں کی معرفت حاصل کرلیں ، تو وہ گناہوں سے پرہیز کریں ، پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات جس کی نعمتیں اس کے بندوں پر فراوان ہیں چاہے وہ اس کے مستحق ہوں یا نہ ہوں، خداوند عالم بلند و برتر ہے ، ان تمام افکار سے جو کم ذہنیت کے لوگ اس کے بارے میں رکھتے ہیں۔

(مرد و زن میں آلات جماع)

اے مفضل ، اب ذرا غور کرو کہ کس طرح سے خالق دوجہاں نے مرد و زن کیلئے ان کی مناسبت سے آلات جماع کو بنایا مرد کیلئے ایک ایسا آلہ بنایا کہ جو دراز ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے، تاکہ نطفہ رحم تک پہنچ سکے، اس لئے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو نطفہ کسی دوسری جگہ گر جاتا اور عورت کیلئے آلہ جماع کو ایک عمیق ظرف کی مانند خلق کیا ، کہ جہاں آب مرد و زن ملتے ہیں ، اسی عمیق ظرف میں بچہ رہتا ہے اور نشوونما پاتا ہے، اور یہ ظرف ولادت کے دن تک اس بچہ کی حفاظت کرتا ہے کیا یہ نازک و لطیف کام خداوند حکیم کی حکمت کے تحت نہیں؟

(اعضاء بدن کے کام)

اے مفضل غور کرو بدن کے اعضاء اور ان کے حسن انتخاب پر کہ دو ہاتھ کام کاج کرنے، دو پاؤں راہ چلنے ، آنکھیں راہ کو تشخیص دینے، منہ غذا کو کھانے، معدہ غذا کے ہضم کرنے، جگر خون کا تصفیہ کرنے مختلف سوراخ فضلات کے خارج ہونے، فرج نسل کو باقی رکھنے گویا جسم کو ہر عضو کسی نہ کسی کام کے لئے خلق کیا گیا ہے، اگر تم غور وفکر اور دقت سے کام لو تو تم دیکھو گے کہ ہر چیز صحیح اور حکمت کے تحت بنائی گئی ہے۔

(ئنات کے امُور طبیعت نتیجہ نہیں ہیں)

مفضل کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی مولا بہت سے لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ تمام کام طبیعت انجام دیتی ہے تو آپ نے فرمایا:کہ ان لوگوں سے یہ سوال کیا جائے کہ یہ طبیعت کیا ہے؟ کیا وہ ان کاموں کو بغیر لم و قدرت کے انجام دیتی ہے یا نہیں، پس اگر وہ اس کے لم و قدرت کو ثابت کرتے ہیں تو پھر کیونکر خدا کے اثبات سے انکار کرتے ہیں باوجود اس کے کہ یہ تمام کام خداوند عالم کی تدبیر کے تحت انجام پاتے ہیں اور اگر وہ کہیں کہ طبیعت ان کاموں کو بغیر لم و قدرت کے انجام دیتی ہے، تو یہ کہنا ان کا غلط ہوگا اس لئے کہ تم اس کائنات میں لم و قدرت کے آثار کا مشاہدہ کرتے ہو، اور خدائے بزرگ اپنے تمام امور کو اس طبیعت کے تحت انجام دیتا ہے کہ جس سے کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ طبیعت خود مستقل طور سے ان کاموں کو انجام دیتی ہے، اور اس طرح وہ لوگ خدائے حکیم سے غافل ہوجاتے ہیں لیکن ذرا سے غور فکر کہ بعد پتہ چلتا ہے کہ یہ تمام کام خدا ہی کی طرف سے ہیں۔

(غذا کے جسم میں پہنچنے پر معدہ اور جگر حیرت انگیز عمل)

اے مفضل! غذا کے بدن میں پہنچنے اور اس کی تجویز پر غور کرو، جب غذا معدہ میں داخل ہوتی ہے ، تو معدہ اس غذا کو پکا کر بہت ہی باریک پردہ دار سوراخوں کے ذریعہ صاف غذا کو جگر تک پہنچاتا ہے اس لئے کہ اگر گندھی غذا جگر تک پہنچ جاتی ہے تو انسان مریض ہوجاتا ہے،کیونکہ جگر بہت ہی زیادہ نازک اور لطیف ہے،جو فضولات کو اٹھانے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اب جگر کا کام یہ ہے کہ اس صاف غذا کو قبول کرنے کے بعد اس کو ایک خاص انداز سے خون میں تبدیل کردے جو باریک نالیوں کے ذریعہ جسم کے تمام حصوں میں پھیل جاتاہے، بالکل اسی طرح جس طرح پانی زمین پر پھیل جاتا ہے اور باقی

کثافتیں ایک خاص تھیلی میں جمع ہو جاتی ہیں ، جو جنس صفراء میں سے ہے وہ پتے کی طرف اور جو جنس سودا میں سے ہے وہ تلی کی طرف روانہ ہو جاتی ہے، اور جو رطوبت باقی بچتی ہے ، وہ مثانہ کی طرف حرکت کرتی ہے ، بدن کی تدبیر و حکمت اور اس کے اعضاء کی مناسبت پر غور کرو، جو اس کے عین مطابق ہے، اب ذرا دیکھو ان تھیلیوں کی طرف کہ انہیں کس طرح تیار کیا گیا ہے،جو اس بات کی بالکل اجازت نہیں دیتی ہیں کہ کثافتیں بدن میں منتشر ہو کر بدن کو مریض اور اسے ہلاکت تک پہنچادیں۔کس قدر مبارک ہے وہ ذات کہ جو محکم اور قوی ارادہ رکھتی ہے، تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیںجن کا وہ لائق ہے۔

(حیات انسانی پہلا مرحلہ)

مفضل کہتے ہیں میں نے عرض کی! اے میرے آقا و مولا اب آپ میرے لئے بدن کی نشوونما اور یہ کہ وہ کس طرح حد کمال تک پہنچتا ہے، بیان فرمائیں ،آپ نے فرمایا اے مفضل ، حیات انسانی کا پہلا مرحلہ تصویر جنین ہے جہاں نہ اسے کوئی آنکھ دیکھ پاتی ہے اور نہ ہی کوئی ہاتھ اس تک پہنچ سکتا ہے، ایسی حالت میں اس کی تربیت خالق حکیم کرتا ہے یہاں تک کہ وہ تمام اعضاء جیسے عضلات ، ہڈیاں، گوشت ، چربی، پٹھے ، رگیں اور نرم ہڈیوں سے مرکب و مجہز ہو کر باہر آتا ہے، اور جیسے ہی وہ باہر آتا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ کس طرح اس کے اعضاء اپنی شکل و صورت پر باقی رہ کر بغیر کسی کمی و بیشی کے رشد کرتے ہیں ، اور پھر ایک خاص حد پر پہنچ کر رک جاتے ہیں، اور رشد نہیں کرتے چاہے اس شخص کی زندگی کوتاہ ہو یا طویل کیا یہ سب کام تدبیر و حکمت کے تحت نہیں ہیں؟

(انسان کی ایک خاص فضیلت)

اے مفضل، اس صفت و فضیلت پر غور کرو، جو خداوند عالم نے اپنی تمام ؕوق میں فقط انسان کو عطا کی وہ یہ ہے کہ وہ سیدھا کھڑا ہو سکتا ہے، صحیح طریقے سے بیٹھ سکتا ہے، اور اسے ہاتھوں جیسی نعمت سے نوازا ہے، جن کے ذریعے وہ اپنے امور انجام دیتا ہے، لیکن اگر اس کے ہاتھ بھی چوپاؤں کی طرح ہوتے تو وہ ان کاموں کو انجام نہیں دے سکتا تھا۔

(حواس خمسہ کے صحیح مقامات)

اے مفضل! اب ذرا غور و فکر کرو ان حواس پر جو خداوند عالم نے انسان کو عطا ئے اور اسے اپنی تمام ؕوق میں فضیلت عطا کی، ذرا دیکھو، خداوند عالم نے آنکھوں کو سر پر کس طرح قرار دیا جیسے کوئی چراغ مینارہ پر ہو، تاکہ اشیاء کی اطلاع ممکن ہو سکے، اور انہیں نیچے اعضاء مثلاً ہاتھ پاؤں وغیرہ میں نہ رکھا تاکہ معرض آفات قرار نہ پائیں جب ہاتھ پاؤں کام میں مشغول ہوں تو یہ ہر قسم کی ضرر اور خطرہ سے محفوظ ہوں، اور نہ ہی آنکھوں کو درمیانی اعضاء جیسے شکم یا کمر پر قرار دیا کہ یہاں آنکھ کے لئے گردش کرنا دشوار ہوجاتا اور کیوں کہ اعضاء میں سر سے بہتر کوئی دوسرا عضو نہیں، لہٰذا خداوند عالم نے اسے حواس کا مرکز بنایا ہے، اور وہ ان حواس پر صومعہ [1] کے مانند ہے۔ خدا وند عالم نے انسان کییۓ پانچ مختلف حواس کو بنایا، تاکہ پانچ مختلف چیزوں کا ادراک کرسکے، آنکھیں دیکھنے کییۓ بنائی گئیں ہیں تاکہ رنگوں کو درک کر کیں، اس لئے کہ اگر رنگ ہوتے لیکن انہیں دیکھنے کییۓ آنکھیں نہ ہوتیں تو رنگوں کا ہونا فائدہ ہوتا، کان آواز سننے کییۓ بنائے گئے ہیں، اگر آواز ہوتی مگر انہیں سننے کییۓ کان نہ ہوتے تو

----

(1)۔ خانقاہ، یا پہاڑ کی چوٹی پر راہب کی عبادت گاہ۔

آواز کا ہونا جا ہوتا، اور اسی طرح تمام حواس اور اس کے برکس اگر دیکھنے کے لئے آنکھیں تو ہوتیں، یکن رنگ نہ ہوتے تو ایسی صورت میں آنکھوں کا ہونا کوئی اہمیت نہ رکھتا، اسی طرح اگر کان ہوتے یکن آواز نہ ہوتی تو کانوں کا ہونا حل ہوتا ، ذرا دیکھو تو کس طرح سے بعض چیزیں بعض دوسری چیزوں کو درک کرتی ہیں، اور ر قوت حس کے لئے ایک حسوس ختص ہے، کہ وہ فقط اسے درک کرے، اور ان حسوسات کیئے دو چیزیں اور ہیں ہیں جو قوت حس اور حسوس کے درمیان رابطہ ہیں، کہ اگر یہ دو چیزیں نہ ہوں تو قوت حس رگز حسوس کو درک نہیں کر کتی، اور وہ دو چیزیں ، روشنی اور ہواہے۔ اس لئے کہ اگر روشنی رنگ کو آشکار نہ کرے تو آنکھ انہیں رگز درک نہیں کر کتی، اسی طرح ہوا اگر آواز کو کان تک نہ پہنچاتی تو کان ی ی آواز کو نہیں سن کتے تھے کیا اب ی صاحبان نکر کے لیے قوتِ حس ، حسوس اور ان کے روابط کے بارے میں کوئی بات پوشیدہ رہ جاتی ہے، کہ جن کے بنیر ادراک ممکن نہیں ہوتا اور یہ کہ وہ کس طرح بعض بعض کو درک کرتے ہیں ، یہ وہ تمام چیزیں ہیں کہ جو خداوند لطیف و خبیر کے قصد و ارادہ اور اس کی اندازہ گیری کے بنیر ممکن نہیں ہیں۔

(عقل ، آنکھ اور ن کی عدم موجودگی اختلال سے)

اے مفضل غور و نکر کرو، اس شخص کے بارے میں کہ جو اپنی آنکھ سے حتاج ہے، کہ اس کے کاموں میں کسی قدر خلل ایجاد ہوتا ہے، کہ اپنے پاؤں کی جگہ اور اپنے آگے کی اشیاء کو نہیں دیکھ پاتا نہ وہ رنگوں کے درمیان فرق کر کتا ہے اور نہ اچھے برے کی پہچان کر کتا ہے اور نہ ہی وہ اس گڑھے کو دیکھ کتا ہے کہ جس میں غفلت سے گرجاتا ہے ، اور نہ اس دشمن کو دیکھ کتا ہے کہ جو اس پر تلوار کھینچے ہوئے ہے، اور وہ خط و کتابت لکڑی کا کام، سونے وغیرہ کا کام اور اس قسم کے دوسرے کام سے ی حتاج ہے، ایسا شخص اگر چست نہ ہو تو اپنی جگہ پر پڑے ہوئے پتھر کی مانند ہے۔ اور اسی طرح وہ شخص جو بہرا ہو تو اس کے

کاموں میں بڑی بہت زیادہ خلل ایجاد ہوتا ہے، ایسا شخص گفتگو کی لذت سے محروم رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ مختلف مجالس میں جانے سے اجتناب کرتا ہے ، اس لئے کہ ان میں شرکت اس کے لئے رنج کاباعث ہوتی ہے ، کیونکہ وہ کسی بڑی بات کو نہیں سن پاتا، اس طرح کہ جیسے وہ موجود ہی نہیں، جبکہ باوجود اس کے کہ وہ موجود ہے ، یاپھر ایسے کہ جیسے وہ مردہ ہے جب کہ وہ زندہ ہے اور اگر کوئی اپنی عقل کھو بیٹھے تو وہ چوپاؤں کی مثل ہے یا ان سے بڑی بدتر، اس لے کہ چوپائے اشیاء کی تشخیص کرتے ہیں جبکہ وہ بالکل نہیں کرپاتا ، اے مفضل کیا تم نہیں دیکھتے جو اعضاء و جوارح انسان کیئے بنائے گئے ہیں ان میں اس کے لیے کس طرح بھلائی ہے کہ اگر ان سے میں ایک بڑی نہ ہوتا تو انسان کیئے کتنی زیادہ پریشانی ہوتی ، لہٰذا اسے کامل پیدا کیا گیا اور اس کی پیدائش میں کسی بڑی قسم کی کمی و زیادتی نہیں ہے، ایسا ہونا اس بات پر دلیل ہے کہ ان کی خلقت میں علم وحکمت اور قدرت سے کام یا گیا ہے، مفضل کہتے ہیں میں نے عرض کی اے میرے مولا ، پھر کیوں بہت سے لوگ بعض اعضاء و جوارح سے محتاج ہیں، اور انہیں مختلف قسم کی تکالیف اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، آپ نے فرمایا: اے مفضل ، جو شخص اس قسم کی حالت سے دوچار ہے ، یہ حالت خود اس کے لئے اور اس کے علاوہ دوسروں کے لئے اسی طرح نصیحت ہے جس طرح کوئی بادشاہ کسی کو اس کے غیر مودّب ہونے پر سزا دے تاکہ وہ سزا خود اس کے اور دوسروں کیئے عبرت ہو ، ایسی صورت میں کوئی بادشاہ کو برا نہیں کہتا بلکہ اسے اس کام کے لیے میں داد و تحسین سے نوازتے ہیں ، اور اس کے اس کام کو صحیح قرار دیتے ہیں، خداوند عالم اس گروہ کو جو ان مصیبتوں میں گرفتار ہو اور ان مصیبتوں پر صبر کرے اور خدا کی اطاعت کرتا رہے تو اس قدر ثواب عطا کرے گا جس کی نتیجے میں وہ گروہ دنیا کی تمام مصیبتوں اور آفتوں کو حقیر سمجھے گا، کہ اگر اسے اس بات کا اختیار دے دیا جائے ، کہ اسے دوبارہ دنیا میں واپس پلٹایا جائے کہ یہ صحیح و سالم حالت کو قبول کرے یا اپنی سابقہ حالت کو ، تو وہ یقینا اپنی سابقہ حالت قبول کرے گا، تاکہ اس کے اجرو ثواب میں مزید اضافہ ہو۔

(طاق اور جفت اعضاء)

اے مفضل، طاق اور جفت اعضاء کی بناوٹ پر غور و فکر کرو۔

سر : ان اعضاء میں سے ہے کہ جنہیں طاق پیدا کیا گیا ہے ، کہ اگر ایک سے زیادہ پیدا کیا جاتا تو اس میں انسان کیلئے کسی بھی صورت بھلائی نہ تھی، اس لئے کہ اگر انسان کے لئے ایک اور سر کا اضافہ کردیا جائے، تو اس کے لئے یہ سنگینی فائدہ ہوں، کیونکہ حواس کو جمع ہونے کے لئے جس مکان کی ضرورت تھی وہ ایک سر میں موجود ہے اس کے علاوہ اگر انسان دو سر رکھتا تو وہ دو حصوں میں تقسیم ہو کر رہ جاتا کہ اگر ایک سے کلام کرتا تو دوسرا یقیناخاموش رہتا ، اور اگر دونوں سے ایک ہی کلام کرتا تو دوسرا زائد اور فائدہ ہوتا، اور اگر ہر ایک سے جدا جدا کلام کرتا توایسی صورت میں سننے والے کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے کہ وہ کس کے کلام کی طرف توجہ دے، خلاصہ یہ کہ دو سر ہونے کی صورت میں انسان کے لئے مختلف قسم کے شبہات پیش آتے۔

ہاتھ: ان اعضاء میں سے ہے کہ جنہیںجفت پیدا کیا گیا، اگر ایک ہاتھ ہوتا تو یہ انسان کیلئے کسی بھی صورت میں بہتر نہ ہوتا جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ انسان کے لئے فقط ایک ہاتھ کا ہونا اس کے کاموں میں کس طرح خلل کا باعث بنتا ہے، مگر کیا تم نے نہیں دیکھا کہ، اگر بڑھئی ، مستری یا مزدور کا ایک ہاتھ شل ہوجائے تو وہ اپنے کام کو جاری نہیں رکھ سکتے ، اور اگر وہ اپنے آپ کو زحمت و مشقت میں ڈال کر اپنے کام کو جاری رکھیں تو پھر بھی وہ اپنے کام میں اس حد تک استحکام پیدا نہیں کر پاتے جیسا کہ دونوں ہاتھوں کی موجودی میں تھا۔

(کلام کس طرح وجود میں آتا ہے)

اے مفضل، آواز، کلام اور اس کی بناوٹ پر غور کرو، یہ حنجرہ جو نلی کے مانند ہے اس کے وسیلہ سے آواز منہ سے باہر آتی ہے اور زبان، ہونٹوں اور دانتوں کی مدد سے حروف و کلام کی صورت اختیار کرتی ہے ، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جس شخص کے دانت نہ ہوں وہ سین کو ادا نہیں کر سکتا اور اگر کسی کے ہونٹ کٹ جائیں تو وہ فاء کا تلفظ نہیں کر پاتا، اور اگر کسی کی زبان میں سنگینی ہوتو وہ راء کو خوب ادا نہیں کر سکتا، اے مفضل، یہ پورا نظام بانسری سے شباہت رکھتا ہے، کہ حنجرہ بانسری کی نلکی، پھیپھڑے مثل زق[1] کے ہیں جو ہوا کو حنجرہ تک پہنچانے کا عمل انجام دیتے ہیں، اور وہ عضلات جو پھیپھڑوں کو ہوا پیدا کرنے پر مجبور کرتے ہیں وہ ان انگلیوں کے مانند ہیں کہ جو بانسری کے سوراخوں پر رکھی ہوئی ہیں، تاکہ ہوا بانسری میں جاری رہے، اور ہونٹ اور دانت اسی طرح حروف بنانے کے عمل کو انجام دیتے ہیں جس طرح سے بانسری کے اوپر رکھی ہوئی انگلیوں کو حرکت دینے سے قصد و ارادہ کے مطابق آواز کلام میں تبدیل ہوجاتی ہے ، یہ جو میں نے صداء حزج کو بانسری سے شباہت دی یہ محض اس کی تعریف بیان کرنے کے لئے ورنہ یہ بانسری ہے کہ جو صداء حزج سے شباہت رکھتی ہے یہ اعضاء کہ جن کا ذکر کیا گیا کلام کی تخلیق کے علاوہ دوسرے کام بھی انجام دیتے ہیں ، جیسے حنجرہ اس کے وسیلہ سے صاف ہوا پھیپھڑوں تک پہنچتی ہے، اور عمل تنفس کے ذریعہ جگر کو مسلسل راحت و نشاط حاصل ہوتا ہے، کہ اگر ذرا سی بھی سانس گھٹ جائے تو انسان کی ہلاکت یقینی ہے۔

زبان: جس کے ذریعے مختلف ذائقوں کو چکھا جاتا ہے ، اور ان میں سے ہر ایک کو تلخ و شیریں، کڑوے اور پھیکے ہونے کے لحاظ سے پہچانا جاتا ہے اس کے علاوہ زبان لقمہ اور پانی کے نگلنے میں مدد دیتی ہے۔

---

(1)۔ چمڑے کا تھیلا۔ مشک وغیرہ

دانت : یہ غذا کو چباتے ہیں ، تاکہ وہ نرم ہوجائے اور اس کا نگلنا آسان ہو، اس کے علاوہ دانت ہونٹوں کے لئے تکیہ گاہ ہیں،جو ہونٹوں کو لٹکنے اور حالت اضطراب سے محفوظ رکھتے ہیں ان لوگوں سے عبرت حاصل کرو جن کے دانت گر جاتے ہیں اورہونٹ لٹک جاتے ہیں۔

ہونٹ : جن کی مدد سے پانی کو منھ میں چوسا جاتا ہے تاکہ اندازہ کے مطابق پانی گلے تک پہنچے اور گلی کی صورت میں نیچے اترنے کی وجہ سے انسان کیلئے درد کا باعث نہ بنے، اس کے علاوہ منھ پر دو ہونٹ مثل بند دروازے کے ہیں کہ انسان جب چاہتا ہے کھول لیتا ہے ، اور جب چاہتا ہے انہیں بند کرلیتا ہے ، ان تمام باتوں سے یہ چیز روشن ہوجاتی ہے کہ ہر عضو چند کاموں کے لئے استعمال ہوتا ہے، جس طرح سے کلہاڑی ان آلات میں سے ہے کہ جو بڑھئی کے بھی کام آتا ہے اور کھدائی کرنے والے کے بھی اور اس کے علاوہ بھی بہت سے کاموں میں استعمال ہوتا ہے۔

(دماغ تہ بہ تہ محکم حصار میں)

اے مفضل، اگر دماغ کو تمہارے سامنے کھولا جائے تو تم مشاہدہ کرو گے کہ وہ کئی تہہ بہ تہہ پردوں میں لپٹا ہوا ہے، تاکہ یہ پردے دماغ کو ان آفات اور صدمات سے محفوظ رکھیںکہ جو اس میں خلل کا باعث بنتے ہیں اور کھوپڑی دماغ پر خول کی مانند ہے ، تاکہ اگر سر پر کوئی ضرب یا تکلیف پہنچے تو وہ دماغ تک رسائی نہ کرسکے اور پھر خدا نے کھوپڑی کو بالوں کے لباس سے آراستہ کیا، تاکہ وہ اسے سردی اور گرمی کے اثرات سے محفوظ رکھیں، آیا وہ کون ہے کہ جس نے دماغ کو اس قسم کے حصار میں رکھا ؟ سوائے اس کے اور کوئی نہیں جس نے اس کو پیدا کیا اور اسے منبع احساسات اور لائق حفاظت قرار دیا اس لئے کہ اس کا مرتبہ دوسرے اعضاء کی نسبت بلند ہے۔

(آنکھوں پر غلاف چشم خوبصورت پردہ)

اے مفضل ، غورو نکر کرو، کہ کس طرح سے پپوٹوں کو آنکھوں پر پردہ کے مانند قرار دیا، اور یہ کہ کس طرح سے آنکھوں کو گہرائی میں رکھا، اور خوبصورت پلکوں کا اس پر سایہ کیا۔

(وہ کون ہے؟)

اے مفضل وہ کون ہے؟ جس نے دل کو قفسہ سینہ میں محفوظ کیا ، اور پھراسے باس کم یعنی پردہ دل سے آراستہ کیا، اور مضبوط ،ہڈیوں ، گوشت اور اعصاب کے ذریعے سے اس کی حفاظت کی، تاکہ کوئی ضرر اس تک نہ پہنچ پائے، وہ کون ہے جس نے گلوئے انسان میں دو راستے بنائے، ایک راستہ وہ جس سے آواز باہر آتی ہے کہ جسے حلقوم کہتے ہیں جو پھیپھڑوں سے ملا ہوا ہے، اور دوسرا راستہ غزا کے جاری ہونے کیلئے ہے ، یہ ایک گول نلی ہے جو معدہ سے ملی ہوئی ہے، یہی نلی غزا کو معدہ تک پہنچاتی ہے پھر اُس نے حلقوم کو طبقوں کی صورت میں ترتیب دیا تاکہ غزا پھیپھڑوں تک نہ پہنچے کہ اگر غزا انسان کے پھیپھڑوں تک پہنچ جائے تو انسان ہلاک ہوجائے، وہ کون ہے؟ جس نے پھیپھڑوں کو دل کے لئے نشاط و راحت کا سبب قرار دیا جو ہمیشہ حرکت میں ہیں اور اس بات کی بالکل اجازت نہیں دیتے کہ حرارت دل میں جمع ہوکر انسان کو ہلاک کردے، وہ کون ہے؟ جس نے مجری غائط و بول میں بند قرار دیئے تاکہ یہ بند انہیں ہر وقت کے جاری ہونے سے محفوظ رکھیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو انسان کی زندگی آلودہ ہو کررہ جاتی، اور اس قسم کے دوسرے اس قدر فائدہ ہیں کہ جنہیں اگر کوئی شمار کرنے والا شمار کرنا چاہیے تو وہ انہیں ہرگز شمار نہیں کر سکتا، اور اے مفضل ، ان فائدوں میں سے بہت سے فائدے تو ایسے ہیں کہ

جن کے بارے میں لوگ اطلاع نہیں رکھتے، وہ کون ہے؟ جس نے معدہ کو محکم اعصاب سے مجہز کیا، اور اسے سخت غذا کے ہضم کرنے کے قابل بنایا ، وہ کون ہے؟ جس نے جگر کی بناوٹ ، نازک اور باریک نالیوں سے انجام دی تاکہ صاف اور لطیف غذا کو ایک خاص انداز سے خون میں تبدیل کرے، اور معدہ سے زیادہ نازک و لطیف کام انجام دے ، سوائے اُس خداوند متعال کے اور کوئی نہیں کہ جو قادر اور قوی ہے، کیا تم اس بات کو کہہ سکتے ہو کہ محض اتفاقات نے ان میں سے کسی ایک کام کو بھی انجام دیا ہے ؟ ہرگز نہیں، بلکہ یہ تمام کام اُس مدبر کی حکمت و تدبیر کے تحت ہیں، جس نے اپنی تدبیر سے انہیں پیدا کیا ،اور کوئی بھی چیز اُ سے عاجز نہیں کرتی ، وہ لطیف و آگاہ ہے۔

(اعضاء بدن بغیر علت کے نہیں ہیں)

اے مفضل ذرا غور کرو، آخر کیوں خداوند عالم نے نازک مغز کو محکم و مضبوط ہڈیوں کے درمیان رکھا؟ سوائے اس کے کہ وہ محکم ہڈیاں اُسے محفوظ رکھیں، آخر کیوں خون کو رگوں کے حصار میں قرار دیا، جیسے کہ پانی برتن میں ہو، کیا رگوں کے علاوہ کوئی اور چیز ہے کہ جواُسے جسم میں منتشر ہونے سے بچائے، آخر کیوں؟ ناخنوں کو سر انگشت پر جگہ عطا کی؟ سوائے اس کے کہ وہ انگلیوں کو محفوظ رکھیں اور انگلیوں کے کام کرنے میں ان کی مدد کریں ، آخر کیوں؟ کان کا اندرونی حصہ پیچیدہ صورت اختیار کئے ہوئے ہے؟ سوائے اس کے کہ آواز اس کے ذریعہ وارد ہوکر کان کے اندر ختم ہوجائے (اور کان کے پردے کو کسی بھی قسم کے ضرر کا سامنا کرنا نہ پڑے) کیونکہ اس پیچیدہ ہی کہ وجہ سے ہوا کا زور ٹوٹ جاتا ہے ، اور کان کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا، آخر کس مقصد کے تحت ران اور کولھوں کو گوشت کا لباس پہنایا؟ سوائے اس کے کہ زمین پر بیٹھتے وقت انہیں تکلیف کا سامنا کرنا نہ پڑے،اور زمین کی سختی ان پر اثر انداز نہ ہو، جیسا کہ اگر کوئی لاغر و کمزور آدمی زمین پر بیٹھتے وقت اپنے نیچے کوئی چیز نہ رکھے، تو اُسے درد محسوس ہوتا

ہے، وہ کون ہے؟ جس نے انسان کو نر و مادہ کی صورت میں پیدا کیا؟ کیا اس کے علاوہ کوئی اور ہے ، جو یہ چاہتا ہے کہ نسل انسانی باقی رہے، کون ہے جس نے انسان کو صاحب نسل قرار دیا ہے، سوائے اس کے کہ جس نے اسے صاحب آرزو خلق کیا، کون ہے جس نے اسے اپنی حاجت کو پورا کرنے والا بنایا، کون ہے جس نے اُسے حاجت بنایا؟ سوائے اس کے کہ جس نے اس بات کہ ذمہ داری اپنے سر لی، کہ اِسے پورا کریگا، کون ہے، جس نے اُسے کام کاج کے لئے اعضاء و جوارح عطا ئے، کون ہے، جس نے اسے کام کے لئے قدرت و طاقت عطا کی، کون ہے ، جس نے درک و فہم کو فقط اس کے ساتھ خصوص کیا، کون ہے، جس نے انسان پر شکر کو واجب قرار دیا، کون ہے جس نے اُسے ِفکر و اندیشہ گری سیکھائی؟ سوائے اس کے کہ جس نے اُسے اُس کی قوت عطا کی، کون ہے جس نے انسان کو قدرت ، طاقت وتوانائی جیسی نعمت سے نوازا؟ کون ہے جس نے انسانوں پر اپنی حجت تمام کی، کہ جو ناچار و کسی کے عالم میں کفایت اُمر کرتاہے، کون ہے، کہ جس کا جتنا شکر ادا کیا جائے ، ادا نہیں ہوتا،اے مفضل ذارا غور کرو، کہ کیا تم اس بیان شدہ نظام میں اتفاقات کا مشاہدہ کرتے ہو؟ خداوند متعال بلند و برتر ہے، ان تمام افکار سے جو کم ذہنیت کے لوگ اس کے بارے میں رکھتے ہیں۔

(دل نظام)

اے مفضل ، اب میں تمہارے لئے دل کی تعریف بیان کرتا ہوں ، جان لو کہ دل میں ایک سوراخ ہے جو اُس سوراخ کے سامنے ہے جو پھیپھڑوں میں مشاہدہ کیا جاتا ے، جس کے وسیلہ سے دل کو ہوا اور سکون ملتا ہے، اگر یہ سوراخ ایک دوسرے سے دو ر یا جابجا ہوجائیں اور دل تک ہوا نے پہنچے تو انسان ہلاک ہوجائے، کیا کسی صاحب عقل کے لئے یہ کہنا زیب دیتا ہے کہ یہ عمل محض اتفاق کا نتیجہ ہے ، اس کے باوجود کہ وہ ایسے شواہد کا مشاہدہ کرتا ہے ، کہ جو اسے اس گفتار سے روتے ہیں، اگر تم دو

دروازوں میں سے ایک کو دیکھو کہ اُس میں کنڈی سی ہوئی ہے ، تو کیا تم یہ کہو گے کہ اس کے بنانے والے نے اسے فائدہ اور مقصد بنایا ہے، ہرگز نہیں ، بلکہ تم سوچوگے کہ یہ دروازے آپس میں ملنے کے لئے ہیں ، اور یہ کنڈی ہے کہ جو انہیں ملانے کا کام انجام دیتی ہے ، اور ان کے ملنے ہی میں مصلحت ہے، تو بس تم حیوانات میں نر کو بھی اسی طرح پاؤگے کہ اسے ایک ایسا ہی آلہ عطا کیا گیا ہے ، تاکہ وہ اپنی مادہ کے ساتھ نزدیکی کرے کہ جس میں اس کی نسل کی بقاء ہے، اب ان فلسفیوں پر نفرین کی جائے کہ جن کے دل سیاہ ہوچکے ہیں ، کہ وہ اس عجیب و غریب خلقت میں تدبیر و ارادہ کا انکار کرتے ہیں، اگر مرد کا آلہ تناسل ہمیشہ آویزاں ہوتا، تو کس طرح نطفہ رحم تک پہنچتا، اور اگر ہر وقت کھڑا ہوتا ، تو کس طرح سے بستر پر کروٹ لے سکتا تھا، اور اس حالت میں وہ کس طرح سے لوگوں کے درمیان راہ چلتا، اس کے علاوہ اگر ایسا ہوتا تو یہ منظر قباحت پر مشتمل ہوتا، اور مرد وزن کی شہوت کو ہر وقت متحرک کرتا، لہٰذا خداوند متعال نے اسے اس طرح قرار دیا کہ وہ اکثر اوقات مردوں کی نگاہ سے پوشیدہ رہے، اور ان کے لئے زحمت ومشقت کا باعث نہ ہو، لیکن اس میں ایک ایسی قوت عطا کی کہ ضرورت کے وقت کھڑا ہوجائے، اس لئے کہ اس میں بقاء نسل پوشیدہ ہے۔

(مقام مخرج)

اے مفضل، اب ذرا غور کرو،بڑی نعمتوں میں سے کھانے، پینے اور فضلات کے بدن سے بآسانی خارج ہونے پر، مگر کیا مقام مخرج کی بناوٹ وساخت کے لئے اس سے بہتر کوئی طریقہ تھا کہ اُسے پوشیدہ ترین اور خفی جگہ پر قرار دیا جائے، کہ جو نہ انسان کی پشت پر ہو اور نہ آگے نکلی ہوئی، بلکہ اُسے ایسی پوشیدہ اور مناسب جگہ قرار دیا ، جسے رانوں اور کولھوں کاگوشت چھپائے ہوئے ہے، اور جب انسان خلاء کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور ایک خاص انداز میں بیٹھتا ہے تو اس کی جائے مخرج مہیا ہے ، اور ہمیشہ فضلات کا رخ نیچے کی طرف ہے، کس قدر مبارک ہے وہ ذات جس کی نعمتیں مسلسل اور بے شمار ہیں۔

(دندان کی وضعیت)

اے مفضل، ذکر کرو، ان دانتوں پر جو غذا کو پیستے اور ٹکڑے ٹکڑے کردیتے ہیں، کہ جنہیں خدا وند متعال نے انسانوں کی سہولت کے لئے پیدا کیاہے، ان میں سے بعض تیز اور نوکیلے ہیں، جو غذا کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لیئے استعمال ہوتے ہیں۔ اور بعض چپٹے ہوئے ہیں کہ جو غذا کو چبانے اور نرم بنانے کا کام انجام دیتے ہیں، یہ صفت ان میں تاحد ضرورت موجود ہے۔

(بالوں اور ناخنوں میں حسن تدبیر)

اے مفضل ، بالوں اور ناخنوں کے حسن صناعت پر غور کرو، یہ مسلسل بڑھتے ہیں، اور انسان انہیں تراشنے پر مجبور ہوتا ہے، لہذا انہیں بے حس قرار دیا گیا ہے ، تاکہ ان کے تراشنے سے انسان کو درد کا سامنا کرنا نہ پڑے، اگر ان کے تراشنے سے انسان درد کا احساس کرتا تو اس کی زندگی مشکلات سے دوچار ہوجاتی اور اگر درد کی وجہ سے انہیں نہ تراشتا اور بڑھتا ہوا چھوڑ دیتا تو ایسی صورت میں یہ اس کے لئے باعث زحمت و مشقت بنتے، یا پھر یہ کہ انسان درد کو برداشت کرے۔

مفضل کا بیان ہے میں نے عرض کی اے میرے آقا و مولا، ان کی خلقت اس طرح کیوں نہیں ہوئی کہ یہ بڑے ہی نہ ہوں، اور انسان ان کے تراشنے پر مجبور نہ ہو؟ امام نے ارشاد فرمایا: اے مفضل ، خداوند عالم کی اس عظیم نعمت پر شکر کرو کہ جس کی حکمت اس کے بندے نہیں جانتے ، جان لو کہ بدن کے جراثیم و فضلات انہی کے ذریعے جسم سے خارج ہوتے ہیں، لہذا انسان کو ہر ہفتے نورہ لگانے، بال کٹوانے، اور ناخن تراشنے کا حکم دیا گیا ہے، تاکہ بال اور ناخن تیزی سے بڑھیں اور ان کے ذریعے

انسان کے بدن سے جراثیم اور مختلف فضلات دور ہوں، اگر انہیں تراشا نہ جائے تو ان کے بڑھنے کی رفتار بھی سست پڑ جاتی ہے، جس سے بدن میں جراثیم اور فضلات باقی رہ جاتے ہیں اور انسان مریض ہوجاتا ہے اور اس کے علاوہ دوسرے بھی فائدے ہیں اور بعض ان مقامات پر کہ جہاں بالوں کا اُگنا خلل اور نقصان کا باعث بنتا، وہاں انہیں اُگنے سے روکا گیا ہے (اب ذرا دیکھو کہ) اگر بال آنکھوں کے اندر اُگتے تو کیا آنکھوں کو اندھا نہیں کردیتے؟ اور اگر منھ میں اُگتے تو کیا کھانے ،پینے وغیرہ کے لئے ناگوار معلوم نہ ہوتے اور اگر ہتھیلی پر اُگتے تو کیا لمس کے لئے مانع نہ ہوتے؟ اور اسی طرح اگر عورت کی شرمگاہ یا مرد کے آلہ تناسل پر بال اگتے تو کیا لذت جماع کو ختم نہ کردیتے، غور کرو کہ کس طرح بال بعض مقامات پر نہیں اُگتے اس لئے کہ اسی میں انسان کی بھلائی ہے، اور یہ امر فقط انسانوں کے اندر ہی نہیں، بلکہ چوپاؤں اور درندوں میں بھی پایا جاتا ہے جیسا کہ تم اس بات کا مشاہدہ کرتے ہو کہ ان کی تمام جلد تو بالوں سے ڈھکی ہوتی ہے، مگر وہ مقامات کہ جن کا ذکر پہلے بیان کیا جا چکا ہے بالوں سے خالی ہوتے ہیں ، حاصل مطلب یہ کہ ذرا غور کرو کس طرح سے فائدہ اور نقصان کو مدنظر رکھا گیا ہے اور جن چیزوں میں انسان کے لئے فائدہ اور اس کی بھلائی ہے، انہیں فراہم کیا گیا ہے۔

(فرقہ مانویہ کے اعتراضات)

اے مفضل ، وہ تمام کلمات و شبہات جو فرقہ مانویہ خلقت کے بارے میں رکھتا ہے، کہ اس کائنات کے اندر قصد و ارادہ نام کی کوئی چیز نہیں ، مثلاً وہ بغل اور زیرناف بال اُگنے کو بیہودہ اور عبث تصور کرتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نہیں جانتا کہ وہ مقامات رطوبت کے جاری ہونے کے لئے ہیں ، لہذا ان مقامات پر بالوں کا اُگنا بالکل اسی طرح ہے جس طرح نہر اور ندی وغیرہ کے کنارے گھاس وغیرہ اُگتی ہے ، کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ مقامات رطوبت کے جاری اور بہنے کے لئے دوسرے تمام مقامات

سے زیادہ پوشیدہ اور پنہاں ہیں اور پھر یہ کہ ان کے اُگنے اور کٹوانے کے بعد انسان مرض وغیرہ کی تکالیف میں مبتلا ہونے سے بچ جاتا ہے اور ان ہی کے بدن سے صاف ہونے کہ وجہ سے حرص و کثافت طبیعی طور پر انسان سے دور ہوجاتی ہے اور ان سب کا دور ہونا انسان کو سرکشی ، تجاوز اور فراغت سے بچاتا ہے اور انسان خوش و خرم رہتا ہے۔

(آب دہن خشک ہونے انسان کی ہلاکت)

اے مفضل ، آب دہن اور اس کے فوائد پر غور کرو، یہ ہمیشہ منہ میں جاری ہے تاکہ گلے اور حنجرہ کو تر رکھے ، کہ اگر یہ خشک ہوجائے تو انسان کی ہلاک ہوجائے ، اس کے علاوہ کھانا بھی بہ آسانی نہیں کھا سکتا کیونکہ یہی رطوبت لقمہ کو حرکت دیتی ہے لہٰذا تم مشاہدہ کروگے کہ یہ رطوبت مرطوب غذا ہے اور یہی رطوبت ہے جو تلی کی طرف جاری رہتی ہے ، جس میں انسان کی بھلائی ہے کہ اگر یہ رطوبت خشک ہوجائے تو انسان کی ہلاکت یقینی ہے۔

(انسان شکم لباس کے مانند کیوں نہ ہوا؟)

(اے مفضل) بعض جاہل افراد جو اپنے آپ کو اہل کلام کہلواتے ہیں اور کچھ ضعیف فلسفی جو اپنی کم علمی اور اپنی کم دسترسی کی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ شکم انسان، لباس کی مانند ہونا چاہیے تھا کہ جیسے جب بھی طبیب چاہتا کھول کر معائنہ کرتا، اور اپنے ہاتھ کو اندر ڈال کر جس طرح کا معالجہ ممکن ہوتا، انجام دیتا۔ تو کیا یہ اس سے اچھا نہ ہوتا کہ اُسے ایک مستحکم بند کے ذریعہ بند کیا ہوا ہے ؟ کہ وہ ہاتھ و آنکھ کی دسترسی سے بھی دور ہے کہ یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ اس کے اندر کیا ہے، مگر یہ کہ مختلف راہوں ، طریقوں اور

تجربوں سے اس کا معائنہ کیا جائے کہ اس کے اندر پیشاب اور اس قسم کی دوسری بیہودہ ، فا تو چیزیں ہیں کہ جو انسان کی ہلاکت کا باعث ہیں؟ اگر یہ جاہل افراد جان لیں کہ وہی ہوتا جو یہ کہتے ہیں ، تو اس کا پہلا نقصان یہ ہوتا کہ انسان سے موت و مرض کا ڈر ساقط و ختم ہوجاتا، اس لئے کہ جب وہ اپنے آپ کو صحیح وسالم دیکھتا ، تو اس عالم میں مغرور ہوجاتا،اور یہ چیز اس کے طغیان اور تجاوز کا سبب بن جاتی، اس کے علاوہ وہ رطوبت جو اس کے شکم میں ہے ، اس کے شکم سے چھلکتی اور یہ مسلسل اُسے پریشان ، اور اس کا باس اور آلات زینت خراب ہوجاتے، بلکہ یوں کہوں کی کلی طور پر اس کی زندی آلودہ ہوکر رہ جاتی ، اس کے علاوہ معدہ، جگر ، اور دل اپنے عمل کو اس حرارت کی موجودی میں انجام دیتے ہیں جو خداوند متعال نے شکم میں رکھی ہے ، اگر شکم انسان میں سوراخ ہوتا کہ آنکھ، اور ہاتھ کے وسیلہ سے اس کا معالجہ کیا جا سکتا، تو ایسی صورت میں سرد ہوا اس کے جسم میں داخل ہوکر حرارت کو ختم کردیتی اور یہ تمام اعضاء دل ، معدہ ، جگر اپنا عمل کرنا چھوڑدیتے اور اس صورت میں انسان کی ہلاکت یقینی ہوجاتی ، کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو چیزیں اوہام سے وجود میں آتی ہیں وہ سب ان کے علاوہ ہیں جو خداوندعالم نے پیدا کی ہیں، اور اوہام سے وجود میں آنے والی چیزیں باطل و خطاہیں۔

اے مفضل، انسانوں کے وجود میں قرار دیئے گئے کاموں کی تدبیر پر غوروفکر کرو ، جیسے کھانا، پینااور جماع کہ یہ تمام انسان کے اندر تحرک پیدا کرتے ہیں جب انسان انہیں انجام دینا چاہتا ہے تو ان کی طرف کھینچا چلا جاتا ہے، جیسے انسان کا بھوکا ہونا اسے غذا کے طلب کرنے پر جبور کرتا ہے، جس کے حاصل ہونے سے انسان کے بدن کی نشوونما ہوتی ہے سستی اور اونگھنا علامت ہے کہ اُسے سونے کی ضرورت ہے۔ جس میں اس کیئے راحت و آرام پوشیدہ ہے شہوت کا اُبھرنا اُسے جماع کی طرف مائل کرتا ہے ،جو انسان کی بقاء اور دوام نسل کا واضح ثبوت ہے۔اگر انسان فقط ضرورت بدن کے لئے غذا کھاتا، اور کوئی چیز اس کے وجود میں ایسی نہ ہوتی کہ جو اسے غذا کے کھانے پر جبور کرتی ، تو مسلم طور پر

انسان بھی اپنی سستی و کاہلی کی وجہ سے اس پر توجہ نہ دیتا ، ایسا ہونے سے اس کا بدن تحلیل ہونے لگتا اور آہستہ آہستہ وہ ہلاک ہوجاتا۔ جس طرح سے بھی دوا کا محتاج ہوتا ہے جسے کھا کر وہ اپنے بدن کی اصلاح کرے، مگر وہ سستی و کاہلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سے لاپروائی کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کا بدن فاسد وضعیف و لاغر ہوجاتا اور یہ بات اس کی ہلاکت کا باعث بنتی ہے ، اسی طرح اگر سونا فقط اس لئے ہوتا کہ اس کے بدن کو راحت و آرام ملے اور اس کی قوت باقی رہے تو وہ اس میں بھی سستی سے کام لیتا، اور سونے سے پرہیز کرتا اور ہلاک ہوجاتا، اسی طرح اگر طلب اولاد کے لئے جماع کرتا ، تو یہ بعید نہ تھا کہ وہ اس میں بھی سستی کرتا، یہاں تک کہ نسل انسان کم ہوجاتی یا یہ کہ بالکل ہی منقطع ہوکر رہ جاتی، اس لئے کہ بعض افراد اولاد کی طرف رغبت نہیں رکھتے اور اولاد کو اہمیت نہیں دیتے ، اب ذرا غور کرو ، ان کاموں پر کہ جن میں انسان کی بھلائی ہے کس طرح ان کے وجود میں تحرک رکھا گیا ہے کہ وہ انسان کے اندر حرکت ایجاد کرتے ہوئے اسے ایسے کاموں کے انجام دینے پر مائل کریں۔

(انسان کے اندر چار حیرت انگیز قوتیں)

اے مفضل ، جان لو کہ بدن انسان میں چار قوتیں ہیں۔

1۔ قوت جاذبہ : جوکھانے کو قبول کرکے معدہ تک پہنچاتی ہے۔

2۔ قوت ماسکہ: جو کھانے کو اُس وقت تک محفوظ رکھتی ہے جب تک اس میں طبیعی طور پر عمل شروع نہ ہوجائے۔

3۔ قوت ہاضمہ : جو غذا کو معدہ کے اندر حل کرتی ہے اور خالص و صاف غذا کو نکال کر بدن کے اندر پہنچاتی ہے۔

4۔ قوت رافعہ: جب قوت ہاضمہ اپنے عمل کو انجام دے لیتی ہے ، تو یہی قوت رافعہ باقی غذا کو بدن سے باہر نکال دیتی ہے۔

پس ان قوتوں کے میزان ، اندازہ ، اور ان کے عمل ،فوائد اور ان کی تدبیر و حکمت پر غور کرو، جوان میں جاری ہے اگر قوت جاذبہ نہ ہوتی، تو کس طرح انسان اُس غزا کی طرف کھینچا چلا جاتا کہ جس میں اس کے بدن کی قوت حفوظ ہے اور اگر قوت ما کہ نہ ہوتی تو کس طرح غزا بدن انسان میں معدہ کے عمل کے انتظار میں ٹھہری رہتی اگر قوت ہاضمہ نہ ہوتی تو کس طرح غزا حل ہو کر معدہ سے باہر آتی کہ بدن اس سے تغذیہ کرکے اپنی حاجت کو پورا کرے اسی طرح اگر قوت دافعہ نہ ہوتی تو کس طرح بچی ہوئی غزا تدریجی طور پر جسم سے باہر آتی، کیا تم اس بات کا مشاہدہ نہیں کرتے کہ خداوند عالم نے اپنے لطف و صنعت و حسن تدبیر کے سبب کس طرح ان قوتوں کو حافظ بدن قرار دیا، اور تمام وہ چیزیں جو بدن انسان کے لئے ضروری تھیں انہیں فراہم کیا گیا ہے۔ اور اب میں تمہارے لئے مثال بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ انسان کا بدن بادشاہ کے حل کی مانند ہے اور اس کے اعضاء اس کے حل کے ملازمین اور کام کرنے والوں کی طرح ہیں ، ان میں کچھ اس حل کی ضروریات پورا کرنے کے لئے اور کچھ حل میں داخل ہونے والی چیزوں کو قبول کرنے کے بعد استعمال میں لانے کے لئے، کچھ اس حل کو منظم و مرتب ، صاف ستھرا اور آلودگیوں سے پاک کرنے کے لئے اور کچھ فضول چیزوں کو حل سے باہر نکالنے کے لئے ہیں۔ اس مثال میں بادشاہ وہی خدائے حکیم ہے جو عالمین کا بادشاہ ہے اور وہ حل بدن انسان ہے اور اس کے افراد اس کے اعضاء ہیں اور جو امور خانہ داری کا کام انجام دیتی ہیں وہ چار قوتیں ہیں ، شاید کہ تم خیال کرو کہ ان چار قوتوں کی دوبارہ یادآوری اور ان کے کام کے بارے میں جو کچھ بیان کیا جا چکا ہے ، وہ زائد اور مورد ہے حالانکہ ان کے ذکر سے مراد وہ نہیں جو تم اطباء کی کتابوں میں پڑھتے ہو، بلکہ یہاں ہماری گفتگو ان کی گفتگو سے جدا ہے ، اس لئے کے وہ فقط چار قوتوں کے بارے میں بحث طب کے ارتباط اور طبابت کی ضرورت کے لحاظ سے کرتے ہیں ، لیکن ہماری بحث اصلاح دین اور نفوس کو

گمراہی اور نسیان سے بچانے کیلئے ہے ، جس طرح سے مثال کے ذریعہ ان کے شافی ہونے پر تفصیلی بحث کرچکا ہوں کہ جس میں ان کی تدبیر و حکمت پر اشارہ کیا گیا ہے۔

(انسان کو قوت نفسانی کی ضرورت)

اے مفضل، انسان کے اندر قوت نفسانی (فکر، وہم، عقل، حفظ) اور اس کی قدر وقیمت پر غور کرو، کہ اگر قوت حفظ انسان سے سلب ہوجائے، تو اس کی کیا حالت ہوجائے،بہت سے نقصانات اس کے امر معاش اور اس کے تجربات میں مشاہدہ کئے جائیں گے، کہ وہ ان چیزوں کو بھلا دیتا جس میں اس کا فائدہ یا نقصان ہے یا پھر وہ نہ جانتا کہ اس نے کیا دیکھا کیا سنا اس نے کیا کہا اس کے بارے میں کیا کہا گیا کس نے اس کے ساتھ نیکی کی اور کس نے بدی کی اور وہ اچھی بری چیز کو بھی نہ جانتا ایک مدت تک راستے پر آمدو رفت کے باوجود اسے نہ پہچانتا۔ عرصہ دراز تک تحصیل علم کے باوجود کسی بھی چیز کو حفظ نہیں کر سکتا تھا۔ ایسی صورت میں نہ اسے کوئی قرض دیتا۔ اور نہ وہ لوگوں کے تجربوں سے فائدہ اٹھا سکتا تھا گویا گذشتہ کسی بھی حقیقت سے عبرت حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ درحقیقت وہ دائرہ انسانیت ہی سے خارج ہوجاتا۔

(حفظ و نسیان نعمت خداوندی ہیں)

اے مفضل ، غور کرو کہ انسان کو کتنی عظیم نعمتیں عطا کی گئی ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کی قدر و قیمت دوسرے کے مقابلے میں عظیم ہے ، اب ذرا دیکھو کہ اگر انسان کے لئے قوت نسیان نہ ہوتی تو کوئی شخص بھی اپنی مصیبت سے کبھی فارغ نہ ہوتا اور اس کی حسرت کبھی ختم نہ ہوتی اور نہ ہی کبھی کینہ و عداوت دور ہوتی ، گویا دنیا کی کسی بھی نعمت سے بہرہ مند نہ ہوتا اس لئے اس کی مصیبتیں اور آفتیں مسلسل اس کے

سامنے رہتیں ، اور نہ وہ کبھی بادشاہ سے بھولنے کی امید رکھتا اور نہ کسی حاسد سے حسد کے ختم ہوجانے کی کیا تم نہیں دیکھتے کہ کس طرح خداوند عالم نے انسان کے اندر حفظ و نسیان کو رکھا ہے، اگرچہ یہ دو متضاد چیزیں ہیں لیکن ہر ایک کے اندر انسان کیلئے بھلائی ہے اور وہ لوگ جو ان متضاد چیزوں کی تقسیم بندی کرتے ہیں ، کس طرح وہ انہیں دو خالق کی طرف نسبت دیتے ہیں ، حالانکہ ان دو متضاد چیزوں کے جمع ہونے ہی میں انسان کی بھلائی ہے۔

(انسان کے لئے حیاء تحفہ)

اے مفضل ، ذرا غور کرو، اس چیز پر کے جسے خداوند عالم نے اپنی تمام مخلوق میں فقط انسان کے لئے خصوص کیا ہے، کہ جس کی وجہ سے انسان کی فضیلت تمام مخلوق پر عظیم و اعلیٰ ہے اور وہ چیز حیاء ہے، اس لئے کہ اگر حیاء نہ ہوتی تو نہ مہمان نوازی ہوتی، نہ کوئی وعدہ وفا ہوتا، اور نہ کوئی حاجت پوری ہوتی، گویا کام بہتر طور پر انجام نہ دیئے جاتے، اور نہ ہی کوئی برے کاموں سے بچتا بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ یوں کہوں کہ بعض واجب کام بھی حیاء ہی کی بدولت انجام پاتے ہیں۔ جن کے پاس حیاء نہیں ہوتی نہ تو وہ اپنے والدین کے حق کا خیال رکھتے ہیں اور نہ صلہ رحمی سے کام لیتے ہیں، نہ وہ امانت کو ادا کرتے ہیں، اور نہ ہی برے کاموں سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں ، کیا تم نہیں دیکھتے کہ کس طرح اُن تمام صفتوں کو انسان کے اندر جمع کیا گیا ہے کہ جس میں اس کی اور اس کے تمام کاموں کی بھلائی ہے۔

(قوت نطق اور کتابت فقط انسان کیلئے ہے)

اے مفضل۔ اس نعمت نطق پر بھی غور کرو، جو خداوند عزوجل نے انسان کو عطا کی، جس کے وسیلے سے انسان اپنے مافی الضمیراور جو کچھ دل میں ہے گزرتا ہے اُس کا اظہار کرتا ہے اور اپنی فکر کو دوسروں تک پہنچاتا ہے اگر قوت نطق نہ ہوتی تو انسان بھی چوپاؤں کی طرح مہمل ہو کر رہ جاتا، نہ اپنی بات کسی کو سمجھا سکتا تھا، اور نہ کسی دوسرے کی سمجھ سکتا تھا، اور اسی طرح ایک نعمت خداوندی کتابت ہے جس کے وسیلہ سے گزشتہ لوگوں کی خبریں حاضرین اور حاضرین کی خبریں آنے والی نسلوں کے لیے حفظ کی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علم و ادب کی کتابیں ابھی تک باقی ہیں اسی کے وسیلہ سے انسان ایک دوسرے کے درمیان معاملات و حساب کو محفوظ کرتے ہیں اگر کتابت نہ ہوتی تو ایک زمانے کی باتیں یا خبریں دوسرے زمانے کے لئے اور اسی طرح وطن سے دور لوگوں کی خبریں اہل وطن سے پوشیدہ ہوکر رہ جاتیں۔ علوم وآداب وغیرہ بھی سب ضائع ہوجاتے، خلاصہ یہ کہ لوگوں کے امور و معاملات میں ایک بہت بڑا خلل واقع ہوتا اور وہ ان چیزوں سے خالی ہوتے کہ جن کی انہیں دینی امور میں انہیں ضرورت پڑتی ، اور جو کچھ ان کے لئے روایت کی جاتی یہ اُس سے بے خبر ہوتے۔ شاید تم گمان کرو کہ نطق وکتابت وہ چیزیں ہیں جو حیلہ و ہوشیاری سے حاصل کی گئی ہیں اور انہیں خلقت اور طبیعت انسان میں عطا نہیں کیا گیا اور اسی طرح کلام کہ جسے لوگوں نے خود ایک دوسرے کے درمیان ایجاد کیا ہے ، اسی لئے بات چیت کرتے وقت قوموں اور ملتوں کے درمیان فرق پایا جاتا ہے، اور اسی طرح کتابت میں بھی جیسے عربی، سریانی ، عبرانی، رومی اور دوسری مختلف کتابت کہ جن میں ملتوں کے درمیان کلام کی طرح اختلاف پایا جاتا ہے ، جنہیں خود ان ملتوں نے ایجاد کیا ہے ، اب ایسے شخص کے بارے میں کیا کہا جائے، جو اس بات کا مدعی ہو، یہ صحیح ہے کہ انسان کے ان کاموں میں اس کی فعالیت وحیلہ کا دخل

ہے، لیکن وہ چیز کہ جس کے تحت یہ فعالیت و حیلہ کارگر ہیں، وہ خود خدا کا ایک عطیہ و تحفہ ہے کہ جو خدا نے انسان کو اس کی خلقت میں عطا کیا ہے، اس لئے کہ اگر کلام کرنے کے لئے زبان اور امور کی ہدایت کے لئے ذہن نہ ہوتا تو انسان کبھی کلام نہیں کر سکتا تھا ، اور اسی طرح اگر لکھنے کے لئے ہتھیلی و انگلیاں نہ ہوتیں تو وہ کبھی کتابت میں کامیاب نہ ہوتا، پس ان حیوانات سے عبرت حاصل کرو کہ جنہیں اس طرح پیدا کیا گیا ہے کہ نہ وہ بولنا جانتے ہیں اور نہ لکھنا خداوند عالم کا یہ اپنے بندوں پر خاص احسان ہے، اب جو اس کا شکر ادا کریگا اسے اس کا اجر و ثواب عطا کریگا ، اور جو کفر اختیار کریگا تو خدا غنی اور بے نیاز ہے۔

(وہ علوم جوانسانوں کو عطا کئے۔ اور وہ علوم جو عطا نہ کئے دونوں میں ان کی بھلائی ہے)

اے مفضل فکر کرو، اس علم پر جو خداوند عالم نے انسان کو عطا کیا اور وہ علم جو اسے عطا نہ کیا ، خداوند عالم نے وہ تمام علوم اپنے بندوں کو عطا کئے جن میں اس کے دین و دنیا دونوں کی بھلائی ہے اور وہ علم جس میں اس کے دین کی بھلائی ہے ، وہ خداوند عالم کی معرفت ان شواہد و دلائل کے ساتھ ہے جو خلقت میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں، اور وہ علم کہ جس کا جاننا اس کے لئے واجب ہے۔جیسے لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کو قائم کرنا، والدین کے ساتھ نیکی کرنا، امانتوں کو ادا کرنا، نیازمندوں کے ساتھ ہمدردی سے پیش آنا اور اس قسم کے دوسرے کام جن کی معرفت ہر امت کو فطری اور طبیعی طور پر عطا کی گئی ہے ، چاہے وہ اس کے مطابق عمل کرے یا نہ کرے اور اسی طرح تمام وہ علوم کہ جس میں اس کی دنیا کی بھلائی ہے ، جیسے زراعت ، درخت کاری، کنویں کھودنا، جانور کا پالنا، پانی تلاش کرنا، دواؤں کا جاننا (جن کے ذریعہ بہت سے مرض دور ہوتے ہیں) معادن کا تلاش کرنا ،کہ جس کے ذریعہ مختلف جواہر حاصل ہوتے ہیں، کشتی پر سواری کرنا، دریاؤں میں غوطہ لگانا (اس کے علاوہ) وحشی جانوروں،

پرندوں اور مچھلیوں کے شکار کے لئے مختلف حیلوں اور چالاکیوں کا علم ، مختلف قسم کی صنعت و تجارت کا علم اور اس کے علاوہ دوسری ایسی چیزوں کا علم کہ جن کی تشریح اور وضاحت کی فہرست طویل اور تعداد بہت زیادہ ہے، جس میں اس کے لیئے بھلائی اور نفع ہے۔ اور ان کے علاوہ دوسرے علوم کے جاننے کو انہیں منع کیا وہ انہیں نہ جانیں اس لئے کہ وہ ان کی طاقت نہیں رکھتے۔ مثلاً ، علم غیب، اور جو کچھ مستقبل میں ہوگا اور جو کچھ آسمان کے اوپر اور زمین کےنیچے ہے جو کچھ دریا کہ تہہ میں ہے اور جو کچھ عالم کے چاروں گوشوں میں ہے اور جو کچھ لوگوں کے دل میں گزرتا ہے اور کچھ رحم مادر میں ہے، اور اس قسم کی بہت سی چیزیں کہ جو انسان سے پوشیدہ ہیں جبکہ بہت سے لوگ ان چیزوں کے جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کا دعویٰ جلد ہی ان تمام چیزوں کے بارے میں باطل ہوکر رہ جاتا ہے، اور ان کی خطا آشکار ہوجاتی ہے ، ذرا غور کرو کہ کس طرح سے انسان کو ان چیزوں کا علم عطا کیا گیا، کہ جن میں اس کے دین اور دنیا دونوں کی بقاء ہے اور اس کے علاوہ باقی علوم کو اس پوشیدہ رکھا گیا، تاکہ وہ ان کی قدر و قیمت جان لے اور سمجھ لے کہ جو کچھ خدا نے اُسے علم عطا کیا اور جو علم عطا نہیں کیا ہر دو میں اس کی بھلائی ہے۔

(انسان سے کیوں اس کی عمر حیات کو پوشیدہ رکھا؟)

اے مفضل۔ اب ان چیزوں میں غور کرو کہ جن کا علم خدا نے اپنے بندوں سے پوشیدہ رکھا ۔ جیسے اس کی زندگی کا علم اگر وہ اپنی زندگی کے مدت کو جان لیتا اور اس کی عمر حیات تھوڑی ہوتی ، تو ایسے میں اس کے لئے زندگی گزارنا ناخوش گوار ثابت ہوتا، بلکہ یہ آدمی اُس شخص کی مانند ہوتا کہ جس کا مال اس کے ہاتھ سے چلا گیا ہو، یا نزدیک ہو کہ چلا جائے کہ وہ مال کے چھنے جانے سے فقر کی تنگی سے خوفزدہ ہے، اور عمر کے ختم ہو جانے کا خوف تو اُس خوف سے کہیں زیادہ ہے اس لئے کہ مال کے چھنے جانے پر وہ یہ سوچتا ہے کہ وہ دوبارہ مل ہوجائے گا، اور خود کو اس کے لئے تیار کرتا ہے لیکن اگر کسی کو اپنی

موت کا یقین ہوجائے تو نا اُمیدی اس پر پوری طرح غالب ہوجاتی ہے اور اگر اس کی عمر حیات طویل ہوتی اور وہ اس بات کو جان لیتا تو پھر وہ کمر بستہ طور پر لذتوں اور معصیتوںمیں غوطہ ور ہوجاتا، اور وہ برے کاموں کو تمام عمر اس امر کے ساتھ انجام دیتا کہ جب وہ اپنی خواہشات کو پورا کر لے گا، تو توبہ کرلے گا یہ وہ طریقہ ہے کہ جو خداوند عالم اپنے بندوں سے کسی بھی صورت میں قبول نہیں کرتا اور نہ وہ اس پر راضی ہوتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر تمہارا کوئی غلام ہو اور وہ سال بھر تمہاری نافرمانی کرے ، اور تمہارا کوئی کام اور کسی بھی قسم کی خدمت انجام نہ دے، اور پھر ایک دن یا ایک ماہ وہ تمہیں راضی کرنے میں لگادے تو تم اُسے ہرگز قبول نہ کروگے، اور وہ تمہارے لئے ایک بہترین غلام ثابت نہ ہوگا، سوائے اس کے کہ یہ غلام تمہارے ہر اَمر پر سر تسلیم خم کرے اور ہمیشہ تمہارا خیرخواہ ہو، اور اگر تم کہو کہ کیا ایسا نہیں ہوتا کہ کبھی انسان ایک مدت تک معصیت میں مبتلا رہتا ہے، اور پھر توبہ کرتا ہے اور اس کی توبہ قبول ہوجاتی ہے ، تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ ایسا اُس صورت میں ہوتا ہے جبکہ انسان پر شہوت کا غلبہ ہو اور وہ اپنی خواہشات پر قابو نہ پاسکے اور وہ اس کام کو پہلے سے بجالانے کا قصد و ارادہ بھی نہیں رکھتا ہو، تو ایسی صورت میں خداوند، اس سے درگذر کرتاہے اور ا س کی توبہ قبول کرلیتا ہے اور اس پر اپنا فضل و کرم کرتا ہے، لیکن اگر کوئی اس بات کا ارادہ کرے کہ معصیت کو انجام دیتا رہے، اور بعد میں توبہ کرلے گا تو وہ ایسی ذات کو دھوکہ و فریب دینا چاہتا ہے ، جو کسی کے دھوکے اور فریب میں آنے والی نہیں ، کہ وہ پہلے معصیتوں سے لذت حاصل کرتارہے اور بعد میں توبہ کرنے کے وعدے کرتا رہے کہ ایسے میں وہ کبھی بھی اپنے اس وعدے کو وفا نہیں کر سکتا، اس لئے کہ لذتوں اور خوشگوار زندگی سے ہاتھ اٹھانا اور توبہ کرنا وہ بھی اس ضعیفی اور کمزوری کے عالم میں خاصہ مشکل ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ وہ توبہ کے لئے آج و کل کرتا ہوا موت کے منہ تک پہنچ جائے اور بغیر توبہ کئے ہوئے اس دنیا سے کوچ کرجائے جس طرح سے کوئی مقروض جو ایک وقت میں قرض ادا کرنے پر قادر ہوجاتا ہے ، لیکن قرض

واپس دینے سے گریز کرتا ہے ، یہاں تک کہ اس کا تمام مال خرچ ہوجاتا ہے اور قرض اس کی گردن پر اُسی طرح باقی رہ جاتا ہے، پس اس لئے انسان کے لئے یہ بہتر ہے کہ اس کی عمر حیات اس ے پوشیدہ رہے ، تاکہ ساری زندگی موت کی فکر میں رہ کر معصیتوں کو چھوڑ دے اور نیک کام انجام دے ، اب اگر تم یہ کہو کہ جبکہ خداوند عالم نے انسان کی عمر حیات کو اس سے پوشیدہ رکھا اور انسان ہمیشہ اس کے انتظار میں ہے اس کے باوجود وہ برے کاموں کو انجام دیتا ہے، اور خدا کی حدود کا خیال نہیں کرتا تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ اس میں تدبیر وہی ہے جو بیان کی گئی ہے بالآخر اگر انسان اس کے باوجود بھی گناہوں سے دوری اختیار نہیں کرتا تو یہ اس کے دل کی قساوت کا نتیجہ ہے تو ایسی صورت میں برائی طبیب کے لئے نہیں بلکہ مریض کے لئے ہے ، اس لئے کہ اس نے طبیب کی نافرمانی کی ہے اور جب انسان موت کے انتظار میں رہ کر گناہوں سے دوری نہیں کرتا ، تو اگر اُسے اپنی طول زندگی کا پتہ چل جاتا اور مطمئن ہو جاتا تو پھر وہ اس سے بھی کہیں زیادہ گناہوں کا مرتکب ہوتا ، پس اس بات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انتظار موت ہر حال میں بہتر ہے اور اگر کچھ لوگ موت سے غافل ہیں اور اُس سے نصیحت حاصل نہیں کرتے تو مسلم طور پر دوسرے لوگ اس سے ضرور نصیحت حاصل کرتے ہیں اور گناہوں سے دوری اختیار کرتے ہیں ، اور اعمال صالح انجام دیتے ہیں ، فقراء و مساکین کی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے بہترین چیزیں اور مختلف حیوانات کو ان کے لئے صدقہ کرتے ہیں ، لہذا یہ بات خلاف عدل ہے کہ اُن لوگوں کی خاطر جو انتظار موت سے فائدہ نہیں اٹھاتے اُن لوگوں کو بھی اس امر سے محروم کردیا جائے جو اسی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

(خواب میں حسن تدبیر)

اے مفضل۔ نکر کرو خواب پر کہ اس میں کیا تدبیر کار فرما ہے سچ ، جھوٹ میں ملا ہوا ہے اگر سب خواب سچے ہوتے تو تمام لوگ انبیاء ہوجاتے ، اور اگر سب کے سب خواب جھوٹے ہوتے تو خواب کے وجود سے کوئی فائدہ نہ ہوتا، اور وہ ایک زائـد و معنی چیز ہو کر رہ جاتی، ی وہ سچے ہوتے ہیں کہ لوگ ان سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اور اس کے وسیلے سے ہدایت پاتے ہیں، یـا بعـض خواب ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے وسیلے سے انہیں خبر دار کیا جاتا ہے زیادہ تر خواب جھوٹے ہوتے ہیں تاکہ لوگ اس پر اعتقاد کامل نہ رکھیں۔

(ج ان میں تمام چیزیں انسان کی ا تیاج و ضرورت کے مطابق ہیں)

اے مفضل۔ نکر کرو ان تمام چیزوں پر جو عالم میں موجود و مہیا ہیں، می تعمیرات کے لئے ، لوہا صنعت کے لیے، لکـڑی کشتی وغیرہ کے لئے، پتھر چکی وغیرہ کے لئے، پیتل برتن کے لئے، سونا و چاندی معاملات و ذخیرہ کے لئے ، دالیں نزا کے لئے، پھل لذت حاصل کرنے کے لئے،گوشت کھانے کے لئے، عطر خوشبو کے لئے، دوائیں مریض کی شفا کے لئے، چوپائے باربرداری کے لیے، سوکی لکڑیاں جلانے کے لئے، خاکستر کلس[1] کے لئے، شن زمین کے لئے ، اور اس قسم کی انتہا چیزیں کہ جنہیں شمار کرنے والا اگر شمار کرنا چاہے تو رگز شمار نہیں کر کتا، کیا تم نے دیکھا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک گھر میں داخل ہو جس میں وہ تمام چیزیں جو انسان کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہیں، آمادہ و ذخیرہ

----

(1)۔ سنہری کلغی کہ جو گنبد کے نوک پر لگائی جاتی ہے۔

ہوں، تو کیا وہ اس بات کو تسلیم کر کتا ہے، کہ یہ سب چیزیں محض اتفاق کا نتیجہ ہیں، اور بغیر قصد و ارادہ کے وجود میں آئی ہیں۔ لہذا کس طرح اس شخص کو اس عالم اور بیان شدہ اشیاء کے بارے میں یہ اجازت دی جائے کہ وہ انہیں محض اتفاق کا نتیجہ کہے۔

اے مفضل ۔ عبرت حاصل کرو کس طرح چیزوں کو انسان کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے بنایا گیا ہے، اور کس قسم کی تدبیر اس میں رواں دواں ہے کہ اس نے دانے کو پیدا کیا کہ وہ انسان کے لئے غذا ہو۔ اور اس نے انسان کو اس بات کا ذمہ دار بنایا کہ وہ اس کا آٹا بنائے، آٹے کا خمیر بنائے اور پھر اسے پکا کر روٹی بنائے، اون کو لباس کے لئے خلق کیا اور انسان کو اس بات کا ذمہ دار بنایا کہ وہ اس سے دھاگہ حاصل کر کے اسے سلائی اور کڑھائی کے استعمال میں لائے۔ درختوں کو انسان کے لئے پیدا کیا گیا ان کے اگانے اور ان کی آبیاری و دیکھ بھال کے لئے انسان کو ذمہ دار ٹھہرایا ۔ دواؤں کو مریض کی شفا کے لئے خلق کیا گیا کہ مریض انہیں استعمال میں لاکر تندرستی حاصل کرے اور ان کے ملانے، اور بنانے پر انسان کو ذمہ دار بنایا، اور اس طرح کی دوسری وہ تمام چیزیں جنہیں تم دیکھتے ہو۔

ذرا غور کرو کس طرح بعض چیزوں کو مہیا کیا گیا ہے ، کہ جن کے اندر انسان کی فعالیت کا دخل نہیں ہے جبکہ بعض چیزوں میں انسان کے لئے فعالیت اور عمل کو رکھا ہے اس لئے کہ اسی میں انسان کی بھلائی ہے اگر تمام کام انسان کے لئے آمادہ ہوتے اور کوئی شغل باقی نہ رہتا تو انسان باغی ہوجاتا اور زمین اسے برداشت نہ کرتی، اس لئے کہ وہ زمین پر اس طرح کے کام انجام دیتا کہ خود اس کی زندگی خطرہ میں پڑ جاتی ، اس کے علاوہ یہ کہ انسان کی زندگی خوشگوار اور لذت بخش نہ ہوتی۔ مگر کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی شخص کسی کے گھر مہمان کے طور پر جائے اور ایک مدت تک وہ اس کے گھر قیام کرے اور جس چیز کی اسے ضرورت ہو، مثلاً کھانے، پینے ، نوکر وغیرہ کی وہ سب اس کے لئے حاضر ہوں تو وہ اپنی فراغت کی

وجہ سے تنگ آجاتا ہے اور اس کا نفس اسے اس بات پر جبور کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو کسی نہ کسی کام میں مشـغول رکھے تـو پھر کس طرح اس کی زندی گزرتی جبکہ ساری زندی ا ں فراغت پر مشتمل ہوتی کہ تمام کام اس کے لئے آمـادہ ہـوتے، اور وہ کسـی ٔں چیز کا حتاج نہ ہوتا ، یہ حسن تدبیر ہے کہ جن چیزوں کو انسان کے لئے پیدا کیا گیا ہے ان میں اس کے لئے فعایت و عمل کـو رکھا گیا ہے ، تاکہ اس کی فراغت اس کی سستی و کاہلی کا باعث نہ بنے اور ان کاموں میں مشغول رہنا اسے ان کاموں کے انجام دینے سے بچاتا ہے کہ جن کے انجام دینے پر نہ وہ قادر ہے اور نہ ان میں اس کا کوئی فائدہ ہے ۔

(انسان ا ں معاش روٹی اور پانی)

اے مفضل۔ جان لو کہ انسان کا اصلی معاش روٹی اور پانی ہے ، ذرا غور کرو کہ ان میں کس طرح تدبیر استعمال ہوئی ہے۔ یہ بات تو مسلّم ہے کہ انسان روٹی سے زیادہ پانی کا حتاج ہوتا ہے اور بھوک پر صبر پیاس پر صبر سے زیادہ کر سکتا ہے، اور جـن چیـزوں میں انسان پانی کا حتاج ہوتا ہے وہ روٹی کی احتیاج سے کہیں زیادہ ہیں اس لئے کہ پانی پینے، وضو کرنے، غسل کرنے ، بـاس دھـونے ، چوپاؤں اور کھیتی کو سیراب کرنے اور اس قسم کی بہت سی ضروریات کے استعمال میں آتا ہے اسی وجہ سے پـانی فـراوان ہے اور خریـدا نہیں جاتا ، تاکہ طلب آب کی زحمتیں انسان سے ساقط ہوجائیں، یکن روٹی کو مشقت میں رکھا کہ وہ اسے اس وقت تک حاصـل نہـیں کر کتا جب تک کہ چارہ اندیشی اور فعایت سے کام نہ لے، اس لئے کہ انسان کے لئے کوئی شغل ہو کہ جو اسے فراغـت ، بـیکاری ، فا تو اور ہودہ کاموں سے بچائے رکھے۔ کیا تم نہیں دیکـتے کہ بچہ ادب سیکنے سے پہلے ہی معلّم کے سپرد کردیـا جاتـا ہے، بـاوجود اس کے کہ وہ ا ٔں بچہ ہے اور ا ٔں اس کی قوت فہم اور ادراک تعلیم کے لئے کامل نہیں ، ایسا اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ وہ بیہودہ اور فضول کاموں سے حفوظ رہے، اور زیادہ یل کود اور بیکار کاموں

سے اپنے آپ اور اپنے گھر والوں کو زحمت میں نہ ڈالے ، اسی طرح اگر انسان کے پاس کوئی شغل نہ ہوتا تو وہ شرارت اور بیہودہ کاموں کی طرف کھینچا چلا جاتا اور تم اس مطلب کو اس شخص کی زندگی سے درک کرسکتے ہو جو امیرانہ اور خوشگوار زندگی بسر کرتا ہو کہ کس قسم کے کام اُس سے صادر ہوتے ہیں۔

(انسان ایک دوسرے شبیہ نہ ہونا حکمت خالی نہیں)

اے مفضل۔ عبرت حاصل کرو اس سے کہ انسان ایک دوسرے کے مشابہ نہیں جس طرح سے پرندے اور جانور آپس میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں کہ ہرنوں اور پرندوں کو ایک دوسرے سے پہچانا نہیں جا سکتا، لیکن اگر تم انسانوں کو دیکھو تو وہ شکل و صورت اور خلقت میں مختلف ہیں۔ یہاں تک کہ تم دو آدمیوں کو بھی ایک جیسا نہیں پاؤگے، اس لئے کہ انسان اپنی زندگی میں جسمانی اور صفات کے اعتبار سے پہچانے جانے کا محتاج ہے۔ اس لئے کہ ان کے درمیان معاملات طے ہوتے ہیں لیکن حیوانات کے درمیان کسی بھی قسم کے معاملات طے نہیں ہوتے کہ جس کی وجہ سے وہ پہچانے جانے کے محتاج ہوں، اور کیا تم نہیں دیکھتے کہ پرندوں کا ایک دوسرے سے شبیہ ہونا ان کے لئے کسی قسم کے ضرر کا باعث نہیں بنتا ، لیکن انسان ہرگز اس طرح نہیں ہے۔اس لئے کہ اگر دو آدمی ایک دوسرے کی شبیہ ہوں تو لوگوں کے لئے زحمت کا باعث بن جاتے ہیں، لہٰذا معاملات میں ایک کو دوسرے کے بدلے لے لیا جاتا ہے، اور ایک کو دوسرے کے بدلے میں گناہ گرفتار کرلیتے ہیں اور کبھی یہ شباہت دوسرے کاموں میں بھی مداخلت کا باعث بنتی ہے وہ کون ہے؟ جس نے صحیح راہ کی تشخیص کے لیے اپنے بندوں پر لطف کیا اور ایسے لطیف کام انجام دیئے جہاں تک انسان کی رسائی ممکن نہیں ہے سوائے اس کے اور کوئی نہیں کہ جس کی رحمت تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اگر تم ایک تصویر کو دیوار پر نقش دیکھو اور کوئی تم سے کہے کہ اس تصویر کا کوئی بنانے والا نہیں ہے بلکہ خود بخود وجود میں آئی ہے تو کیا تم

اس بات کا یقین کروگے؟ ہرگز نہیں بلکہ اس کا مذاق اڑاؤ گے پس کس طرح تم ایک تصویر کے بارے میں اس بات کے منکر ہوجاتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ خود بخود وجود میں نہیں آ سکتی ، لیکن جو انسان ناطق ہے اس کے بارے میں اس طرح کے اقوال کے منکر نہیں ہوتے۔

(حیوان کا جسم ایک حد معین پر رک جاتا ہے)

اے مفضل۔ اگر یہ فیصلہ کر یا جائے کہ حیوان کے اندر کوئی تدبیر استعمال نہیں ہوئی تو وہ حیوانات جو ہمیشہ کھاتے پیتے ہیں ، کیونکر ان کے جسم ایک خاص و معین حد پر پہنچ کر رک جاتے ہیں اور رشد و نمو نہیں کرتے اور ہرگز اپنی حد سے تجاوز نہیں کرتے؟ بے شک یہ حکیم کی تدبیر ہے کہ تمام حیوانات کے جسم چاہے وہ حیوانات چھوٹے ہوں یا بڑے ایک حد تک نشوونما کرتے ہیں اور اس کے بعد وہ اس حد سے تجاوز نہیں کرتے ، جبکہ وہ ساری زندں کھاتے پیتے ہیں ، ایسا اس لئے ہے کہ اگر جانور ہمیشہ رشد ونمو کرتے تو ان کے جسم بہت زیاد بڑے ہوجاتے اور ان کا قیافہ ایک دوسرے سے مشتبہ ہوتا، اور ان میں سے کسی ایک کے لئے کسی حد معین کی شناخت نہ ہوتی ، آخر کیوں انسان کا جسم راہ چلتے حرکت کرتے اور دقیق کاموں کے وقت سنگین ہوجاتا ہے ؟ سوائے اس کے کہ انسان کو اپنی زندں میں جن چیزوں کی ضرورت ہے، جیسے لباس، لحاف، کفن وغیرہ کو حاصل کرنے میں اسے سختی و مشقت کا سامنا کرنا پڑے ، اس لئے کہ اگر انسان کو سختی و مشقت کا سامنا کرنا نہ پڑتا تو پھر کون سی چیز اسے فحش باتوں سے روک سکتی تھی اور کس طرح وہ خدا کے سامنے تواضع اور لوگوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب انسان کو سختی و پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو وہ خضوع و خشوع کے ساتھ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اپنے مال کو صدقہ کرتا ہے اب مفضل۔ ذرا سوچو تو سہی اگر انسان کو مارنے کے باوجود درد محسوس نہ ہوتا تو پھر بادشاہ کس وسیلے سے جرم کو اس کے کیے کی سزا دیتا، اور کس طرح طغیانگر افراد کو

ذ یل کیا جاتا، اور کس طرح کوئی غلام اپنے آقا و مولا کے سامنے اپنے آپ کو ذ یل ۔ تا اور اپنی گردن کو اس کے سامنے جھکائے رکھتا، کیا ابن ابی العوجاء اور اس کے ساتھیوں کے لئے یہ حجت و دلیل کافی نہیں؟ کہ جو خداوند متعال کی تدبیر کا انکار کرتے ہیں ، اور اس گروہ مانویہ کے لئے جو درد و الم کا انکار کرتے ہیں(وہ کہتے ہیں کہ انسان کو کسی بھی قسم کا درد و الم نہیں ہوناچاہیے تھا)

اگر حیوان نر اور مادہ کی شکل میں پیدا نہ ہوتے تو کیا ان کی نسل منقطع نہ ہوجاتی، لہذا خداوند متعال نے حیوانات میں سے بعض کو نر اور بعض کو مادہ کی صورت میں پیدا کیا تاکہ حیوانات کی نسل کا سلسلہ باقی رہے اور منقطع ہونے نہ پائے اگر ان تمام کاموں میں تدبیر نہ ہوتی تو پھر کیونکر مرد و زن جب حد بلوغ پر پہنچتے ہیں تو ان کے زیر شکم بال اُگتے ہیں ، پھر مرد کے داڑھی اُگتی ہے جبکہ عورت کے نہیں اُگتی ، یہ اس لئے کہ خداوند متعال نے مرد کو عورت کے لئے سرپرست و نگہبان قرار دیا ہے۔ اور عورت کو مرد کے لئے عروس و تحفہ قرار دیا۔ پس مرد کو داڑھی عطا کی، جس میں مرد کے لئے جلالت و ہیبت و عزت ہے لیکن عورت کو داڑھی اس لئے عطا نہ کی تاکہ اس کے چہرے کی زیبائی اور خوبصورتی باقی رہے اور اس میں اپنے شوہر کے لئے ایک لذت ہو، کیا تم نہیں دیکھتے کہ خلقت میں کس طرح ہر چیز تدبیر و حکمت کے مطابق ہے اور خطاء لغزش کا کوئی راستہ اس میں دیکھائی نہیں دیتا، خداوند متعال اپنی تدبیر و حکمت کے تحت انسان کو وہی کچھ دیتا ہے جس کی اسے ضرورت ہے۔

مفضل کا بیان ہے کہ اس وقت وقت زوال آپہنچا، میرے آقا ومولا نماز کے لئے کھڑے ہوگئے، آپ نے فرمایا تم کل صبح سویرے میرے پاس آجاؤ (انشاء اللہ) میں اپنے مولا کی خدمت سے ان تمام چیزوں پر خوشحال واپس پلٹا جو میں نے حاصل کیں اور آپ نے مجھے تعلیم کیں۔ میں خداوند متعال کا شکر گزار تھا اس پر جو کچھ اس نے مجھے عطا کیا اور یہ کہ اپنی نعمتیں مجھے بخشیں اور جو کچھ مجھے میرے آقا و مولا نے مجھے تعلیم دی اور اس رات میں ان تمام چیزوں پر جو مجھے عطا کی گئیں ، مسرور و خوشحال سویا۔

(روز دوّم)

مفضل کا بیان ہے کہ میں دوسرے دن صبح سویرے امام - کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اجازت لینے کے بعد آپ کی زیارت سے شرفیاب ہوا ، آپ نے مجھے بیٹھنے کے لئے کہا پھر امام - نے فرمایا: بیشک تمام تعریفیں اُس خدائے بزرگ کے لئے ہیں جو مدبر ہے جو ایک زمانے کے بعد دوسرے زمانے ایک طبقے کے بعد دوسرے طبقے اور ایک عالم کے بعد دوسرے عالم کا لانے والا ہے، تاکہ برے لوگوں کو ان کے برے اعمال کے مطابق سزا دی جائے اور نیک اور اچھے افراد کو اُن کے نیک اور اچھے اعمال کے بدلے اجر وثواب عطا کیا جائے اور یہ سب باتیں اُس کے عدل کی بنیاد پر ہیں کہ جس کے اسماء پاک و پاکیزہ اور جس کی نعمتیں بے شمار ہیں جو ہرگز اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا مگر یہ کہ بندے خود اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں ، اس بات کی روشن دلیل اس کی آیتیں ہیں (کہ وہ فرماتا ہے)

(فَمن يَعْمَلْ مثقال ذرة خيراً يرا (٧) وَ مَن يَعْمَل مثقال ذرة شراً يره)(٨)

جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی تو اُسے دیکھ لے گا[1]

اور اس قسم کی دوسری آیتیں کہ جن میں ہر چیز کا بیان موجود ہے جو خالق حکیم و حمید کی طرف سے نازل شدہ ہیں جن میں کسی بھی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور اسی بارے میں ہمارے سید و سردار حضرت محمد مصطفی (ص) ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ سوائے تمہارے اعمال کی جزاء کے علاوہ کچھ بھی نہیں کہ جو روز قیامت تمہاری طرف پلٹائی جائے گی۔ مفضل کا بیان ہے کہ پھر کچھ دیر امام - نے اپنے سر کو جھکائے رکھا اور ارشاد فرمایا: اے مفضل ، لوگ نافرمانی اور سرکشی میں پڑے ہوئے ہیں، شیاطین اور طاغوت کی اتباع کرتے ہیں ، گویا یہ ایسے بینا ہیں جو اندھے ہیں اور نہیں دیکھتے اور ایسے کلام کرنے

----

(1)۔ سورہ زلزال۔

والے ہیں جو گونگے ہیں اور ذکر نہیں رکتے ، اور ایسے سننے والے ہیں جو بہرے ہیں اور نہیں سنتے یہ لوگ دنیا کی پستی پر راضی ہوگئے ، اور گمان کرتے ہیں کہ وہ نیک اور ہوشیار ہیں اور ان کاشمار ہدایت یافتہ لوگوں میں ہوتا ہے اس کے باوجود کہ وہ برے کاموں کی طرف اس طرح مائل اور غرق ہیں کہ جیسے وہ موت کے آنے سے امن و امان میں ہیں اور ہر طرح کی جزاء و سزا سے بری ہیں ! صد افسوس ایسے لوگوں پر جن کے دل سخت ہوگئے ہیں اور وہ اس دن سے لاپروا ہیں کہ جس دن کی مصیبت طولانی اور شدید ہے ، جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کام نہ آئے گا ، اور نہ کسی کی یاری و ہمدردی قبول کی جائے گی، سوائے اس کے کہ جس پر خدا اپنا رحم کرے۔

مفضل کا بیان ہے کہ امام - کے ان الفاظ نے مجھ پر گہرا اثر کیا اور میں گریہ کرنے لگا، امام - نے ارشاد فرمایا: اے مفضل گریہ نہ کرو اس لئے کہ تم ان تمام چیزوں سے بری ہو، کیوں کہ تم نے معرفت و شناخت کے ذریعے حقیقت کو قبول کیا اور نجات پائی ۔

(حیوانات کی خلقت)

پھر آپ نے فرمایا: اے مفضل ۔ اب میں تمہیں حیوانات کی خلقت کے بارے میں بتاتا ہوں تاکہ وہ تم پر اسی طرح واضح ہوجائے جس طرح سے اس کے علاوہ دوسری تمام باتیں تم پر واضح اور روشن ہوچکی ہیں۔

(اے مفضل) فکر کرو حیوان کے بدن کی ساخت پر کہ کس طرح خلق کیا گیا ہے ، نہ زیادہ سخت مثل پتھر کے کہ اگر ایسا ہوتا تو حیوان کے لئے حرکت کرنا زحمت و مشقت کا باعث بنتا، اور وہ ہرگز اپنے کاموں کو بآسانی انجام نہیں دے سکتا تھا اور نہ ہی اتنا زیادہ نرم و نازک بنایا کہ وہ حمل اور باربرداری کے کام میں استعمال نہ کیا جاسکے پس خداوند متعال نے اس طرح کی تدبیر کی کہ اسے ظاہری طور پر نرم

گوشت سے پیدا کیا اور اس کی کمر میں ایک ایسی مضبوط ہڈی کو رکھا جسے رگوں اور اعصاب نے گھیرا ہوا ہے جو ایک دوسرے کو مضبوطی سے گرفت میں لئے ہوئے ہیں اور اس کے اوپر ایک ایسی کھال کے لباس کو پہنایا جو تمام بدن کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اس کی مثال لکڑی کی سی ہے جس پر کپڑا لپیٹ کر دھاگے سے مضبوطی سے باندھ دیا جائے اور اس کے اوپر گوند لگایا جائے تو لکڑیاں ، ہڈیوں کی مانند، کپڑا گوشت کی مانند، دھاگہ رگ و عصاب کی مانند اور گوند کھال کی مانند ہے ، اگر یہ بات ان حیوانات کے بارے میں کہی جائے کہ یہ محض اتفاقات کا نتیجہ ہیں اور کسی صانع اور خالق نے انہیں پیدا نہیں کیا۔ تو پھر ضروری ہے کہ بالکل یہی بات ان تصاویر اور جسموں کے بارے میں کہی جائے جو بے جان ہیں لیکن جب یہ بات بے جان تصاویر و جسموں کے بارے میں کہنا صحیح نہیں ، تو پھر حیوانات کے بارے میں تو بدرجہ اولیٰ صحیح نہیں ہے۔

(حیوان کو ذہن کیوں نہ عطا کیا گیا)

اے مفضل ۔ اب تم حیوانات کے جسم پر غور کرو انہیں انسان کے لئے پیدا کیا گیا ہے لہٰذا جس طرح ان کے بدن کو گوشت ، ہڈی ، اعصاب عطا کئے اسی طرح انہیں کان اور آنکھ بھی عطا کئے، تاکہ انسان انہیں اپنی ضرویات کے استعمال میں لاسکے، اس لئے کہ اگر حیوانات بہرے، اندھے ہوتے تو انسان ان سے ہرگز فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا اور خود حیوانات بھی اپنے کاموں کو انجام نہیں دے سکتے تھے لیکن انہیں ذہن عطا نہیں کیا گیا، تاکہ وہ انسان کے سامنے جھکے رہیں اور جب انسان ان سے باربرداری کا کام لے تو یہ اسے انجام دینے سے منع نہ کریں اب اگر کوئی یہ کہے کہ بعض غلام بھی تو ایسے ہیں کہ جو انسان کے سامنے ذلیل ہیں اور سخت ترین کاموں کو انجام دینے کے لئے تیار ہیں ، جبکہ وہ صاحب عقل ہیں؟ تو اس سوال کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس قسم کے افراد بہت کم ہیں۔ اور اکثر افراد اس قسم

کے سخت ترین کام مثلاً باربرداری، چکی چلانا وغیرہ کے انجام دینے سے قاصر دکھائی دیتے ہیں اس کے علاوہ یہ کہ اگر اس قسم کے سخت کام کہ جنہیں حیوانات انجام دیتے ہیں انسان کو انجام دینے پڑتے تو وہ دوسرے کاموں کو انجام نہیں دے سکتا تھا، اس لیئے کہ ایک اونٹ یا خچر کی جگہ پر کئی آدمیوں کو کام کرنا پڑتا اور یہ کام انسانوں کو اس قدر مشغول رکھتا کہ جس کی تھکن، سختی، تنگی اور مشقت کی وجہ سے انسان کے پاس اتنا وقت باقی نہ رہتا کہ وہ صنعت یا دوسرے کاموں کو انجام دے سکے۔

(تین قسم کے جاندار کی خلقت)

اے مفضل، تین قسم کے جاندار اور اس تدبیر پر کہ جن کے تحت انہیں پیدا کیا گیا ہے، غور و فکر کرو جس میں ان تینوں کی بھلائی ہے۔

(1)انسان: جس کے لئے ذہانت و ادراک کو مقدر کیا تاکہ مختلف کام مثلاً تعمیرات، تجارت، بڑھئی کا کام، لوہار کا کام اور اس قسم کے دوسرے کام انجام دے، لہٰذا اس کے لئے ہتھیلی، پنجہ اور محکم انگلیاں پیدا کیں، تاکہ وہ چیزوں کو پکڑ سکے اور مختلف چیزیں ایجاد کرکے انہیں محکم بنائے۔

(1) گوشت کھانے والے جانور: جن کی تقدیر میں یہ رکھا گیا ہے کہ یہ اپنی زندگی شکار کرکے بسر کریں تو ان کے لئے چھوٹی انگلیوں والے پنجے اور چنگال کی مانند ناخن عطا کئے گئے، جو شکار کو پکڑنے کی مکمل صلاحیت رکھتے ہیں کہ جو صنعت کے لیئے ہرگز مناسب نہیں۔

(3) گھاس کھانے والے جانور: جو نہ صاحب صنعت ہیں اور نہ شکاری لہٰذا ان میں سے بعض کو ایسے سم عطا کئے جن میں شگاف ہے، تاکہ ان حیوانات کو چرتے وقت زمین کی سختی کا سامنا نہ کرنا پڑے اور بعض کے پاؤں انسان کے پاؤں سے شباہت رکھتے ہیں تاکہ یہ جانور زمین پر ٹھہر سکیں

اور اُن سے باربرداری کی جاسکے ۔ اے مفضل ، ؔکر کرواس تدبیر پر کہ جو گوشت کھانے والے جانوروں کی خلقت میں استعمال ہوئی ہے ، تیز دانت ، چھوٹی مگر ؔکم انگیاں اور وسیع و بزرگ منہ انہیں عطا کیا گیا ، یہ اس لئے کہ ان کی ؔزا گوشت ہے لہـذا انہیـں اس طرح کے اعضاء و جوارح عطا ہے کہ جو شکار کرنے میں ان کے مدد گار ہوں۔ جیسا کہ بالکل یہی بات تم اُن پرندوں میں دیکھتے ہو جـو درندہ صفت ہیں، کہ ان کے لئے ؔی خصوصی چنگال خلق کیا گیا ہے تاکہ شکار کو پکڑنے اور پھاڑنے کے کام آئے ، اگر گھـاس کھـانے والے جانوروں کو جو نہ شکار کرتے ہیں اور نہ ہی گوشت کھاتے ہیں ، شکاری پرندوں کی طرح چنگال عطا کیا جاتا تو ان کے پاس یہ ایـک زائد اور فضول چیز ہوتی کہ جس کی انہیں بالکل ضرورت نہیں ، بالکل اس طرح یہ بات ؔی حکمت سے خالی ہوتی کہ اگر اُن حیوانـات کو کہ جو درندہ صفت ہیں وہ چیزیں عطا نہ کی جاتی کہ جن کے وہ محتاج ہیں یعنی وہ چیزیں جن کے ذریعے وہ شکار کرکے اپنی زنـدی بسر کرتے ہیں ، کیا تم نہیں دیکھتے کہ ان جانوروں کے لئے تمام اُن چیزوں کو فراہم کیا گیا ہے جو ان کے لئے مناسـب اور ضـروری تھیں یا یوں کہا جائے کہ جن کے اندر ان کی بقاء اور بھلائی ؔی۔

(چوپائے)

اب ذرا چوپاؤں پر غور کرو کہ کس طرح اپنے والدین کی اتباع کرتے ہیں اور مستقل راہ چلتے ہیں اور حرکت کرنے میں مشـغول رہتے ہیں اور ؔرگز اپنی زندی میں والدین کے حمل و نقل اور ان کی تربیت کے محتاج نہیں ہوتے جس طرح سے انسان اپنی زنـدی میں والدین کی تربیت کا محتاج ہوتا ہے ایسا اس لئے ہے کہ چوپاؤں کی ماں کہ پاس وہ سب کچھ نہیں ہوتا کہ جو انسان کی ماں کے پـاس موجود ہے، مثلاً ؔلم تربیت، ہاتھوں اور انگیوں کی قوت اور کیوں کہ یہ تمام چیزیں حیوان کے پاس موجود نہیں لہذا اُن کے بچـوں کـو ایسی قوت عطا کی کہ وہ خود مستقل طور پر کھڑے ہوتے ہیں اور بغیر ماں کی مدد کے راہ چلتے

ہیں اور بالکل اسی چیز کا مشاہدہ تم بہت سے پرندوں میں بھی کروگے ، مثلاً خانگی مرغی، تیتر اور قبج[1] وغیرہ کے بچے انڈے سے باہر آتے ہیں اور راہ چلنے لگتے ہیں اور دانہ چگتے ہیں لیکن وہ پرندے کہ جو ان سے زیادہ ضعیف اور لاغر ہیں کہ جن میں نہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی صلاحیت ہے اور نہ پرواز کی مثلاً پالتو کبوتر، جنگلی کبوتر اور حمّر [2] کے بچے، کہ ان کی ماں کے دل میں ان کی اتنی زیادہ محبت رکھی کہ تم اس بات کا مشاہدہ کرو گے کہ وہ خود اپنے بچوں کے منہ میں غذا دیتی ہے اور غذا دینے کا یہ عمل اُس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک اِن کے بچے خود غذا کو چگنے کی صلاحیت پیدا کرلیں اور وہ خود مستقل ہوجائیں کبوتر کو خانگی مرغی کی طرح بچے بھی زیادہ عطا نہ کئے تاکہ وہ اپنے تمام بچوں کی پرورش اچھی طرح کرسکے، اور وہ فاسد ہو کر ہلاک ہونے سے محفوظ رہیں یہ خداوند حکیم و خبیر کی عظیم تدبیر ہے کہ اُس نے ہر ایک کو وہی تمام چیزیں عطا کیں جو اس کے لئے شائستہ اور مناسب ہیں۔

(چوپاؤں کی حرکت)

اے مفضل۔ ذرا حیوانات کے پاؤں کی طرف دیکھو کہ جب وہ راہ چلتے ہیں تو دونوں پاؤں دو دو کرکے آگے بڑھاتے ہیں کہ اگر ایک ایک کرکے آگے بڑھاتے تو راہ چلنا ان کے لئے دشواری کا باعث بنتا اس لئے کہ حیوانات راہ چلتے وقت بعض کو حرکت اور بعض پاؤں پر تکیہ کرتے ہیں اور جن حیوانات کے دو پاؤں ہیں وہ ایک پاؤں کو حرکت اور دوسرے پاؤں پر تکیہ کرتے ہیں ، چوپائے جن دو پاؤں کو حرکت دیتے ہیں وہ اُن دو پاؤں سے مختلف ہیں کہ جن پر وہ تکیہ کرتے ہیں اس لئے کہ اگر وہ اگلے دو پاؤں کو

---

(1)۔ چکور کی طرح مرغی کی ایک قسم۔

(2)۔ سرخی مائل پرندہ۔

حر ت دیتے اور پچھلے دو پاؤں پر تکیہ کرتے یا اس کے خلاف ہوتا تو جانور کسی بھی صورت میں زمین پر نہیں ٹھہر سکتا تھا، جس طرح سے تخت کہ اگر اس کے ایک طرف کے دونوں پائے نکال لیے جائیں تو تخت فوراً زمین پر گر جائے اسی وجہ سے حیوانات راہ چلتے وقت دائیں ہاتھ اور بائیں پیر، بائیں ہاتھ اور دائیں پیر کو ایک ساتھ حر ت دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ زمین پر ٹھہرے رہتے ہیں اور نہیں گرتے۔

(حیوانات کس طرح اپنے سر کو انسان کے سامنے جھکائے ہوئے ہیں)

اے مفضل۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ گدھا چکی کو چلاتے وقت اپنی کس قدر قوت اُس میں لگاکر وزن کھینچتا ہے۔ گھوڑا، کس طرح اپنے سر کو انسان کے سامنے جھکائے ہوئے ہے۔ اونٹ، اگر فرار کرنے پر آجائے تو کوئی مرد اس کی طاقت کا مقابلہ نہیں کرسکتے لیکن کس طرح ایک بچہ کی مانند مطیع و فرمانبردار دکھائی دیتا ہے، اور بالکل اسی طرح بیل کہ جو انتہاء قوی اور طاقت ور ہے، مگر کس طرح اپنے مالک کے سامنے سرتسلیم خم کئے ہوئے فرمانبردار بنا ہوا ہے کہ کھیتی باڑی کے سخت تختے کو اپنی گردن پر بار کئے ہوئے زراعت کا کام انجام دیتا ہے، گھوڑا کس طرح تیروں اور تلواروں کے درمیان ٹھہرا رہتا ہے اور وہ اپنے مالک کی اس بات پر راضی ہے کہ وہ اسے اس کام میں استعمال کرے اور بھیڑوں کا ریوڑ کہ جسے ایک آدمی چراتا ہے کہ اگر یہ ریوڑ منتشر ہوجائے اور ان میں سے ہر ایک الگ سمت فرار کرے تو چرواہا انہیں کبھی جمع نہیں کر سکتا، اور اس قسم کے دوسرے تمام حیوانات جنہیں انسان کا مطیع بنایا گیا ہے۔

اے مفضل کیا تمہیں معلوم ہے کہ آخر وہ انسان کے سامنے کیوں کر اپنا سر جھکائے ہوئے ہیں؟

اس لئے کہ وہ عقل و فکر نہیں رکھتے کہ اگر وہ عقل و فکر رکھتے تو بہت سے کاموں کو انجام نہ دیتے اونٹ اپنے مالک، بیل اپنے مالک اور گوسفند اپنے ریوڑ سے فرار کرجاتا اور اس کے علاوہ یہ کہ یہ تمام جانور انسان کے خلاف ایک ہوجاتے، اور انسان کو ہلاک کردیتے کہ جب شیر، بھیڑیا، چیتا اور ریچھ سب

ایک ہوجاتے تو کون ان کے مقابلہ میں ٹھہرتا، اب ذرا غور کرو کہ خداوند متعال نے کس طرح انہیں یہ سب کرنے سے روکا ہوا ہے بجائے اس کے کہ انسان ان سے ڈرتے وہ انسان سے ڈرتے ہیں اور اس سے دور بھاگتے ہیں اور فقط اپنی غذا کی تلاش میں رات کے وقت باہر نکلتے ہیں ۔

ہاں، وہ اس قدر قوی اور طاقتور ہونے کے باوجود بھی انسان سے ڈرتے ہیں اور انسان کی طرف رُخ نہیں کرتے ورنہ یہ انسان کو تنگ کرکے رکھ دیتے۔

(کتّے میں صفتِ مہر و محبّت)

اے مفضل۔تمام حیوانات میں سے کتے کو اپنے مالک کے لئے ایک خاص مہر و محبت عطا کی ہے تاکہ وہ اپنے مالک کی حفاظت کرے، اور یہ کتا گھر میں بھی آمدو رفت رکھتا ہے اور یہ خاص طور پر رات کی تاریکی میں اپنے مالک کو خوف و ہراس سے بچاتا ہے اور اس کی محبت اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ اپنے مالک کے قدموں پر اپنی جان قربان کردیتا ہے، اور نہ فقط مالک سے بلکہ مالک کے مال سے بھی اُلفت رکھتا ہے اور اس کی الفت کی انتہاء تو یہ ہے کہ اگر اسے بھوکا رکھا جائے اور اس پر شدید ظلم کیا جائے تو بھی صبر کا مظاہرہ کرتا ہے، کتے میں اس صفت اُلفت و محبت کو اس لئے پیدا کیا گیا ہے تاکہ وہ انسان کے لئے حفاظت کا کام انجام دے، اسی لئے کتے کے بدن کو اس قسم کے آلات مثلاً تیزدانت، درندہ جیسے چنگال اور خوفناک آواز عطا کی تاکہ چور اُس جگہ جانے سے اجتناب کرے اور خوف محسوس کرے کہ جہاں کتا پہرہ دے رہا ہو۔

(حیوانات کی شکل و صورت)

اے مفضل ، اب ذرا حیوانات کی شکل و صورت پر غور کرو آنکھیں سامنے چہرے پر قرار دی گئی ہیں تاکہ تمام چیزوں کو آسانی سے دیکھ سکیں اور سامنے کی کسی چیز سے نہ ٹکرائیں یا یہ کہ گڑھے میں گرنے سے محفوظ رہیں اور ان کے منھ کو نیچے کی طرف کھلنے والا بنایا کہ اگر ان کا منھ بنی انسان کے منھ کی طرح سامنے کی طرف کھلتا تو وہ ہرگز زمین سے کسی بھی چیز کو نہیں اُٹھا سکتے تھے، مگر کیا تم نہیں دیکھتے کہ انسان اپنے منھ سے چیزوں کو اُٹھا کر نہیں کھا سکتا بلکہ غذا کھانے میں اپنے ہاتھوں سے مدد لیتا ہے ، اور یہ وہ فضیلت و برتری ہے جو انسان تمام کھانے والوں پر رکھتا ہے ، اور کیوں کہ حیوانات کے ہاتھ نہیں کہ وہ غذا کو زمین سے اُٹھا کر کھا سکیں لہٰذا اُن کے منھ کو نیچے کی طرف کھلنے والا بنایا تاکہ گھاس کو زمین سے اُٹھا سکیں اور اُن کے ہونٹوں میں ایسی قوت کو رکھا کہ جس کی مدد سے وہ نزدیک اور دور پڑی ہوئی چیزوں کو بہ آسانی اپنی طرف کھینچ سکتے ہیں۔

(جانوروں کو دُم کی ضرورت)

اے مفضل۔ جانوروں کی دُم اور اس کے فائدہ سے عبرت حاصل کرو، یہ دُم حیوان کی شرمگاہ پر پردے کی مانند ہے کہ جو اسے چھپائے ہوئے ہے اور دُم کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ حیوان کے شکم اور شرمگاہ کا درمیانی حصہ آلودہ ہوتا ہے جس پر مکھیاں اور مچھر جمع ہوتے ہیں اور یہ دُم انہیں اس جگہ سے دور کرنے کے عمل کو انجام دیتی ہے اور پھر حیوانات دُم کو حرکت دینے سے راحت و سکون محسوس کرتے ہیں اس لئے کہ جانور چاروں ہاتھوں پیروں پر کھڑے ہوتے ہیں، اگے دو ہاتھ بدن کا

وزن اُٹھاتے ہیں جن میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی لہٰذا حیوانات دُم کو دائیں اور بائیں حر ت دے کر راحت و کون حاصل کرتے ہیں۔ دُم میں حیوانات کے لئے اور ۔ِی بہت سے فائدہ ہیں جن کے ادراک سے عقل قاصر ہے کہ جو ضرورت پڑنے پر ظاہر ہوتے ہیں مثلاً اس وقت کہ جب حیوان دلدل وغیرہ میں پھنس جائے تو دُم سے بہتر دوسری کوئی چیز نہیں جس سے پکڑ کر اُسے کھینچ یا جائے اور دُم کے بالوں میں ۔ِی انسان کے لئے بہت سے فائدہ ہیں جس سے انسان اپنی ضرورت پوری کرتا ہے، خداوند متعال نے اس کی کمر کو ہموار وقرار دیا اور پھر اسے ہاتھ اور پاؤں پر کھڑا کیا تاکہ سواری اورباربرداری کے کام آسکے اور ا س کی شرمگاہ کو پشت سے نمایاں رکھا تاکہ اس کے نر کو مقاربت کرتے وقت پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے کہ اگر اس کی شرمگاہ ۔ِی زیر شکم عورت کی طرح ہوتی تو اس کا نر اس سے رگز مقاربت نہیں کر کتا تھا، کیا تم نہیں دیکتے کہ حیوان اپنی مادہ کے ساتھ روبرو ہو کر مقاربت نہیں کرکتے جس طرح انسان اپنی زوجہ کے ساتھ کرتا ہے۔

(ہاتھی کی سونڈ حیرت انگیز عمل)

اے مفضل۔ غور وفکر کرو ہاتی کی سونڈ اور اس میں استعمال شدہ لطیف تدبیر پر کہ وہ غذا کو اُٹھا کر منھ میں لے جانے کے لئے ہاتھ کی مانند ہے کہ اگر یہ نہ ہوتی تو ہاتی کسی ۔ِی چیز کو زمین سے اُٹھا کر نہیں کھا کتا تھا، اس لئے کہ ہاتی دوسرے حیوانات کی طرح گردن نہیں رکھ تا کہ جسے زمین کی طرف بڑھائے پس گردن نہ ہونے کی وجہ سے اُسے لمبی سونڈ عطا کی گئی تاکہ اس کی مدد سے وہ اپنی ضروریات کو پورا کرسکے، پس کون ہے وہ ذات جس نے اُس عضو کے عوض کہ جو موجود نہیں دوسرا عضو عطا کیا جو اُس کی کمی کو پورا کرتاہے؟ سوائے اس کے اور کوئی نہیں جو اپنی خلق پر رؤف و مہربان ہے پھر کس طرح سے اس عمل کو اتفاق کا نتیجہ کہا جائے جس طرح سے ستمگران کہتے ہیں۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ہاتھی کو دوسرے چوپاؤں کی طرح گردن کیوں نہ عطا کی گئی؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ ہاتھی کا سر اور کان بہت وزنی ہیں کہ اگر یہ گردن کے اوپر ہوتے تو گردن کو توڑ ڈالتے اور ناکارہ بنادیتے، لہذا خداوند متعال نے ہاتھی کے سر کو دھڑ سے جوڑدیا، تاکہ ہاتھی کو سر اور کان کی سنگینی کا سامنا کرنا نہ پڑے اور سونڈ کو گردن کی جگہ قرار دیا تاکہ وہ غذا کو کھا سکے گویا حیوان کو گردن نہ ہونے کی صورت میں اسے ایک ایسی چیز عطا کی جو اس کی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔

اب ذرا دیکھو کہ کس طرح ہاتھی کی مادہ کی شرمگاہ کو زیر شکم قرار دیا کہ جب یہ مقاربت چاہتی ہے تو اس کی شرمگاہ ابھر کر آشکار ہوجاتی ہے تاکہ اس کا نر اس کے ساتھ مقاربت کرسکے۔ عبرت حاصل کرو اس سے کہ کس طرح ہاتھی کی مادہ کی شرمگاہ کو زیر شکم دوسرے چوپاؤں کے برخلاف قرار دیا پھر اس میں اس خصلت کو رکھا کہ وہ اس عمل کے لئے تیار رہے کہ جس میں اس کی نسل کی بقاء ہے۔

(زرافہ، خداوند عالم کی قدرت عظیم شاہکار)

اے مفضل۔ زرافہ کی خلقت ، اس کے مختلف اعضاء اور اس کے اعضاء کی دوسرے حیوانات کے اعضاء سے شباہت پر غور کرو کہ اس کا جسم گھوڑے کی مانند، اس کی گردن اونٹ کی مانند،اس کے پاؤں گائے کی طرح اور اس کی کھال چیتے کی سی ہے۔ خداوند حکیم سے غافل بعض افراد یہ کہتے ہیں کہ اس قسم کے حیوانات مختلف نر و مادہ کے ملاپ کی وجہ سے وجود میں آتے ہیں اور ایسا اس وقت ہوتا ہے کہ جب جانور پانی پینے کے لئے دریاؤں اور ندیوں کا رخ کرتے ہیں اور وہاں یہ جانور مستی میں آجاتے ہیں اور مقاربت کرتے ہیں جس کے نتیجے میں اس قسم کے جانور وجود میں آتے ہیں دراصل ان کا مطلب یہ ہے کہ زرافہ اور اس قسم کے دوسرے جانور درحقیقت ئی جانوروں کی مقاربت کا نتیجہ ہیں، اس قسم کی گفتگو کرنا انکی غفلت اور نادانی کا ثبوت ہے جبکہ اس قسم کے حیوانات ایک دوسرے سے ہرگز مقاربت

نہیں کرتے ، نہ گھوڑا اونٹ سے، اور نہ اونٹ گائے سے مقاربت کرتا ہے، سوائے ان چند حیوانات کے جو ایک دوسرے کی شبیہ ہیں جو آپس میں ایک دوسر سے مقاربت کرتے ہیں ، جیسے گھوڑا ، گدھے کے ساتھ مقاربت کرتا ہے کہ جس کے نتیجے میں خچر وجود میں آتا ہے، اور بھیڑیا بجو کے ساتھ مقاربت کرتا ہے کہ جس کے نتیجے میں سمع [1] وجود میں آتا ہے تو پس ان حیوانات کے ملاپ سے جو نئی جانور وجود میں آتے ہیں وہ ان دونوں کی شبیہ تو ہوتے ہیں مگر اس طرح نہیں کہ ایک عضو ایک جانور کی شبیہ اور دوسرا عضو دوسرے جانور کی شبیہ ہو کہ جیسا کہ زرافہ میں مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ ایک عضو گھوڑے کی طرح ، دوسرا عضو اونٹ کی طرح اور تیسرا عضو گائے کی طرح، بلکہ وہ جانور جو دو مختلف ملاپ سے وجود میں آتے ہیں وہ ان دونوں کی شبیہ ہوتے ہیں بالکل اُسی طرح جس طرح سے تم خچر میں اس چیز کا

مشاہدہ کرتے ہو کہ اس ،سر، کان، اور پیر گدھے اور گھوڑے کے متوسط ہیں اور اس کی آواز گدھے اور گھوڑے کی آواز سے مل کر بنی ہے، پس زرافہ میں اس قسم کی چیز کا نہ ہونا اس بات پر دلیل ہے کہ وہ ئی جانوروں کے ملاپ سے وجود میں نہیں آیا جس طرح سے جاہل و غافل افراد گمان کرتے ہیں ۔

(بندر انسان کی شبیہ)

اے مفضل۔ فکر کرو بندر کی خلقت اور اُس کی شباہت پر جو وہ انسان سے بہت سے اعضاء میں رکھتا ہے، ان اعضاء سے مراد سر وصورت ، کندھا اور سینہ ہے اور بندر کے جسم کا اندرونی حصہ بھی انسان کے جسم کے اندرونی حصے سے شباہت رکھتا ہے اور بندر ایک خصوص شباہت جو انسان سے رکھتا ہے وہ اس کا ادراک اور ذہن ہے جس کے ذریعے وہ اپنے مالک کے اشارے کو سمجھتا ہے اور وہ انسان کے بہت

----

(1)۔ بجو کی طرح کا ایک جانور

سے کاموں کی حکایت کرتا ہے مختصر یہ کہ بندر کی خلقت انسان کی خلقت سے شباہت رکھتی ہے اس قسم کی حکمت و تدبیر اس جانور میں اس لئے رکھی ہے تاکہ انسان اس سے عبرت حاصل کرے اور اس بات کو جان لے کہ اس کی طینت بھی حیوانات میں سے ہے اور ان کی خلقت بھی حیوانات کی خلقت سے مشابہ ہے ، اگر وہ شرف و فضیلت جو خداوند عالم نے اپنے فضل وکرم سے عقل و ذہن وفکر و نطق کے ذریعہ انسان کو عطا نہ کیا ہوتا تو انسان جانوروں کی شبیہ ہوجاتا یقینا بندر کے جسم میں کچھ چیزیں ایسی پائی جاتی ہیں کہ جو اسے انسان سے جدا کرتی ہیں مثلاً نیچے کی طرف جھکنے والا منھ، لمبی دُم اور وہ بال جو بندر کے تمام جسم کو ڈھانپے ہوئے ہیں اگر بندر کا ذہن ،انسان کے ذہن کی مانند ، اس کی عقل ،انسان کی عقل کی طرح ، اس کی قوت نطق ، انسان کی قوت نطق کی طرح ہوتی تو کچھ زیادہ چیزیں اُسے انسان سے جدا کرنے میں رکاوٹ نہ بنتیں ، پس انسان اور بندر کے درمیان درحقیقت اگر کوئی فرق ہے تو وہ بندر کے ناقص العقل اور قوت نطق کے نہ ہونے میں ہے۔

(حیوان کا لباس اور جوتے)

اے مفضل۔ ذرا غور کرو خداوند متعال کے لطف و کرم پر کہ کس طرح اُس نے حیوانات کو بالوں پشم اور کُھر کا لباس زیب تن کیا ہےتاکہ یہ لباس انہیں سردی اور دوسری آفتوں سے محفوظ رکھے، اور انہیں سموں کی مدد سے پاؤں کی برہنگی سے محفوظ کیا کیوں کہ وہ ہتھیلی اور انگلیاں نہیں رکھتے کہ جس کے ذریعے جوتے کی سلائی کر سکیں، لہذا اُن کی خلقت ہی میں انہیں ایسا جوتا پہنایا کہ جب تک وہ زندہ ہیں وہ جوتا بھی باقی ہے اور اس کے بدلے وہ نیا جوتا پہننے کی ضرورت نہیں رکھتے، لیکن انسان کیوں کہ اہل فن ہے اس کی ہتھیلی اور انگلیاں اس قسم کے کاموں کو انجام دے سکتی ہیں وہ اپنا لباس سیتا ہے انہیں مختلف حالات کے تحت بدلتا رہتا ہے اور اس میں اس کے لئے کئی فائدے بھی ہیں من جملہ یہ کہ وہ

باس بنانے کی مصروفیت کی وجہ سے عبث اور بیہودہ کاموں سے بچا رہتا ہے اور اس کا اس کام میں مصروف رہنا اسے شرارت اور سرکشی سے بچاتا ہے اور باس کے اتارنے اور پہننے میں اس کے لئے راحت و سکون ہے۔ اور پھر انسان اپنے لئے کئی قسم کے باس تیار کرکے اپنے لئے زینت و خوبصورتی فراہم کرتا ہے، مختصر یہ کہ انہی کاموں میں اس کے لئے لذت و آرام ہے اور پھر جوتے کی صنعت میں اس کے لئے ذریعہ معاش کا بندوبست ممکن ہے کہ وہ کام کرکے اپنے اہل و عیال کی پرورش کرے ، خلاصہ یہ کہ بال، پشم ، کُرک حیوانات کے لئے باس اور سُم جوتے کی جگہ ہیں۔

(حشرات الارض اور درندوں مرتے وقت حیرت انگیز عمل)

اے مفضل۔ چوپاؤں کی عجیب و غریب خلقت پر غوروفکر کرو کہ کس طرح مرتے وقت اپنے آپ کو پوشیدہ کرتے ہیں جس طرح سے انسان اپنے مردوں کو دفن کرتا ہے پس اگر ایسا نہیں ہے تو پھر کہاں ہیں اُن وحشی درندوں کے لاشے کہ جو دکھائی نہیں دیتے اور وہ اس قدر کم تعداد میں بھی نہیں کہ جس کی وجہ سے وہ دکھائی نہ دیتے ہوں اور اگر کسی نے کہا کہ وہ تعداد میں انسانوں سے زیادہ ہیں تو اُس نے جھوٹ نہیں کہا، وہ سب جو تم بیابان اور پہاڑوں پر دیکھتے ہو ذرا شمار کرو اور اُن سے عبرت حاصل کرو جیسے ہرنوں کا گروہ، پہاڑی اور جنگلی گائیں، بارہ سنگھا، پہاڑی بکریاں اور اس قسم کے دوسرے وحشی درندے جیسے شیر، چیتا، بھیڑیا، وغیرہ اور مختلف اقسام کے حشرات الارض اور کیڑے مکوڑے اور اسی طرح مختلف قسم کے پرندے جیسے کوا، کبوتر، بطخ، سارس اور دوسرے ایسے پرندے کہ جو درندہ صفت ہیں (جیسے عقاب وغیرہ) کہ جب وہ مرتے ہیں تو دکھائی نہیں دیتے مگر ایک یا دو کہ جنہیں شکاری شکار کرلیتا ہے، یا کوئی درندہ انہیں پھاڑ دیتا ہے، ہاں جب یہ حیوانات اپنے اندر موت کے اثرات کو محسوس کرتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو ایک پناہ گاہ کی طرف کھینچتے ہیں اور مخفی ہوجاتے ہیں اور وہیں مرجاتے

ہیں ، اگر ایسا نہ ہوتا تو بیابان حیوانات کے لاشوں سے پُر ہوجاتے اور ان کی بدبو سے ہوا فاسد ہوجاتی اور مختلف بیماریاں وجود میں آتیں، ذرا غور کرو اس امر پر کہ جس کی رسائی انسان تک ہابیل و قابیل کے قصے سے ہوئی کہ خداوند متعال نے کوے کو اس بات پر مأمور کیا کہ وہ قابیل کو بتائے کہ وہ اپنے قتل ئے ہوئے بھائی کی لاش کو زمین میں دفن کرے اور اولاد آدم اس طرح عمل انجام دے، پس کس طرح حیوانات کی طبیعت میں اس غریزہ کو رکھا گیا تاکہ انسان ان کے ناگزیر اثرات سے محفوظ رہے۔

(گوزن[1] پیا ہونے پر حیرت انگیز عمل)

اے مفضل۔ بعض حیوانات کی ہوشیاری اور ان کی چالاکی پر غور کرو جو خداوند متعال نے اپنے لطف و کرم سے انہیں عطا کی تاکہ اس کی کوئی مخلوق اس کی نعمتوں سے محروم نہ رہ جائے جانوروں کی یہ چالاکی اور ہوشیاری خود ان کی عقل اور تأمل سے نہیں بلکہ تمام چیزیں اس مصلحت کی وجہ سے ہیں کی جو ان کی خلقت میں استعمال ہوئی ہے۔

اب ذرا دیکھوکہ یہ گوزن جو سانپ کو کھاتا ہے اور کھانے کے بعد شدید پیاسا ہوجاتا ہے لیکن پھر بھی پانی پینے سے اپنے آپ کو روکتا ہے اس لئے کہ وہ ڈرتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ زہر اس کے سارے بدن میں سرایت کرجائے، اور اسے ہلاک کردے پس وہ پیاس کی شدت سے پانی کے گڑھے کے کنارے کھڑا رہتا ہے اور آہ وبکا کرتا ہے لیکن پھر بھی پانی پینے سے اپنے آپ کو روکتا ہے کہ اگر پانی پی لے تو اسی وقت ہلاک ہوجائے، اب ذرا غور کرو اس جانور کی طبیعت پر کہ جو موت کے ڈر سے تشنگی کے

----

(1)بارہ سنگھا،جنگلی گائے،وغیرہ

غالب ہونے کے باوجود پانی نہیں پیتا اور یہ وہ مرحلہ ہے کہ جہاں شاید صابر انسان بھی اپنے آپ پر قابو نہ پاسکے۔

(لومڑی کس چالاکی سے اپنی غذا حاصل کرتی ہے)

اے مفضل۔ لومڑی کے ہاتھ جب غذا نہیں لگتی تو وہ اپنے آپ کو مردہ جیسا بناکر لیٹ جاتی ہے اور اس طرح پیٹ میں ہوا بھرتی ہے کہ پرندے یہ سمجھیں کہ وہ مردہ ہے ، اور جیسے ہی وہ لومڑی پر بیٹھتے ہیں تاکہ وہ اسے پھاڑ ڈالیں اور کھالیں تو ایسی صورت میں لومڑی بلافاصلہ ان پرندوں پر جھپٹتی ہے اور ان کا شکار کرلیتی ہے وہ کون ہے جس نے بے زبان و بے عقل لومڑی کو یہ حیلہ و چالاکی سکھائی؟ سوائے اس کے کہ جو اس کی روزی کا ذمہ دار ہے، کہ وہ اسے اس حیلہ و چالاکی اور دوسرے وسیلہ کے ذریعہ روزی پہنچاتا ہے اس لئے کہ لومڑی دوسرے حیوانات کی طرح اپنے شکار کے سامنے مقابلہ کی قوت نہیں رکھتی، لہٰذا اسے زندگی بسر کرنے کے لئے یہ حیلہ و چالاکی سکھائی۔

(دریائی سور کے غذا حاصل کرنے کا طریقہ کار)

اے مفضل۔ دریائی سور جب یہ چاہتا ہے کہ کسی پرندہ کا شکار کرے تو اس کی چالاکی یہ ہوتی ہے کہ وہ مچھلی کا شکار کرتا ہے اور اسے مار دیتا ہے اور پھر اس کے شکم کو اس طرح چاک کرتا ہے کہ وہ پانی پر باقی رہے اور خود اُس کے نیچے چھپ جاتا ہے اور آہستہ آہستہ پانی کو ہلاتا رہتا ہے کہ وہ پانی کے نیچے دکھائی نہ دے، اور انتظار کرتا ہے یہاں تک کہ پرندہ مچھلی کے لاشے پر بیٹھتا ہے کہ اُسے کھالے ایسی صورت میں دریائی سور بلافاصلہ اس پرندہ پر جھپٹتا ہے اور اس کا شکار کرلیتا ہے ، اے مفضل۔ ذرا اس حیلہ و

چالاکی پر غور کرو کہ کس طرح خداوند متعال نے حیوان کو کھائی جس میں اس کی بھلائی ہے۔

(بادل اژدھا پر موکّل کی مانند)

مفضل کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی، اے میرے آقا و مولا اب آپ مجھے اژدھا اور بادل کے بارے میں بتائیے ، آپ - نے فرمایا: بادل اژدھا پر موکل کی مانند ہے کہ جہاں کہیں اسے پاتا ہے اپنی طرف کھینچتا ہے جس طرح سے مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے، لہذا اژدھا بادل کے ڈر سے سر زمین سے باہر نہیں نکالتا مگر یہ کہ جب سخت گرمی ہو یا پھر آسمان بادل سے خالی ہو۔

میں نے عرض کی کہ آخر بادل کو اژدھا پر کیوں کر موکل بنایاگیا ہے؟ کہ اژدھا بادل کے ہونے کے انتظار میں رہتا ہے اور بادل جب کہیں اژدھا کو پاتا ہے اسے اپنی طرف کھینچتا ہے؟

امام - نے فرمایا: ایسا اس لئے ہے تاکہ لوگ اژدھا کے ضرر سے محفوظ رہیں ، مفضل کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی اے میرے آقا ومولا آپ نے میرے لئے وہ کچھ بیان فرمایا کہ جس سے عبرت حاصل کرنے والے لوگ عبرت حاصل کرتے ہیں اب آپ میرے لئے شہد کی مکھی ، چیونٹی اور پرندوں کے بارے میں کچھ بیان فرمائیں۔

(چیونٹی کی خلقت)

آپ نے فرمایا: اے مفضل ذرا غور کرو چیونٹی کے حقیت اور اس کے اس قدر چھوٹے ہونے پر۔ کیا تم اُس کی خلقت میں کوئی نقص پاسکتے ہو کہ اسے اُس چیز کی ضرورت ہو جس میں اُس کی بھلائی ہے؟ اب ذرا بتاؤ کہ آخر یہ صحیح تقریر و تدبیر کس کی طرف سے ہے؟ کیا یہ تدبیر کے علاوہ کوئی دوسری چیز ہو سکتی

ہے کہ جو چھوٹی اور بڑی چیزوں میں یکساں طور سے مشاہدہ کی جاتی ہے۔ اے مفضل۔ غور کرو چیونٹی اور اس کے گروہ پر کہ وہ کس طرح غذا کو فراہم کرتی ہیں تم دانے اٹھانے میں ان کی جماعت کو انسان کی جماعت کی طرح پاؤگے بلکہ چیونٹی اس عمل میں انسانوں سے بھی زیادہ چست و چالاک ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ دانے کو اٹھانے اور حمل کرنے میں انسانوں کی طرح ایک دوسرے کی مدد کرتی ہیں ، پھر وہ دانے کو حمل کرنے کے بعد دو حصوں میں تقسیم کردیتی ہیں تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دان زمین میں اگ جائے، اور فاسد ہوجائے اور اگر کوئی رطوبت یا پانی وغیرہ اس کے سوراخ تک پہنچ جائے تو وہ دانے کو سوارخ سے باہر لے آتی ہیں اور اُس وقت تک اُسے سورج کی روشنی میں رکھتی ہیں جب تک وہ خشک ہو جائے اس کے علاوہ یہ کہ چیونٹی اپنے گھر کو زمین کی سطح سے بلند بناتی ہے تاکہ کہیں ایسانہ ہو کہ وہ گرفتارِ سیلاب ہوکر غرق ہوجائے۔ یہ تمام چیزیں وہ جانور انجام دیتا ہے کہ جس کے پاس عقل و فکر کا خزانہ موجود نہیں لیکن یہ خداوند عالم کا لطف ہے کہ اس نے یہ تمام چیزیں اس کی طبیعت میں رکھیںہیں۔

(اسد الذّباب اور مکڑی شکار کرنا)

اے مفضل ۔ ذرا غور کرو اس چھوٹے سے جانور پر کہ جسے اُسد الذباب کہتے ہیں۔ اور غور کرو اس کے اس حیلہ و چالاکی پر کہ جس کے ذریعہ یہ اپنی زندگی بسر کرتا ہے اس لئے کہ تم اسے دیکھو گے کہ جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ مکھی اُس کے پاس بیٹھی ہے تو وہ اپنے آپ کو اس طرح چھوڑدیتا ہے کہ جیسے وہ مردہ ہے کہ جو حرکت نہیں کر سکتا، یہاں تک کہ وہ جان لیتا ہے کہ مکھی مکمل طور پر اس سے غافل ہوگئی ہے تو وہ آہستہ آہستہ مکھی کی طرف حرکت شروع کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے آپ کو مکھی کے اتنا نزدیک کرلیتا

---

(1) مکڑی کی طرح کا ایک چھوٹا سا جانور جواکثر گھروں میں بھی دکھائی دیتا ہے۔

ہے کہ اگر وہ مکھی پر جھپٹے تو وہ بہ آسانی اُس تک پہنچ جائے اور اسی لمحہ وہ بلا فاصلہ اُس پر جھپٹتا ہے اور اُسے پکڑ لیتا ہے، اور اُسے پکڑتے ہی اپنے آپ کو اُس میں الجھا دیتا ہے، اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مکھی اس کی گرفت سے فرار ہوجائے اور پھر مکھی کو اس وقت تک اس حالت میں رکھتا جب تک کہ وہ محسوس کرے کہ وہ سست و ضعیف پڑگئی ہے، پھر اُسے ٹکڑے ٹکڑے کرکے کھالیتا ہے، اور اس طریقہ سے وہ اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔

اور اب ذرا مکڑی کو دیکھو کہ وہ جالے کو اس لئے بناتی ہے تاکہ مکھی کو اُس میں پھنسا کر اس کا شکار کر سکے، وہ خود اس جالے کے اندر بیٹھ کر مکھی کے آنے کا انتظار کرتی ہے اور جیسے ہی مکھی اس پر بیٹھتی ہے وہ فوراً اُس پر حملہ آور ہوتی ہے اور اس کا حملہ اس قدر صحیح ہوتا ہے کہ وہ سیدھی مکھی پر گرجاتی ہے اور اس طرح وہ اپنی زندگی کی مشین کو چلاتی ہے۔ اسد الذباب کا شکار کرنا، شکاری کتے کے شکار کی مانند ہے اور مکڑی کا شکار کرنا ایسا ہے جیسا کہ شکاری رسی پھینک کر شکار کرتا ہے، ذرا غور کرو اس چھوٹے اور ضعیف جانور پر کہ کس طرح اس کی طبعیت میں اس چیز کو رکھا کہ جس تک کوئی انسان بھی بغیر فن و حیلہ اور رسی کے استعمال کے بغیر نہیں پہنچ سکتا، پس کسی بھی چیز کو حقارت کے نگاہ سے مت دیکھو جبکہ تم اس سے عبرت حاصل کر رہے ہو، جیسے چیونٹی اور اس قسم کے دوسرے جانور اس لئے کہ یہ بھی چھوٹی چیزوں کے ذریعہ بڑی نشانیوں کو ظاہر و آشکار کیا جاتا ہے، اور وہ اس لحاظ سے بڑی چیزوں سے کم نہیں جیسا کہ دینار جو سونے کا سکہ ہے جب اس کا مثقال کے ذریعہ وزن کیا جائے تو اس کی قدر و قیمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

(پرندے کی خلقت)

اے مفضل۔ ذرا پرندوں کے جسم اور ان کی خلقت پر غور کرو، کیونکہ ابتداء ہی سے انکی طبعیت میں پرواز کو رکھا ہے ۔ لہذا ان کے جسم کو ہلکا بنایا، تمام جانوروں کو چار پاؤں عطا کئے مگر انہیں دو پاؤں عطا

ئے اور چار سے لے کر پانچ تک انگلیاں اور پیشاب و فضلہ کے خارج ہونے کے لئے ایک سوراخ رکھا اور پھر اس کے سینے کو ابھرا ہوا پیدا کیا تاکہ ان کے لئے ہوا کا کاٹنا آسان ہوجائے۔ جیسا کہ کشتی بھی اسی طرز پر بنائی جاتی ہے، تاکہ پانی کو کاٹ کر آگے بڑھ سکے اور اس کے لئے دو بازو اور دم عطا کی کہ جو پروں سے ڈھکی ہوئی ہے جو اسے بلند پرواز کرنے میں مدد دیتی ہے اور پھر اس کے جسم کو بھی پروں سے ڈھانکا تاکہ ہوا پروں میں داخل ہوکر جسم کو ہلکا بنادے، اور کیونکہ ان کے کھانے کا طریقہ یہ رکھا گیا کہ دانے اور گوشت کو بغیر چبائے نگلیں، لہذا انہیں دانت عطا نہ کئے گئے انہیں تیز و سخت چونچ عطا کی جس کی مدد سے وہ غذا کو اٹھاکر جلدی سے نگل لیتے ہیں لہذا ان کے بدن میں اس قدر حرارت رکھی گئی جو غذا کو ان کے بدن میں پکا کر ہضم کردیتی ہے اس طرح وہ غذا کو چبا کر کھانے سے بے نیاز ہو جاتے ہیں اس مطلب کو اس بات سے سمجھا جا سکتا ہے کہ انگور کا دانہ انسان کے جسم سے ثابت باہر آجاتا ہے، لیکن پرندوں کے جسم میں ہضم جاتا ہے۔اور اس کے اثرات دیکھنے میں نہیں آتے اور پھر یہ طے پایا کہ پرندے انڈے دیں بچے نہ دیں تاکہ انہیں اڑنے میں سنگینی کا سامنا کرنا نہ پڑے اس لئے کہ اگر بچہ اس وقت تک ان کے جسم میں رہتا جب تک کہ وہ کمل ہوجائے تو مسلم طور پر ان کا جسم وزنی ہوجاتا ، جو اڑان میں رکاوٹ کا سبب بنتا، پس اس نے اپنی ہر مخلوق میں وہ ہی تدبیر استعمال کی جو اس کے لئے مناسب تھی، اور کیونکہ پرندوں کے لئے یہ بات طے ہوچکی تھی کہ وہ ہوا میں پرواز کریں، لہذا انہیں انڈوں پر بیٹھنا سکھایا۔ ان میں سے بعض ایک ہفتہ بعض دو ہفتہ اور بعض تین ہفتے بیٹھتے ہیں، یہاں تک کہ بچہ انڈے سے باہر آجاتا ہے اور جب بچہ انڈے سے باہر آجائے تو اس کی ماں اس وقت تک اس کے منہ میں ہوا بھرتی ہے جب تک وہ خود غذا حاصل کرنے کے قابل ہوجائے اور پھر مسلسل اس کی تربیت میں لگی رہتی ہے اور اس کے لئے غذا فراہم کرتی ہے کہ جس سے اس کی زندگی بسر ہوتی ہے۔ آیا وہ کون ہے؟ جس نے پرندوں کو اس بات کا ذمہ دار ٹھہرایا کو وہ دانوں کو چگیں اور انہیں جمع کرنے کے

بعد اپنے بچوں کے لئے غزا فراہم کریں؟ کس لئے وہ مشقتوں اور مشکلوں کو برداشت کرتے ہیں ، جبکہ وہ صاحب عقل و فکر نہیں اور نہ ہی وہ اپنے بچوں سے کسی قسم کی آرزو رکھتے ہیں کہ وہ ان کی مستقبل میں عزت ،ان کے نام اور ان کی رسم و رواج کو باقی رکھنے والا ہے، یہ بات اس چیز پر دلیل ہے کہ حیوانات کو اپنے بچوں کے لئے مہربان ایک ایسے سبب کے خاطر بنایا گیا ہے کہ جسے خود حیوانات نہیں جانتے اور نہ اس بارے میں سوچتے ہیں اور وہ سبب ان کی بقاء اور دوام نسل ہے اور یہ فقط خداوند متعال کا لطف ہے کہ جس کا ذکر بند و بالا ہے۔

(خانگی مرغی)

اے مفضل۔ ذرا غور کرو مرغی کے انڈے دینے اور اپنے بچوں کی پرورش کرنے پر اگر انڈے دینے کے بعد ان کے پاس کوئی آشیانہ نہ ہو تو وہ شور و غل کرتی ہے اور غزا کھانا بھی چھوڑ دیتی ہے یہاں تک کہ اُس کا مالک یا صاحب خانہ اس کے لئے انڈوں کو جمع کرتا ہے اور وہ انڈوں کو اپنے پروں میں لے لیتی ہے تاکہ انڈوں سے چوزے باہر آجائیں ۔ آخر کیوں اس میں یہ حالت و کیفیت پیدا ہوجاتی ہے سوائے اس کے کہ اس کی نسل باقی رہے ، آخر وہ کون ہے جو اس سے دوام نسل چاہتا ہے جبکہ وہ نہ صاحب عقل ہے اور نہ صاحب فکر ، اس عمل کو غریزہ کے طور پر اس میں رکھا گیا ہے۔

(انڈے کی بناوٹ)

اے مفضل۔ ذرا غور کروانڈے کی بناوٹ اور اُس کی زردی پر کہ جو قدرے سخت ہے اور سفیدی پر جو باریک ہے اس میں سے کچھ بچے کے وجود کے لئے اور کچھ اس کی غزا کے لئے ہے ، یہاں تک کہ بچہ

انڈے سے با ر آجائے ، اب ذرا غور کرو اس تدبیر پر کہ جب بچہ ایک کم خول کے اندر ہے کہ جہاں کوئی راہ نہیں، ایسے میں اس کے لئے ضروری ہے کہ کوئی زا ہو جو اُس کے خول سے با ر آنے تک اُس کی فالت کرے، بالکل اس شخص کی طرح جسے کسی قید خانہ میں قید کردیا گیاہو، کہ ایسی صورت میں کوئی چیز اُس تک نہیں پہنچ کتی ، تو اسے صرف اتنا کھانا دیا جاتا ہے کہ جب تک وہ قید خانہ سے با ر آئے، وہ کھانا اس کے لئے کافی ہو۔

(پرندوں حو لہ)

اے مفضل۔ ذرا پرندے کے حوصلہ اور جو کچھ اُس کے مقدر ہوا اُس پر غور کرو، کیونکہ پرندے کی معدہ تک زا پہنچنے کی جگہ بہت باریک ہے لہذا اُس میں زا آہستہ آہستہ نفوذ کرتی ہے پس اگر وہ پرندہ دوسرا دانہ اُس وقت تک نہ چگتا جب تک کہ پہلا دانہ معدہ تک نہ پہنچ جائے، تو ایسے میں پرندہ رگز سیر نہ ہوتا اور بھوکا رہ جاتا لہذا اس طرح تدبیر کو رکھا گیا ہے کہ پرندہ شدت حرص سے جلدی جلدی دانہ چگتا ہے ، اور جو یلا (پوٹا) اس کے آگے کا ہوا ہے اس میں جمع کرتا رہتا ہے ، پھر وہ یلا(پوٹا) اُس جمع شدہ زا کو آہستہ آہستہ معدہ کی طرف بھیجتا ہے، پرندہ کے لئے اس یے میں ایک اور فائدہ ٰی ہے اور وہ یہ کہ بعض پرندے ا پنے بچوں کو زا دیتے ہیں لہذا ایسے میں زا کو پ ٹانا آسان ہوجاتا ہے۔

(حیوانات میں اختلاف رن و شکل اتفاق نتیجہ نہیں ہے)

مفضل کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی اے میرے آقا و مولا بہت سے لوگ یہ خیال کرتے ہیں حیوانات میں رنگ و شکل کا اختلاف ان کے مختلف حیوانات سے ملاپ کا نتیجہ ہے اور یہ سب حض

اتفاق کا نتیجہ ہے امام - نے ارشاد فرمایا: اے مفضل، یہ تم مور ، اورمرغ کے پروں پر جو مساوی درجہ بدرجہ نقش دیکھتے ہو یہ نقش ایسے ہیں جیسا کہ قلم سے نقاشی کی گئی ہو یہ کس طرح سے مختلف جانوروں کے ملاپ اور اتفاق کا نتیجہ ہو سکتے ہیں،جب کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی شبیہ ہیں ، اور کسی بھی قسم کا اختلاف نہیں رکھتے یہی بات اس چیز کی طرف اشارہ ہے کہ اگر یہ اتفاق کا نتیجہ ہوتے تو ان میں برابری نہ پائی جاتی اور وہ ایک دوسرے سے مختلف ہوتے۔

(پرندے کے پر کی بناوٹ)

اے مفضل۔ پرندے کے پر ، پر غور کرو کہ تم اُسے اس طرح بنا ہوا پاؤ گے، جس طرح سے باس بنا جاتا ہے کہ بعض پروں کو بعض میں پیوست کیا ہوا ہے، جیسا کہ دھاگے کے اندر دھاگہ اور بال کے اندر بال پیوست ہوتا ہے اور پھر تم ذرا اُس کی ساخت پر تو غور کرو کہ ذرا سا کھینچنے سے کھل جاتا ہے لیکن ایسے نہیں کہ بالکل ہی اُس سے جدا ہوجائے، یہ نظام اس لئے رکھا گیا ہے تاکہ پرندوں کے پر میں ہوا داخل ہوسکے اور جب وہ اڑنا چاہتا ہو تو اسے بلند پرواز کرنے میں آسانی ہو اور تم پروں کے اندر ایک کم و مضبوط نلی پاؤگے جس پر پروں کو بنایا گیا ہے ، تاکہ اس کی سختی محفوظ رہے، اور یہ نلی سخت ہونے کے باوجود درمیان سے خالی ہے، تاکہ وہ ہلکی رہے اور پرندے کو اُڑنے میں دشواری کا سامنا کرنا نہ پڑے۔

(بعض پرندوں کے لمبے پاؤں ہونے کی علت)

اے مفضل۔ کیا تم نے لمبے پاؤں والے پرندہ کو دیکھا ہے؟ اور کیا تم جانتے ہو کہ اس کے لمبے پاؤں میں اس پرندہ کے لیئے کیا منفعت و فائدہ ہے؟ ایسا اس لئے ہے کہ یہ پرندہ ایسی جگہ زندگی بسر

کرتا ہے جہاں پانی فراوانی سے پایا جا تا ہے اور وہ اُس دیدبان کی طرح ہے جو ب ند مقام سے مسلسل پانی میں دیکھ رہا ہے اور جب وہ کسی ایسی چیز کو دیکھ تا ہے کہ جو اس کی زا ہے تو بہت ہی آرام سے اُس تک پہنچ جاتا ہے ۔ اگر اس کے پاؤں چھوٹے ہوتے، اور وہ اپنے شکار کی طرف حر ت کرتا تو ا س کا شکم پانی سے لگتا جس سے پانی ہتا، اور شکار کو فرار کرنے کا موقع مل جاتا اور شکار فرار ہوجاتا ،لہذا اس پرندے کے لئےلمبے پاؤں خلق ئے گئے تاکہ وہ اپنی ضرورت کو پورا کرسکے اور اسے اپنی ضرورت کو پورا کرنے میں کسی ی قسم کی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے ذرا غور کرو، پرندوں کی مختلف تدابیر پر تم جس پرندے کےلمبے پاؤں اور لمبی گردن دیکھتے ہو یہ اس لئے تاکہ وہ اپنی زا کو زمین سے اُٹھا کیں اور اگر ان پرندوں کے پاؤںلمبے اور گردن چھوٹی ہوتی تو یہ رگز اپنی زا کو زمین سے نہیں اُٹھا کتے تھے،اور اس کی لمبی چونچ اور لمبی گردن کی وجہ سے یہ کام اُس کے لئے بالکل آسان اور ممکن ہوجاتا ہے۔

(چڑیا روزی کی تلاش میں)

اے مفضل۔ ذرا غور کرو، چڑیا کس طرح سارا دن روزی کی تلاش میں رہتی ہے اور اس کے لئے اس کی روزی نہ نایاب ہوتی ہے اور نہ ر جگہ موجود بلکہ جدوجہد کے بعد وہ اسے تلاش کرتی ہے اور بالکل اسی طرح دوسری تمام وق ، شک پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات کہ جس نے روزی میں اس اندازہ تدبیر کو رکھا اور اُسے رگز چڑیا کی دسترس سے با ر قرارنہ دیا اس لئے کہ اس نے اپنی لق کو حاجتمند بنایا ہے اور نہ اس طرح رکھا کہ وہ ر جگہ فراوانی سے موجود ہو اور وہ بآسانی اُس تک پہنچ جائے اگر اس طرح کی تدبیر نہ کی جاتی تو خود اس میں چڑیا کے لئے بھلائی نہ ن، کیونکہ اگر پرندے اپنی زا کو ایک جگہ پاتے تو وہ سب وہاں جمع ہوجاتے اور اس قدر زا کھاتے کہ انہیں بدہضمی ہوجاتی، اور اس طرح وہ ہلاک ہوجاتے اور اسی طرح اگر انسان ی اپنی روزی کو حاصل کرنے میں مشغول نہ رہتا تو سر ک

ہوجاتا، فساد زیادہ ہوتے اور خواہشات ظا ری طور پر پ یل جاتیں۔

(رات میں باہر نکلنے وا لے جانوروں کی غذا)

اے مفضل۔ کیا تم جانتے ہو ان پرندوں کی غزا جو رات کو با ر نکلتے ہیں۔ مثلاً ، الّو، چمگاڈر اور ز ریلے جانور مثلاً، سانپ ، بچھو وغیرہ ۔ کیا ہے؟ مفضل کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی جی نہیں۔ آپ نے فرمایا: ان جانوروں کی غزا وہ چیزیں ہیں جو رات کو فضا میں منتشر دکھائی دیتی ہیں مثلاً پھر، تتلی ، ٹڈی، شہد کی مکھی اور اس قسم کے دوسرے حشرات ۔ اس لئے کہ یہ حشرات فضا میں ہمیشہ اور ر وقت موجود ہیں اور کوئی جگہ ان سے خالی نہیں، اس بات کا امتحان تم اس طرح کرسکتے ہو کہ جب تم تاق میں یا گھر کے کسی بَن کونے میں چراغ جلاتے ہو تو ان میں سے اکثر چراغ کے گرد جمع ہوجاتے ہیں ۔ اب ذرا یہ بتاؤ یہ سب کہاں تھے، نہ یہ کہا جا کتا ہے کہ یہ سب نزدیک سے آئے ہیں ، اور اگر کوئی یہ کہے کہ یہ سب بیابان اور صحراء سے آئے ہیں تو ان کے جواب میں کہا جائے گا کہ کس طرح انہوں نے اس وقت اتنی بڑی راہ کو طے کیا اور کس طرح اتنی دور سے اُس چراغ کو دیکھا کہ جو گھر میں روشن ہے جبکہ دیوار یں گھر کا احاطہ ئے ہوئے ہیں ، پس ایسی صورت میں ان سب کا چراغ کے گرد جمع ہونا اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے کہ حشرات ر وقت اور ر جگہ فضا میں منتشر ہیں اور جب الّو ، چمگاڈر اوران جیسے دوسرے پرندے رات کو با ر نکلتے ہیں تو انہیں غزا کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ ذرا غور کرو ان پرندوں کی غزا جو رات کے علاوہ با ر نہیں نکلتے ، ان حشرات کے ذریعہ فراہم کی ہے تو پس اس قسم کے حیوانات کی خلقت کے راز کو جان لو کہ جن کے بارے میں بہت سے لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کی پیدائ زائد اور فضول ہے۔

(چمگادڑ کی عجیب و غریب خلقت)

اے مفضل۔ چمگادڑ کی خلقت بڑی عجیب و غریب ہے اس کی یہ خلقت چوپاؤں اور پرندوں سے شباہت رکھتی ہے، اس لیئے کہ چمگادڑ کے دو کان (جو باہر نکلے ہوئے ہیں) دانت اور بال ہوتے ہیں اور دوسرے تمام ممالیہ جانوروں کی طرح یہ بچے دیتی ہے اور پیشاب کرتا ہے اور جب راہ چلتا ہے تو دو ہاتھ اور دو پاؤں کی مدد سے راہ چلتا ہے اور یہ تمام اوصاف پرندہ کے اوصاف کے برخلاف ہیں چمگادڑ ان پرندوں میں سے ہے کہ جو رات کے وقت باہر آتے ہیں، اور اپنی غذا کو ان چیزوں سے حاصل کرتے ہیں جو فضا میں منتشر ہوتی ہیں مثلاً پروانہ وغیرہ ۔

اے مفضل۔ اس کے بارے میں بعض لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ وہ غذا نہیں کھاتا بلکہ اس کی غذا ہوا ہے، حالانکہ ان کا یہ کہنا دو طرح سے غلط ہے اول یہ کہ وہ پیشاب و فضلہ کرتا ہے اور یہ عمل بغیر غذا کھائے ناممکن ہے اور دوم یہ کہ وہ دانت رکھتا ہے اگر وہ ان دانتوں سے کوئی چیز نہیں کھاتا تو اس کے دانتوں کا ہونا بے معنی ہے، جبکہ خلقت میں کوئی چیز بھی بے معنی نہیں،یقینا اس جانور کے فائدے بہت معروف ہیں یہاں تک کہ اس کا فضلہ بہت سے کاموں اور دواؤں میں استعمال ہوتا ہے اور سب سے زیادہ نفع اس کی عجیب و غریب خلقت کا ہونا ہے کہ جو خالق دو جہاں کی قدرت پر دلالت کرتی ہے کہ وہ جس کو جس چیز میں جس طرح چاہے استعمال کرتا ہے جس میں خود اُس چیز کی مصلحت ہے۔

(ابن نمرہ [1] کی شجاعت)

اے مفضل۔ اور اب اس چھوٹے سے پرندہ کو دیکھو کہ جسے ابن نمرہ کہتے ہیں کہ جو درخت میں آشیانہ بنا کر اُس سانپ کو دیکھ رہا ہے کہ جو منہ کھولے اس کے آشیانہ کی طرف بڑھ رہا ہے تاکہ وہ ابن نمرہ اور اس کے بچوں کو نگل لے کہ اس حالت میں یہ پرندہ بے چین وپریشان ہوتا ہے اور اپنے دفاع کے لئے کوئی راہ تلاش کرتا ہے کہ اچانک اس پرندہ کی نگاہ اُن زہر آلود کانٹوں پر پڑتی ہے کہ جنہیں حسکہ کہا جاتا ہے یہ پرندہ فوراً ان کانٹوں کو اٹھاتا ہے اور سانپ کے منھ میں ڈالنا شروع کردیتا ہے اور سانپ ان کانٹوں میں الجھ جاتا ہے اور دائیں اور بائیں لوٹ لگاتا ہے اور اسی حالت میں مرجاتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر یہ بات میں تمہیں نہ بتاتا تو کیا یہ بات تمہارے یا کسی اور کے خیال میں آسکتی تھی کہ ایک حسکہ سے اتنا بڑا فائدہ اور ایک چھوٹے سے پرندہ سے اتنے بڑے عمل کی توقع کی جا سکتی ہے اے مفضل ۔ اس واقعہ اور قسم کی دوسری چیزوں سے عبرت حاصل کرو کہ جن میں اتنے عظیم فائدے ہیں جو لوگ نہیں جانتے ، مگر یہ کہ کوئی حادثہ رونما ہوا یا انہیں کوئی بات بتائی جائے۔

(شہد کی مکھی)

اے مفضل۔ ذرا غور کرو شہد کی مکھیوں پر کہ وہ کس طرح سے شہد کو فراہم کرنے کے لئے چھے کونے کا گھر بنانے کے لئے جمع ہوتی ہیں، اور جو کچھ تم اِس میں دیکھتے ہو یہ سب کام بہت زیادہ باریک بینی سے

---

(1) مینا کی طرح کا چھوٹا سا پرندہ

انجام پاتے ہیں اور اگر تم اُس کا بہت غور سے مشاہدہ کرو تو تم اس عمل کو حیرت انگیز اور نرم اور نازک پاؤ گے۔اور اگــر تــم اس کی بناوٹ پر نگاہ کرو تو یہ ایک بڑا کام ہے کہ جس کی قدر وقیمت لوگوں کے درمیان بہت زیادہ ہے لیکن اگر تم اس کے بنانے وا لے کی طرف نگاہ کرو تو اُسے جاہل اور ـکر سے خالی پاؤ گے کہ وہ اپنے ہی متعلق ـکر نہیں رکھتی، چہ جائیکہ وہ دو سری چیزوں کے بــارے میں ـکر کرے پس یہ چیز اس بات پر دلالت ہے کہ اس صنعت میں حکمت اور حسن عمل کا وجود شہد کی مکـ ن کا کمال نہیں بلکہ یہ۔ کمال اس ذات کا ہے جس نے اس حیوان کو اس حالت پر پیدا کیا اور یہ کام شہد کی مکـ ن کو کھایا۔

(ٹڈی ضعف اور قوت)

اے مفضل۔ ذرا غور کرو ٹڈی کے ضـ ف اور قوت پر اگر تم اس کی خلقت پر غور کرو تو اسے ضعیف ترین پاؤگے لیکن اگــر یہ لشکر کی صورت میں شہر کا رُخ کریں تو کوئی ـ ن چیز انسانوں کو ان سے نہیں بچا ـکتی یہاں تک کہ اگر کوئی بادشاہ اپنی سوار و پیــادہ فوج کو اس بات پر معمور کرے کہ وہ شہر کو ٹڈیوں سے حفوظ رکھے،تو وہ فوج کس ـ ن صورت میں اس اَمر پر قابو نہیں پا ـکتی تو کیــا یہ بات خالق دو جہاں کی قدرت پر دلالت نہیں کہ اگر وہ ضعیف ترین ـوق کو قوی ترین ـوق کی طرف بھیجے تو وہ اس ســے دفــاع نہیں کر ـکتی ، ذرا غور کرو کہ وہ کس تیزی کے ساتھ مسافرت کرتی ہیں ایسے ہی جیسے کہ سیلاب تمام بیابان، پہاڑوں اور شہر کو لپیٹ میں لے لیتا ہے اور یہ ٹڈیاں اس قدر زیادہ ہوتی ہیں کہ اپنی کثرت کی وجہ سے فضا کو تاریک اور سورج کی روشنی کو روک لیتی ہیں اگــر یہ سب ہاتھ سے بنائی جائیں تو متواتر اور ایک طویل زمانہ کے بعد ـ ن تمام ـوق ان کی بناوٹ سے فارغ نہیں ہو پــاتی پــس اس چیــز سے اس خداوند متعال کی قدرت پر استدلال کرو جسے کوئی چیز عاجز نہیں کر ـکتی، اور کوئی قدرت و طاقت اس کی قدرت و طاقت ســے بالاتر نہیں۔

(مچھلی کی ساخت اور اس کی ٘ ت)

اے مفضل ، ذرا غور کرو مچھلی کی خلقت ، اس کی ساخت اور اس کے ماحول سے اس کی مطابقت پر ، مچھلی بغیر ہاتھ و پاؤں کے خلق ہوئی ہے اس لئے کہ وہ راہ چلنے کی محتاج نہیں کیونکہ اُس کا مسکن پانی ہے ، مچھلی بغیر پھیپھڑوں کے خلق ہوئی ہے اس لئے کہ سانس لینے کی قدرت نہیں رکھتی اگرچہ وہ پانی کی گہرائیوں میں جاتی ہے، مچھلی کو ہاتھ اور پاؤں کے بدلے دو کم پر عطا ئے ہیں کہ جنہیں پانی میں مارتی ہے بالکل اُسی طرح جس طرح سے ملاح چپوؤں کو کشتی کے دونوں طرف مارتا ہے ، مچھلی کے بدن کو کم چھلکوں سے ڈ کا گیا ہے کہ جو آپس میں اس طرح پیوست ہیں جس طرح سے زرہ کے حلقے آپس میں ایک دوسرے میں پیوست ہوتے ہیں ، تاکہ مچھلی کو آفتوں اور مختلف ضرر سے بچا کیں اور اس کے سونگھنے کی قوت کو بہت زیادہ قوی بنایا ، اس لیئے کہ اس کی آنکھیں ضعیف ہیں اور پانی بَں دیکھنے میں مانع ہے پس مچھلی اپنی غزا کی بو کو دور سے محسوس کرلیتی ہے اور اس کی طرف کھنچی چلی جاتی ہے اور اگر ایسا نہیں تو پھر کس طرح مچھلی اپنی غزا کو پہچانتی ہے اور اس تک پہنچ جاتی ہے ، جان لو کہ مچھلی کے منھ میں کان کے طرف ایک سوراخ ہے کہ جس کے ذریعہ مچھلی مسلسل پانی کو منھ میں بھرتی ہے اور دوسرے سوراخ کو جو اس کے کان کے دوسری طرف ہے ، پانی کو باہر پھینک دیتی ہے۔ اسی طرح مچھلی اس عمل سے وہ راحت و سکون محسوس کرتی ہے جو دوسرے جانور عمل تنفس کے ذریعہ محسوس کرتے ہیں ، اب ذرا مچھلی کی کثرت نسل پر غور کرو کہ جو اس کے لیئے مخصوص ہے ، تم دیکھو گے کہ ایک مچھلی کے شکم میں اس قدر انڈے ہیں کہ جن کی تعدا شمار ہے ، اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر حیوانات کی غزا مچھلی ہے حتی درندے بَں مچھلی کے شکار کے ارادہ سے پانی کے کنارے آتے ہیں اور اس کے انتظار میں پانی میں بیٹھے رہتے ہیں کہ جیسے ہی وہاں سے مچھلی کا گذر ہوتا ہے بلافاصلہ اُس پر جھپٹ پڑتے ہیں تو بس جب

درندے ، پرندے ، انسان اور مچھلی ، مچھلی کو کھاتی ہے تو اس طرح کی تدبیر کو بروئے کار لایا گیا ہے کہ مچھلی کثرت سے پیدائی جائے ۔اے مفضل ، اگر تم یہ چاہتے ہو کہ خالق حکیم کی وسعت حکمت اور اس کی رزق کے بارے میں کچھ جانو تو ان چیزوں اور حیوانات پر غور کرو کہ جو دریا میں اپنی زندی بسر کرتے ہیں مثلاً مختلف اقسام کی مچھلیوں ۔ آبی حیوانات۔ صدف اور اس قسم کی دوسری بے شمار چیزیں اور مزید اس کے بے شمار فائدوں پر غور کرو کہ جنہیں وقتاً فوقتاً ہی جانا جا سکتا ہے جیسا کہ لال رنگ کو اس وقت دریافت کیا کہ جب ایک کتا دریا کے کنارے گھوم رہا تھا کہ اچانک اس نے ایک گھونگے کو پکڑ کر کھا یا کہ جس سے اس کا منہ لال ہوگیا اور یہ رنگ لوگوں کو دیکھنے میں اچھا لگا اور انہوں نے اسے رنگ کے لئے منتخب کر یا اور اس قسم کے دوسرے آبی حیوانات کہ جن کی مدد سے انسان مختلف چیزوں کو دریافت کرتا ہے۔

مفضل کا بیان ہے کہ یہاں وقت زوال آپہنچا ، امام علیہ السلام نماز کے لئے کھڑے ہوگئے اور آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تم کل صبح سویرے میرے پاس آجاؤ (انشاء اللہ) جو کچھ حضرت نے مجھے عطا کیا اس پر میں بہت ہی خوشحال واپس پلٹا اور حضرت کی انتہا محبت پر نہایت مسرور تھا۔ اور خداوند متعال کی عطا پر اس کی شکر کر رہا تھا ، میں اس رات شاد و مسرور سوگیا۔

(روز سوم)

مفضل کا بیان ہے کہ جب تیسرا دن ہوا میں صبح سویرے ہی اجازت لینے کے بعد امام - کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، آپ نے مجھے بیٹھنے کو کہا تو میں بیٹھ گیا، پھر امام - نے ارشاد فرمایا: شک تمام تعریفیں خداوند متعال کے لئے ہیں کہ جس نے ہمیں اپنے تمام بندوں پر منتخب فرمایا، اور ہم سے زیادہ کسی کو عزت و شرف نہ بخشا اُس نے ہمیں اپنے علم کے لئے منتخب کیا اور اپنے حلم سے ہمیں قوت عطا کی، جو بھی ہم سے جدا ہوا جہنم اس کا گھر ہے اور جو ہم سے متمسک رہا جنت اس کا مسکن ہے۔

اے مفضل۔ تمہارے لئے انسان کی خلقت ، اس کی تدبیر ، مختلف اعتبار سے اس کے احوال ، نیز حیوان کی خلقت کے بارے میں وضاحت کر چکا ہوں اور اب میں تمہارے لئے آسمان ، سورج، چاند، ستارے ، فلک، شب وروز، سردی و گرمی، ہواؤں ، موسم، زمین ، آب وہوا،آگ، بارش پتھر، پہاڑ ، پھول ، معدن، نباتات، نخل و درخت اور جو کچھ ان میں دلائل عبرت ہیں، بیان کرتا ہوں۔

(آسمان رنگ بھی حکمت خالی نہیں)

اے مفضل۔ آسمان کے رنگ اور اس میں استعمال شدہ حسن تدبیر پر غور کرو، یہ رنگ آنکھوں کی تقویت کے لئے سب سے بہتر رنگ ہے یہاں تک کہ اطباء بھی اُس شخص کو جس کی آنکھوں کی روشنی کم ہوجائے ۔ نصیحت کرتے ہیں کہ وہ آبی ،آسمانی مائل سیاہی کو زیادہ تر دیکھے، اور بھی ماہرین ضعیف البصر افراد کو ایسے آبی طشت دیکھنے کی ہدایت کرتے ہیں کہ جو پانی سے پرہو، ذرا غور کرو اس بات پر کہ کس طرح خداوندمتعال نے آسمان کے رنگ کو آبی مائل سیاہ بنایا تاکہ آنکھیں آسمان کو زیادہ دیکھنے کے نقصان سے محفوظ رہیں، ہاں ، وہی چیز جس تک لوگ بہت زیادہ تحقیق و تجربہ کے بعد پہنچتے ہیں ، وہ خلقت میں پہلے ہی سے دکھائی دیتی ہے اور یہ اس حکیم کی حکمت کا کمال ہے تاکہ عبرت حاصل کرنے

والے لوگ عبرت حاصل کریں ، اور ملحدین اُس میں حیران ہوکر رہ جائیں۔

خدا ،انہیں ہلاک کرے، کہ یہ لوگ کس طرف منحرف ہوتے ہیں۔

(سورج طلوع و غروب ہونا)

اے مفضل ٖفکر کرو، سورج کے طوع و غروب ہونے اور مسلسل شب وروزکے وقوع پذیر ہونے پر کہ اگر سورج نہ ہوتا ، تو دنیا کے تمام کام بگڑ کر رہ جاتے، اور انسان کی زندگی کبھی بھی خوشگوار نہ گذرتی اس لئے کہ وہ روشنی جیسی نعمت سے محروم ہوتا، روشنی کی قدر وقیمت اور اس کے فائدے اس قدر ہیں کہ جن کے بارے میں زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں، اور اب ذرا سورج کے غروب ہونے پر فکر کرو کہ اگر سورج غروب نہ ہوتا تو لوگوں کو چین وآرام اور قرار نہ ہوتا، اس لئے کہ وہ ایک ایسی چیز کی ضرورت محسوس کرتے کہ جو ان کے چین و سکون کا باعث ہو ، جس کے وسیلے سے ان کے بدن کو آرام ، حواس کو قوت، اور قوت ہاضمہ غذا کو تمام بدن میں منتشر کرسکے ، اس کے علاوہ یہ کہ اگر ہمیشہ دن ہوتا تو لوگوں کی حرص و چاہت انہیں اس بات پر مجبور کرتی کہ وہ اپنے کام کو جاری رکھیں، یہاں تک کہ ان کے بدن تھک کر چور چور ہوجاتے، اس لئے کہ بہت سے لوگ مال کے اس قدر حریص ہیں کہ اگر رات کی تاریکی ان کے کاموں میں مانع نہ ہوتی تو انہیں کبھی قرار و آرام نہ آتا، اس کے علاوہ سورج کی مسلسل گرمی کی وجہ سے زمین اس قدر گرم ہوجاتی کہ زمین پر زندگی بسر کرنے والے تمام حیوانات و نباتات ختم ہوکر رہ جاتے ، پس اس لئے خداوند متعال نے سورج میں اس طرح کی تدبیر رکھی کہ کبھی طوع ہوتا ہے اور کبھی غروب بالکل اُس چراغ کی مانند کہ جو اہل خانہ اپنے کام وغیرہ کے لئے جلاتے ہیں اور جب وہ اپنی ضرورت کو پورا کرلیتے ہیں تو اسے بجھا دیتے ہیں، تاکہ یہ عمل اہل خانہ کے لئے آرام و سکون کا باعث ہو، خلاصہ یہ ہے کہ نور وظلمت جو ایک دوسرے کی ضد ہیں ، خداوند متعال نے انہیں کائنات کی مخلوق کے لئے فلاح و بہبود کا وسیلہ قرار دیا ہے۔

(چار فصلوں کے فوائد)

اے مفضل۔ اس کے بعد سورج کی حر ت پر غور و فکر کرو کہ جس کے نتیجے میں چار فصلیں وجود میں آتی ہیں کہ جو حکمت خالق دوجہاں کا منہ بولتا ثبوت ہیں ۔

سردی: سردی میں درختوں کی با نی حرارت حفوظ رہتی ہے جس سے پھلوں میں مواد پیدا ہوتا ، ہوا غلیظ ہوجاتی ہے ، بارش اور بادل وجود میں آتے ہیں ، حیوانات کے بدن قوی و کم ہوجاتے ہیں۔

بہار: بہار میں وہ مواد جو سردی میں پھلوں کے اندر حفوظ رہ جاتا ہے اور درختوں میں پیدا ہوچکا ہوتا ہے ، اپنے اندر حر ت پیدا کرتے ہوئے ، پھول ، پھل اور پودے کی شکل میں ظا ر ہوتا ہے، درختوں پر سبزہ چھا جاتا ہے، اور حیوانات مقاربت کے لئے تیار ہوجاتے ہیں۔

گرمی: اور گرمیوں میں ہوا کی شدت کی وجہ سے پھل پک جاتے ہیں، حیوانات کے بدن سے رطوبت و فضلہ دور ہوجاتا ہے ، زمین کی رطوبت خشک ہوجاتی ہے ، جس کی وجہ سے زمین عمارت، اور گھر بنانے کے لئے ر طرح سے مناسب ہوتی ہے۔

خزاں: خزاں میں ہوا صاف، بیماریاں دور اور بدن صحیح و سالم ہوجاتے ہیں، اور خزاں میں راتیں اس قدر لمبی ہوتی ہیں کہ جن میں بہت سے کام انجام دیئے جاسکتے ہیں اور اس میں ہوا صاف ، خشک اور ضرر ہوتی ہے، اور اس موسم میں دوسرے اس قدر فائدے موجود ہیں کہ اگر وہ سب تمہارے لئے بیان کروں تو گفتگو کافی طولانی ہوجائے ں۔

(گردشِ آفتاب)

اب ذرا فکر کرو، آفتاب کے بارہ بُرجوں میں منتقل ہونے پر جس کے سبب سال وجود میں آتے ہیں، اور اُس تدبیر پر غور کرو جو خداوند متعال نے ان کی سالانہ گردش میں رکھی ہے ،جس سے چار فصلیں ، سردی، بہار، گرمی، خزاں وجود میں آتی ہیں کہ جو پورے سال پر محیط ہیں ، اس کی اس طرح تدبیر کی گئی ہے کہ وہ روز اول ہی سے مشرق سے طلوع کرے اور مغرب کی سمت تابانی کرتا ہوا واپس پلٹے، اور مختلف مقامات کو اپنے نور سے بہرہ مند کرتا ہوا مغرب کی جانب سیر کو جاری رکھ کر ان مقامات پر تابانی کرے کہ جہاں اس نے روز اول تابانی نہیں کی تھی ، پس اس عمل کے نتیجے میں دنیا کا کوئی نقطہ ایسا نہیں بچتا کہ جو سورج کی روشنی اور اس کے فائدوں سے بہرہ مند نہ ہوتا ہو، اگر سورج سا ل میں کچھ مدت یا چند سال کے لئے اپنے معین شدہ نظام کے خلاف عمل کرے، تو لوگوں کا عجیب و غریب حال ہوجائے بلکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ سورج کے نہ ہونے پر لوگ زندہ رہیں کیا دنیا وا لے نہیں دیکھتے کہ یہ تمام کام بہت اہمیت کے حامل ہیں کہ جن میں بنی نوع انسان کا کوئی دخل نہیں ، سورج اپنے ایک معین شدہ مدار پر حرکت کرتا ہے اور کسی بھی صورت اس کی خلاف ورزی نہیں کرتا، اور نہ ہی کسی بھی قسم کی مشکل اور موانع سے دوچار ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ عالم کی بھلائی اور جو کچھ اس میں ہے ، اس کی بقاء کے لئے ہے۔اس گردش میں دانے اور میوہ جات پک جاتے ہیں اور پھر دوبارہ رشد ونما شروع کرتے ہیں ، کیا تم نہیں دیکھتے کہ ایک سال آفتاب کی سیر حمل سے حمل تک کے اندازہ کے برابر ہے، سال اور چار فصلوں کے وسیلے ہی سے زمانہ کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور یہ وہ نظام ہے کہ جسے خدا نے ابتداء ہی میں منظم و مرتب کیا کہ اب جو بھی زمانہ آئندہ وجود میں آئے وہ اس نظام کے تحت ہو اور اسی وسیلہ سے لوگ اپنے امور طے کرتے ہیں۔ مثلاً معین شدہ زمانہ کے وسیلہ سے لوگ اپنے معاملات طے کرتے ہیں، سورج ہی کی سیر کی وجہ سے زمانہ مکمل ہوتا ہے اور وقت کا صحیح حساب و اندازہ لگایا جاتا ہے۔

(تابش آفتاب)

اے مفضل۔ ذرا غور کرو سورج کی تابانی پر کہ کیسی تدبیر اس میں کار فرما ہے کہ اگر وہ آسمان کے ایک نقطہ پر ظاہر ہوتا اور وہیں رک جاتا، اور ذرہ برابر اپنی جگہ سے حرکت نہ کرتا تو ہرگز اس کی شعاعیں اور اس کے دوسرے فوائد تمام نقاط پر ظاہر نہ ہوتے، اس لئے کہ پہاڑ اور دیواریں اس کے درمیان حائل ہوجاتی۔

(چاند میں نمایاں دلیلیں خداوند تعالیٰ پر دلالت کرتی ہیں)

اے مفضل۔ ذرا چاند پر غور کرو اُس میں ایسی نمایاں دلیلیں موجود ہیں جو خداوند متعال پر دلالت کرتی ہیں ، چاند میں لوگوں کے لئے ایک بہت عظیم رہنمائی پوشیدہ ہے جس کے وسیلے سے لوگ سال کے قمری مہینوں کو پہچانتے ہیں ، چاند کے وسیلے سے سال شمسی کو نہیں پہچانا جا سکتا اس لئے کہ اس کی گردش چار گانہ فصلوں سے مطابقت نہیں رکھتی، اور نہ ہی پھلوں کی نشوونما، انہیں کاٹنے یا اتارنے کی مدت تکمیل ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ سال قمری ، سال شمسی سے مختلف ہوتا ہے، اور سال قمری کے مہینے آگے پیچھے ہوجاتے ہیں کہ ایک دفعہ گرمیوں میں دوسری دفعہ سردیوں میں ، اب ذرا رات کے وقت اس کی روشنی اور اس کے فوائد پر غور کرو کہ انسان و حیوان کے آرام اور ہوا کے سرد ہوجانے کے باوجود ان کے لئے ہرگز یہ بات سود مند نہ ہوتی کہ رات بالکل تاریک اور اندھیری ہو، اور روشنی کا کہیں نام و نشان نہ ہو، کیونکہ ایسے میں وہ کوئی کام انجام نہیں دے سکتے تھے جب کہ بہت سے لوگ رات کو کام کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں ، کیونکہ وہ ان کاموں کو دن کی تنگی یا شدت گرمی کی وجہ سے انجام نہیں دے سکتے، لہٰذا وہ رات میں چاند کی روشنی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض کاموں ،مثلاً،

زراعت، اینٹوں کا قالب میں رکھنا، درخت کاٹنا، وغیرہ کو انجام دیتے ہیں گویا چاند کی روشنی لوگوں کے لئے اُس وقت مددگار ثابت ہوتی ہے کہ جب وہ اس کی ضرورت حسوس کرتے ہیں ، اور چاند کی روشنی سے رات کے مسافر بھی فائدہ اٹھاتے ہیں اور چاند میں اس طرح کی تدبیر رکھی کہ وہ بعض راتوں میں ظاہر اور بعض میں غائب ہو، اس کی روشنی کو سورج کی روشنی سے کم رکھا گیا ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو تمام لوگ اس کی روشنی سے استفادہ کرنے کے لئے کام کاج میں مشغول ہوجاتے اور بالکل آرام و سکون نہ کرتے کہ یہ عمل ان کی ہلاکت کا سبب بنتا، چاند کے اندر مختلف قسم کی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں کہ کبھی وہ کمان کی شکل اور کبھی لیکن نما دکھائی دیتا ہے ، کبھی اس میں زیادتی اور کبھی اس میں کمی واقع ہوتی ہے اور اسی طرح چاند گہن ہوتا ہے کہ جو خالق دوجہاں کی قدرت پر دلالت کرتا ہے ، چاند کا گہن ہونا اور اس قسم کی دوسری تبدیلیاں بھی عالم کی بھلائی کے لئے ہیں جو خالق عالم کی قدرت کا منہ بو تا ثبوت ہیں جس سے عبرت حاصل کرنے والے لوگ عبرت حاصل کرتے ہیں۔

(ستاروں کی حرکت)

اے مفضل۔ ستاروں اور ان کی حرکت پر غور کرو،اُن میں سے بعض اپنے مرکز سے انفرادی حرکت نہیں کرتے ، بلکہ وہ اجتماعی حرکت کرتے ہیں ، جبکہ ان میں بعض آزادانہ طور پر ایک برُج سے دوسرے برُج کی طرف حرکت کرتے ہیں ، یہ اپنی حرکت میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں ،ان ستاروں کی حرکت دو طرح کی ہے ایک حرکت عمومی ہے جو فلک سے مغرب کی طرف ہے اور ایک حرکت خود ان سے متعلق ہے کہ جو وہ مشرق سے مغرب کی طرف کرتے ہیں ، ان کی مثال اس چیونٹی کی سی ہے، جو چکّی کے پتھر پر چکر لگارہی ہے کہ آسیاب کا پتھر اُسے سیدھی طرف حرکت دیتا ہے اور چیونٹی خود الُٹی طرف حرکت کرتی ہے ، تو ایسی حالت میں دراصل چیونٹی دو طرح کی حرکت میں مصروف ہے ایک خصوصی

جس کے تحت آگے کی طرف بڑھ رہی ہے اور دوسری حر ت آسیاب کے پتھر کے تحت انجام پا رہی ہے جو اسے پیچھے کی طرف کھینچتا ہے پس اب سوال کیا جائے ان لوگوں سے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ ستارے اور ان کی یہ گردش حالت میں اتفاق اور بغیر قصد و ارادہ کے ہے اور ان کا کوئی بنانے والا نہیں۔ پس اگر ایسا ہے تو یہ سب سا ن کیوں نہیں یا یہ کہ سب کیوں برج سے برج کی طرف منتقل نہیں ہوتے اس لئے کہ اتفاق کا نتیجہ یہی ہی ہوتا ہے پھر کس طرح ان میں دو حرکتوں کا مشاہدہ کیا جاتا ہے، اس بات سے یہ ظا ر ہوتا ہے کہ ستاروں کی حر ت حکمت، تدبیر اور قصد و ارادہ کا نتیجہ ہے اور رگز اتفاق کا نتیجہ نہیں کہ جس طرح فرقہ معطلّہ کے لوگ یہ گمان کرتے ہیں اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ آخر کیوں بعض ستارے سا ن اور بعض متحرک ہیں؟ تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ اگر تمام ستارے ایک ہی طرح ہوتے اور ان میں اختلاف نام کی کوئی چیز نہ ہوتی تو کس چیز کے ذریعہ انہیں پہچانا جاتا، اور دوسری بات یہ کہ ان کی حر ت ہی کی وجہ سے عالم میں پیش آنے والے حادثات کی پیشن گوئی کی جاتی ہے اور اگر وہ سب کے سب متحرک ہوتے تو ایسی صورت میں ان کی طرف سیر کرنا مشکل ہوجاتا، اس لئے کہ ان کی کوئی خاص جگہ نہ ہوتی کہ جس کے ذریعہ انہیں پہچانا جاتا ہے، اور نہ ہی کوئی اثر باقی رہتا کہ جس کے وسیلے سے ان تک رسائی ممکن ہوتی بلکہ ستاروں کے ساکن اور اور ثابت ہونے ہی کی وجہ سے ان کے مکان اور ان تک رسائی ممکن ہوتی ہے اس طرح جس طرح سے کوئی مسافر ایک منزل تک مختلف راستوں اور منزلوں کو طے کرتا ہوا پہنچتا ہے تو بس اگر تمام ستارے ایک ہی قسم کی حر ت رکھتے تو تمام نظام خراب ہوجاتا اور پھر کہنے والے کے لئے یہ بات کہنا صحیح ہوتی کہ ان سب کا ایک اندازہ پر ہونا اس چیز پر دلالت ہے کہ یہ سب محض اتفاقات کا نتیجہ ہیں، لہذا جو کچھ ہم نے ستاروں کی اختلاف سیر ان کے عمل اور جو کچھ ان کے فوائد و نتیجہ کے بارے میں بیان کیا، یہ سب چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ قصد وا رادہ کے تحت وجود میں آئے ہیں اور ان کے وجود میں تدبیر استعمال کی گئی ہے۔

(ثریا، جوزہ ، شعریین، اور ؔ ل میں کمت)

اے مفضل۔ ذرا غور کرو ان ستاروں پر کہ جو سال میں کچھ وقت ظا ر اور کچھ وقت پوشیدہ رہتے ہیں، مثلاً ثریا، جوزہ، شعریین ،اور ؔ ل اگر یہ سب ستارے ایک ہی ساتھ اورایک ہی وقت میں ظا ر و نمودار ہوتے تو ان کی پَہچان مشکل ہوجاتی اور بہ‍ت سے کام انجام نہ دیئے جاتے ، مثلاً ثریا کے طوع و غروب ہونے کا لم، جس سے لوگ مختلف فائدے حاصل کرتے ہیں ان ستاروں کا طوع و غروب ہونا ایک دوسرے سے مختلف ہے تاکہ لوگ انہیں پَہچان کر ان سے بہرہ مند ہو کیں، یہی وجہ ہے کہ ثریا، جوزا وغیـرہ ںـ غائب ہوتے ہیں اور ں ظا ر ہوتے ہیں۔

(بنات النعش ستارہ ہمیشہ ظاہر رہتا ہے)

بنات ا ستارہ کو خداوند متعال نے اس طرح بنایا ہے کہ وہ ہمیشہ ظا ر رہتا ہے اور غائب نہیں ہوتا، کیونکہ بن‍ات ا ایک ایسی علامت ہے کہ جس کے ذریعہ لوگ صحراء و بیابان اور دریا میں اپنی کھوئی ہوئی راہ کو پاتے ہیں اسی لئے یہ ہمیشہ ظا ر ہے اور غائب نہیں ہوتا، تاکہ لوگ جب چاہیں اُسے دیکھیں اور اپنی سمت کو ُ ین کریں، درحقیقت یہ امور جو آپس میں ای‍ک دوس‍رے سے مختلف ہیں لوگوں کی احتیاج و ضرورت کو پورا کرنے اور ان کے فائدے کے لئے ہے،اس قسم کے ستاروں میں اور بہت سے فوائد ہ‍یں وہ یہ کہ بہت سے کاموں کے اوقات ان کے ذریعہ معلوم ہوتے ہیں مثلاً زراعت، درختکاری، سفر دریا، وصحراء اور مختلف ح‍وادث م‍ثلاً ہوا، بارش ، گرمی ، سردی کا ظا ر ہونا ں انہی کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے اور ان کی روشنی سے رات میں سفر کرنے والے افراد فائ‍دہ اُٹھاتے ہیں، اوراس

کے ذریعہ سے رہنمائی پاتے ہوئے خوفناک قسم کے بیابان اور دریاؤں میں سفر کو جاری رکھتے ہیں، ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ ان ستاروں کا آسمان کے درمیان پستی و بلندی اور طلوع و غروب کی حالت میں حرکت کرنا عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے عبرت ہے کہ تیزی سے یہ ستارے اپنے مدار میں حرکت میں مصروف ہیں ۔

(چاند، سورج اور ستارے ہم سے اس قدر دور کیوں ہیں؟)

اے مفضل۔ ہم کس طرح سے چاند ، سورج اور ستاروں کو ان کی تیز ترین حرکت کے باوجود قریب سے دیکھ سکتے تھے ؟ کیا ہماری آنکھیں ان کی تیز روشنی سے اپنی بصیرت و بینائی نہ کھو بیٹھیں، جس طرح سے کبھی اگر آنکھوں پر تیز روشنی پڑجائے تو آنکھیں اپنی بینائی کھو بیٹھتی ہیں اس کی مثال اس طرح ہے کہ اگر کچھ لوگ ایک ایسے قبّہ کے درمیان ہوں جو چراغوں سے پر ہو اور وہ قبہ تیزی سے ان کے ارد گرد چکر لگانے لگے تو مسلماً وہ ان کی آنکھوں کو اس طرح حیراں کردے گا کہ وہ اپنا کام کرنا چھوڑ دیں۔ پس ذرا غور کرو اس تدبیر پر کہ ان کی سیر و حرکت کو انسانوں سے دور رکھا گیا، تاکہ ان کی آنکھیں ان کے ضرر سے محفوظ رہیں، اور ان میں کسی قسم کا خلل ایجاد نہ ہونے پائے۔

ستاروں کو تھوڑی سی روشنی عطا کی گئی تاکہ ان کی روشنی چاند کی غیر موجودگی میں اس کی نیابت کرے، اور لوگوں کے لئے رات کا سفر کرنا ممکن ہوسکے ، اس لئے کہ انسان کی زندگی میں کبھی کوئی ایسا حادثہ پیش آتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ رات ہی کے وقت اپنی جگہ چھوڑنے پر مجبور ہوتا ہے، پس اب اگر اس آدھی رات میں کوئی چیز ایسی نہ ہو کہ جس کی روشنی میں وہ راہ دیکھ سکیں تو کبھی کبھی وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے تھے۔

اب ذرا غور کرو ، اس لطیف تدبیر و حکمت پر کہ خداوند متعال نے رات کے لئے ضرورت کے مطابق

وقت مقرر کیا اور اس کی تاریکی میں اتنی روشنی رکھی جس سے لوگ اپنی وہ تمام ضرورتیں پوری کر کیں کہ جس کے بارے میں وضاحت کی جاچکی ہے۔ اے مفضل۔ فکر کرو اس نظام پر جو سورج، چاند، ستاروں اور برجوں کے ساتھ مل کر عالم کے گرد جو گردش ہے اور اس گردش میں ایک صحیح اندازہ و میزان ہے جس کے نتیجے میں شب و روز منظم اور چار فصلیں وجود میں آتی ہیں اور جو حیوانات و نباتات پر بھی اثر انداز رہے ہیں اور یہ اس پورے نظام میں ان کی مصلحت ہے، جیسا کہ تمہارے لئے بیان کرچکا ہوں ، تو کیا اب بھی کسی صاحب عقل سے یہ بات پوشیدہ و خفی رہ جاتی ہے کہ یہ سب کام ایک ذات کی حکمت اور اس کی تدبیر کے سبب ہیں اور یہ کہ اس نظام کا صحیح اور ایک معین اندازہ پر ہونا ایک ہی ذات حکیم کی طرف سے ہے، اب اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ یہ وہ چیزیں ہیں جو اتفاق سے اسی طرح وجود میں آئی ہیں، تو پھر وہ کیوں یہی کلام اس چرخے کے بارے میں نہیں کہتے جو گھومتا ہے اور پانی کو کنویں سے باہر لانے کا کام انجام دیتا ہے جس سے باغ وغیرہ سیراب ہوتے ہیں اور تم دیکھتے ہو کہ تمام آلات کو ایک خاص اندازہ کے تحت بنایا جاتا ہے کہ جن میں بعض ، بعض سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ سب باغ اور اس میں موجود اشیاء کے لئے انتہاء مفید ہیں، تو پھر کس طرح یہ کلام حقیقت پر مبنی ہو سکتا ہے کہ یہ دنیا خود بخود وجود میں آئی ہے؟ اور لوگوں کی اس وقت کیا رائے ہوتی ہے جب یہ کلام ان کے سامنے کہا جاتا ہے ، وہ اُس کا انکار کرتے ہیں یا نہیں؟ اے مفضل۔ تعجب تو اس بات پر ہے کہ جب اگر کوئی یہ کلام ایک ایسے تختے کے بارے میں کہتا ہے کہ جسے عام انسان نے ایک خاص کام کے لئے بنایا ہے، کہ یہ تختہ خودبخود وجود میں آیا ہے تو سب مل کر اس کے خلاف ہوجاتے ہیں اور اس سے اس کلام کو ہرگز قبول نہیں کرتے ، مگر صد افسوس کہ جب یہ کلام اس عجیب و غریب دنیا کے بارے میں کہا جاتا ہے جو ایک حیرت انگیز حکمت کے تحت وجود میں آئی ہے، کہ جس تک ذہنِ بشری کی رسائی ممکن نہیں اور جسے زمین اور اس میں موجود اشیاء کی بھلائی کے لئے بنایا ہے، تو اسے سب قبول کرلیتے ہیں کہ یہ دنیا

اتفاق اور بغیر کسی صانع کی صنعت کے وجود میں آئی ہے۔

اے مفضل۔ ذرا سوچو کہ اگر ان افلاک (نظام) میں کوئی خلل پیدا ہوجائے کہ جس طرح ان آلات میں پیدا ہوجاتا ہے کہ جنہیں صنعت کے کام میں استعمال کیا جاتا ہے تو کس صانع کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کے بارے میں چارہ اندیشی کرے۔

(رات اور دن پندرہ گھنٹے تجاوز نہیں کرتے)

اے مفضل۔غور کرو شب و روز کے اندازہ پر،ان کے واقع ہونے،اور اُس تدبیر پر جس میں اس کے بندوں کی بھلائی ہے جب دن اور رات بڑے ہونا شروع ہوتے ہیں تو " 15 پندرہ" گھنٹے سے کسی بھی صورت میں تجاوز نہیں کرتے ، کیا تم اس بات کو محسوس نہیں کرتے کہ اگردن "100 " گھنٹے یا "200 " گھنٹے کا ہوتا تو زمین پر زندگی بسر کرنے والے تمام حیوانات و نباتات ہلاک ہوجاتے ، حیوان اس لئے ہلاک ہوتے کہ انہیں آرام و سکون نہ ملتا، چوپائے چرنے سے فارغ نہ ہوتے، اور انسان اپنے کام کاج سے فارغ نہ ہوتا ،اور نباتات اِس لئے ہلاک ہو جاتے کہ سورج کی روشنی اور حرارت ان پر طویل مدت تک پڑتی ، جس کی وجہ سے وہ خشک ہوجاتے اور جل کر خاک بن جاتے اور اسی طرح رات معین شدہ مدت سے زیادہ طوالانی ہوتی تو حیوانات اپنی حرکت نہ کر پاتے اور بھوک کے مارے جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ، اور اس طوالانی مدت میں نباتات سے حرارت طبیعی ختم ہوجاتی ، اور وہ فاسد ہوجاتے بالکل اس پودے کی طرح کہ جسے اس جگہ یا مکان پر رکھ دیا جائے کہ جہاں سورج کی روشنی نہیں پہنچتی۔

(سردی اور گرمی کے فوائد)

سردی اور گرمی سے جو چار فصوں کی تکمیل کا باعث ہیں عبرت حاصل کرو۔ کہ یہ خاص نظم و ضبط اور اعتدال کے ساتھ جہان کو اپنے فائدوں سے بہرہ مند کرتی ہے۔ سردی اور گرمی دو ایسے وسیے ہیں کہ جن کے ذریعے مال اور بدن کی اصلاح ہوتی ہے اور یہ عمل بدن کی بقاء اور اس کی بھلائی کے لئے ہے، اس لئے کہ اگر سردی وگرمی نہ ہوتیں اور اُن کا بدن پر کوئی اثر نہ ہوتا تو بدن فاسد ، سست اور کمزور پڑجاتا۔ اے مفضل ان میں سے ر ایک کے دوسرے میں داخے کی تدریجی حالت پر غور کرو ایک ہلکے ہلکے کم ہوتی ہے اور دوسری پہلی کی طرح ہلکے ہلکے بڑھتی جاتی ہے، یہاں تک کہ پہلی اپنی انتہاء تک پہنچ جاتی ہے اور اگر ان میں سے ایک کا دوسرے کے اندر داخل ہونا غیر تدریجی ہوتا تو مسمّاً یہ عمل جسم کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتا ، بیمار ہونے کا سبب بن جاتا جس طرح سے اگر تم میں سے کوئی ایک گرم حمام سے نکل کر سرد جگہ پر چلا جائے تو قطعاً وہ مریض ہوجائے گا، پس پھر کیوں خداوند متعال نے سردی اور گرمی کے اندر اس تدریج کو رکھا، سوائے اس کے کہ انسان ان کے ضرر سے حفوظ رہ سکے، اگر یہ عمل تدبیر سے ہٹ کر ہوتا تو کیوں کر انسان سردی اور گرمی کے ناگہاں ضرر سے حفوظ رہتا اب اگر کوئی یہ گمان کرے کہ سردی اور گرمی کا تدریجی طور پر ہونا سورج کی سست رفتار اس کی پستی اور ب ندی کی وجہ سے ہے تو اس سے سوال کیا جائے گا کہ سورج کے سست رفتار ہونے کی لت کیا ہے؟اور اگر وہ کہے کہ سورج کی سست رفتار ہونے کی لت مشرق ومغرب کا طویل فاصلہ ہے تو پھر اس سے اس دوری اور اس فاصلہ کی لت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، اور اسی طرح یہ مسئلہ اوپر تک چلا جائے گا،یہاں تک کہ بات یہاں ختم ہوں کہ یہ تمام کام مقصد و ارادہ کے تحت وجود میں آئے ہیں کہ اگر گرمی نہ ہوتی تو پھل کسی بھی صورت میں سخت ونرم، پکے اور میٹھے نہ ہوتے، کہ لوگ ان کے تر اور خشک ہونے سے فائدہ

اُگا سکیں اگر سردی نہ ہوتی تو زراعت کسی بھی صورت میں اس مقدار میں نہیں ہو سکتی جو تمام حیوانات کی غذا کے لیے کافی ہو اور نہ اس قدر کہ اس کے بیج سے دوبارہ زراعت کی جاسکے، تو کیا تم نہیں دیکھتے کہ سردی اور گرمی اس قدر فوائد کے باوجود انسان پر اثر انداز ہوتی ہے اور یہ سب چیزیں عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے عبرت ہیں کہ جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ تمام چیزیں خداوند حکیم و مدبر کی تدبیر کے سبب ہیں۔

(ہوا میں تدبیر)

اے مفضل۔ ذرا غور کرو ہوا اور اس میں استعمال شدہ عظیم تدبیر پر ، کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب ہوا رک جاتی ہے تو فضا میں اس طرح حبس ہوجاتا ہے کہ سانس اکھڑنے لگتے ہیں، ہوا کا رکنا صحیح و سالم کو مریض اور مریض کو مریض تر ، پھلوں کو فاسد، اور سبزیوں کو خراب کر دیتا ہے، ایسی حالت میں بدن کے اندر مختلف قسم کے امراض جنم لیتے ہیں اور غلّہ برباد ہوجاتا ہے ۔ ان تمام چیزوں کا رونما ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ہوا کے چلنے ہی میں مخلوق کی بھلائی ہے کہ جو خالق حکیم کی تدبیر کے سبب ہے۔

(ہوا کے فوائد)

اے مفضل۔ میں تمہیں ہوا میں پائے جانے والے فوائد کے بارے میں بتاتا ہوں۔ آواز ، وہ اثر ہے کہ جو ہوا میں اجسام کے ٹکرانے سے پیدا ہوتی ہے یہ ہوا ہے کہ جو اس آواز کو کان تک پہنچاتی ہے ، اگر وہ تمام گفتگو وکلام جو لوگ دن رات اپنے معاملات اور دوسرے امور کے بارے میں کرتے ہیں ہوا میں باقی رہ جاتا کہ جس طرح کاغذ کا لکھا اُس پر باقی رہ جاتا ہے ، تو عالم کلام سے پُر ہوجاتا اور یہ عمل

لوگوں کو تنگی اور سختی سے دوچار کرتا، اور ان کے لئے مشکلات ایجاد کردیتا اور وہ جو ضرورت ہوا کی تبدیلی اور اُسے تازہ کرنے کے لئے حسوس کرتے ، وہ کاغذ کی تبدیلی اور اس کی تجدید کی احتیاج و ضرورت سے کہیں زیادہ ہوتی۔ اس لئے کہ جو کچھ کلام کیا جاتا ہے وہ لکھنے سے ئی گناہ زیادہ ہے، لہٰذا خلاق عالم نے ہوا کو ایسا خفی کاغذ قرار دیا کہ کلام چاہے جتناہو اسے بغیر کسی وقفے کے اپنے کاندھوں پر اٹھا کر حو کرتا ہے اور پھر دوبارہ صاف ہوجاتا ہے۔

اے مفضل۔ اس نسیم سے کہ جسے ہوا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اس کے فوائد سے عبرت حاصل کرو، اس لئے کہ ہوا بدن کے اندر داخل ہوکر اسے زندگی بخشتی ہے اور اس کا خارج ہونا روح کے لئے باعث آرام و سکون ہے ، ہوا کے اندر ایک بہاؤ ہے کہ جو آواز کو دور ،دور تک پہنچاتا ہے اور یہ ہوا ہے کہ جس کے ذریعہ بوئیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی ہیں۔ کیا تم اس بات کو حسوس نہیں کرتے کہ کس طرح سے اس جگہ سے بو آتی ہے ، جہاں سے ہوا آرہی ہو، اور بالکل اسی طرح آواز بھی اور یہ ہوا ہے کہ جو سردی اور گرمی کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے جن میں عالم کی بھلائی کا راز پوشیدہ ہے اور یہ ہوا جب اجسام پر چلتی ہے تو ان کے لئے باعث پاکیزگی و رونق ہوتی ہے ، ہوا ہی بادلوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت دیتی ہے ، تاکہ تمام لوگ ان کے فوائد سے بہرہ مند ہو سکیں اور جب بادل غلیظ ہوکر برستے ہیں تو انہیں جدا کرنے کا کام بھی ہوا ہی انجام دیتی ہے، تاکہ یہ باریک ہو کر بکھر جائیں ، ہوا ہی سے درخت پھل دار ہوتے ہیں ،ہوا ہی کشتی کو پانی میں حرکت دیتی ہے، کھانے کو لطیف ، پانی کو ٹھنڈا ، آگ کو شعلہ آور، تر چیزوں کو خشک کرنے کا کام بھی ہوا ہی انجام دیتی ہے مختصر یہ کہ زمین پر تمام موجود اشیاء کو ہوا زندگی بخشتی ہے، کہ اگر ہوا نہ ہوتی تو نباتات خشک ہوجاتے ، حیوانات ہلاک ہوجاتے اور تمام چیزیں فاسد اور ضائع ہوکر رہ جائیں۔

(زمین کی وسعت)

اے مفضّل ۔ذرا غور کرو کہ چار فصلوں کی ایک وسیع مدت معیّن کی گئی ہے تاکہ لوگ اپنی ضرورت کے مطابق ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔ان کی یہ وسعت زمین کے پھیلاؤ کی وجہ سے ہے ، اگر زمین کا پھیلاؤ اور اس کی وسعت زیادہ نہ ہوتی تو کس طرح لوگوں کے رہنے، ان کے ذراعت کرنے اور جانوروں کے چرانے کے لئے جگہ ہوتی اور اسی طرح لکڑی ، تختہ ، سوکھی لکڑیاں ، ضروری دوائیں اور قیمتی معدنیات کے لئے کہاں سے جگہ فراہم ہوتی؟ شاید کوئی ان خالی و وحشت زدہ بیابان اور خشک زمینوں کا منکر ہو اور کہے کہ ان میں کیا فائدے ہیں؟ تو ان کے جواب میں کہا جائے گا کہ وہ وحشی جانوروں کے رہنے کی جگہ، اور ان کی چراگائیں ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ان لوگوں کے لئے پناہ گاہیں ہیں کہ جو پریشانی کے باعث اپنے وطن کو چھوڑنے پر مجبور ہیں اسی وجہ سے تم دیکھتے ہو کہ بیابان و صحراء شہر اور محل کونت میں تبدیل ہوگئے، اگر زمین کی وسعت اتنی نہ ہوتی تو لوگ ایسا محسوس کرتے کہ جیسے وہ کسی حصار میں گھر گئے ہیں اور وہ درپیش مصیبت و پریشانی سے بچنے کے لئے اپنے وطن کو چھوڑنے کی مجبوری کے باوجود کسی دوسری جگہ نہیں جا سکتے۔

(زمین ثابت کیوں؟)

اے مفضل۔ اب ذرا زمین پر غور کرو کہ وہ جس دن سے بنی ہے اُسی روز سے ثابت و ساکن ہے تاکہ اسے اشیاء کے لئے وطن قرار دیا جاسکے، اور لوگ اپنے کام کاج کے لسے میں کوشش اورجدوجہد کر سکیں اور آرام و سکون کے لئے اس پر بیٹھ سکیں، جسم کی تھکاوٹ و آرام کے لئے اس پر سو سکیں اور

اپنے امور میں استحکام پیدا کر لیں، اگر زمین چیزوں کو حر ت دیتی تو اُس پر ی ی کم عمارتیں نہیں بنائی جا سکتی تھیں، اور تجارت و صنعت جیسے کاروبار کو اس پر انجام نہیں دیا کتا تھا ، گویا لوگوں کے لئے زندں گزارنا مشکل ہوجاتا کیونکہ ان کے پاؤں کے نیچے وہ زمین ہوتی کہ جو لرزتی رہتی، اس حالت کو تم ان لوگوں میں دیکھ کتے ہو جو زلزلہ کی کیفیت کو حسوس کر چکے ہوں۔

(زلزلہ اور مختلف بلائیں نازل ہونے سے)

اے مفضل۔ تم دیکھتے ہو کہ ذرا سی دیر کا زلزلہ لوگوں کو گھر چھوڑنے اور وہاں سے فرار کرنے پر جبور کردیتا ہے اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ آخر یہ زلزلہ کیوں آتا ہے؟ تو ا س کے جواب میں کہا جائے گا کہ زلزلہ اور ایسے دوسرے واقعات لوگوں کے لئے نصیحت ہیں، جن کے ذریعہ لوگوں کو ڈرایا جاتا ہے، تاکہ برائیوں سے بچیں اور اُن سے منھ موڑ لیں اوروہ بلائیں جو انسان کے بدن میں بیماریوں کی صورت اور ان کے اموال پر نازل ہوتی ہیں وہ ی ایک عظیم تدبیر کے تحت انسانوں کی اصلاح ، بھلائی اور ان کی استقامت کے لئے ہیں اور اگر بندے ان پر استقامت و صبر کا مظا رہ کریں تو ان کے اس عمل کا اجر وثواب آخرت کے لئے اس قدر لکھا جاتا ہے کہ دنیا کہ کوئی ی چیز اُس کا مقابلہ نہیں کر کتی، اور جس اجر وثواب کے عطا کرنے میں ان کی دنیاوی بھلائی ہو تو وہ انہیں دنیا ہی میں عطا کردیا جاتا ہے۔

(زمین اور پتھر فرق)

اے مفضل ، خداوند متعال نے طبیی طور پر زمین اور پتھر کو سخت اور خشک پیدا کیا ہے۔ فقط زمین اور پتھر کے درمیان جو فرق ہے ، وہ پتھر کا زیادہ خشک ہونا ہے ، کیا تم اس بات کا مشاہدہ نہیں کرتے کہ اگر

زمین بھی پتھر کی طرح خشک اور سخت ہوتی تو کیا نباتات و حیوانات اس پر اپنی زندگی گزار سکتے تھے اور کیا اس پر زراعت کی جا سکتی تھی کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس کی خشکی کو پتھر کی خشکی سے کم رکھا گیا ہے اور اُسے اس لئے نرم خلق کیا گیا ہے تاکہ مختلف کاموں کو بہ آسانی اس پر انجام دیا جاسکے۔ اور زمین اپنے ساکنین کے لئے تکیہ گاہ ثابت ہوسکے۔

(شمالی اور جنوبی ہوائیں)

اے مفضل۔ خالق دوجہاں کی تدابیر میں سے ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ اس نے شمالی ہواؤں کے مکان کو جنوبی ہواؤں کے مکان سے کافی بلند رکھا ہے، جانتے ہو خداوند متعال نے ایسا کیوں کیا؟ سوائے اس کے کہ ہوائیں زمین پر چلتی رہیں اور زمین کی تمام ضروریات پوری ہو سکیں بالکل اسی طرح سے جس طرح پانی کے مسلسل جریان کے لئے اس نے زمین کو ایک طرف سے بلند اور دوسری طرف سے نیچے رکھا تاکہ پانی کا بہاؤ رکنے نہ پائے (جیساکہ تم شمالی ہواؤںاور جنوبی ہواؤں کے بارے میں سن چکے ہو) اگر ایسا نہ ہوتا تو پانی زمین پر پھیل جاتا اور لوگ کام کاج سے مجبور ہوجاتے، اور پھر یہ پانی گلیوں اور سڑکوں کے خراب کردیتا۔

(پانی کی ضرورت)

اے مفضل۔ اگر پانی فراوانی سے نہ ہوتا تو لوگوں کی ضروریات کے باوجود چشموں، بیابانوں اور نہروں میں پانی کی کمی ہوجاتی ، یہ پانی پینے، گلے کے سیراب کرنے، انکی زراعت، درختوں ، مختلف قسم کے دانوں ، وحشی درندوں ، پرندوں اور مچھلیوں اور ان حیوانات کے پینے کے لئے ہے جو بہت بڑی

تعداد میں زندی بسر کرتے ہیں، پانی کے اندر اور بھی دوسرے بہت سے فائدے ہیں کہ جنہیں تم اچھی طرح جانتے ہو، مگر تم اس کے بڑے اور عظیم فائدوں سے خبر ہو، اس لئے کہ وہ فائدے ان فائدوں کے علاوہ ہیں کہ جو روئے زمین پر حیوانات و نباتات کو پانی کی وجہ سے حاصل ہوتے ہیں جنہیں ہر ایک جانتا ہے ، اس کے علاوہ پانی کے دوسرے فائدے یہ ہیں کہ اسے بہت سی چیزوں میں مخلوط کیا جاتا ہے جو پینے والے کے لئے خوشمزہ اور زود ہضم ثابت ہوتا ہے ، پانی ہی کے ذریعہ بدن اور باس کی کثافت کو دور کیا جاتا ہے، پانی ہی سے مٹی کو گیلا کیا جاتا ہے ، تاکہ وہ تعمیراتی کام کے قابل ہوجائے، پانی ہی کے وسیلے سے آگ کے ان دھکتے ہوئے شعلوں کو ختم کیا جاتا ہے۔ جبکہ وہ جو لوگوں کے لئے باعث زحمت و مشقت بن چکے ہوں ، پانی خود بھی خوشمزہ اور خوش ذائقہ ہے، اور دوسری چیزوں کو بھی خوش ذائقہ بناتا ہے۔ اس کے وسیلے سے لوگ حمام میں جاکر اپنی تھکاوٹ کو دور کرتے ہیں اور اس کے علاوہ بھی پانی کے بہت سے فائدے ہیں کہ جو ضرورت پڑنے پر ظاہر ہوتے ہیں اور اگر تم یہ خیال کرو کہ پانی کی اتنی کثرت و زیادتی کا کیا فائدہ ہے جو دریاؤں میں تہہ بہ تہہ ایک دوسرے پر تکیہ کئے ہوئے ہے، تو اس بات کو جان لو کہ دریاؤں میں پانی جمع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اندر وہ چیزیں موجود ہیں کہ جنہیں گنا نہیں جا سکتا ، جیسے مختلف مچھلیاں ، آبی حیوانات، معادن، لؤلؤ، یاقوت، عنبر اور اس قسم کی دوسری چیزیں ، دریاؤں ہی کے کنارے پر عور (درخت کا نام) معطر پودے مختلف قسم کے عطریات اور دوائیں اگتی ہیں، اور اسکے دوسرے فائدے یہ ہیں کہ دریا لوگوں کے سفر اور تجارت کے سازو سامان کے حمل کی جگہ ہے کہ جس کے وسیلے سے چیزیں ایک شہر سے دوسرے شہر لے جائی جاتی ہیں،جیسا کہ مختلف چیزیں ، چین سے عراق اور عراق سے چین لے جائی جاتی ہیں اس لئے کہ اگر حیوانات کے علاوہ کوئی اور دوسری چیزنہ ہوتی جو انہیں حمل کرتی تو یہ سب چیزیں اپنے ہی شہر میں باقی رہ جاتیں اور فاسد و ضائع ہوجاتیں اس لئے کہ انہیں حمل کرنے کی مزدوری ان کی اپنی قیمت سے کہیں

زیادہ بڑھ جاتی اور ان چیزوں کو کوئی حمل کرنے کی فکر میں نہ ہوتا، اور انہیں حمل کرنے کی صورت میں دو حاتیں سامنے آتی ہیں

-

اول: یہ کہ ان چیزوں کی ضرورت کے باوجود ان کی بہت زیادہ کمی ہوتی۔

دوم: یہ کہ معیشت اور تجارت کے سامان کو اس ہی وسیلے سے ایک جگہ سے دوسری جگہ حمل کیا جاتا ہے کہ جس کے نفع سے زندگی آرام و سکون سے گزاری جاتی ہے، وہ سب منقطع ہوکر رہ جاتا اور یہی حال ہوا کا ہے کہ اگر ہوا بھی اس وسعت و فراوانی کے ساتھ نہ ہوتی تو اس فضا میں منتشر دھووئںاور بخارات کی وجہ سے لوگوں کے دم گھٹ کر رہ جاتے ، اور ہوا کو اس امر پر مجبور کیا گیا ہے کہ وہ انہیں بادلوں کی صورت میں تبدیل کرے اور ہوا کے مختلف قسم کے فوائد میں پہلے ہی بیان کرچکا ہوں۔

(آگ کے فوائد)

اے مفضل۔اب ذرا آگ پر غور کرو کہ اگر وہ بھی پانی اور ہوا کی مانند ہر جگہ پھیلی ہوئی ہوتی تو دنیا اور اس کی تمام اشیاء کو جلا کر خاک کردیتی اور کیوں کہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہے اور اس میں ان کے لئے بہت سے فائدے ہیں لہذا اسے خزانہ کی مانند کام درخت میں جگہ عطا کی تاکہ اس کی ضرورت کے وقت اس سے استفادہ کیا جاسکے، اور تیل اورلکڑی کے وسیلہ سے اسے اس وقت تک باقی رکھا جاسکے جب تک اس کی ضرورت ہے یہ بات بجا اور صحیح ہے کہ تیل اور لکڑی کی مدد سے آگ کو بجھنے نہ دیا جائے، لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ دھکتی رہے، اور جو چیز بھی ہو اسے جلا کر خاک کردے، بلکہ وہ ایک ایسی چیز کی طرح ہے کہ جو ہر وقت آمادہ ہے ، مگر پوشیدہ کہ اسی عمل میں اس کے منافع اور مصالح سے استفادہ اور اس کے ضرر سے حفظ رکھا گیا ہے، اور آگ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسانوں کے لئے بنائی گئی ہے ، اس لئے کہ انسانوںکے لئے آگ میں انتہا فائدے ہیں انسان کی زندگی میں

اگر آگ جیسی نعمت نہ ہوتی تو اُس کی معیشت کو بڑا نقصان پہنچتا ، یکن چوپائے آگ کو استعمال نہیں کرتے اور اس کے فائدے سے حروم ہیں ایسا اس لئے ہے کہ خداوند عالم نے انسان کو ایسے ہاتھ سے نوازا ہے جو ہتھیلی اور انگلیوں کر مرکب ہے جس کے وسیلے سے وہ آگ کو روشن اور دوسرے کام انجام دے سکتا ہے، جبکہ حیوانات اس نعمت عظمیٰ سے حروم ہیں ، لیکن اس کے بدلے انہیں صبر و تحمل جیسی قوت عطا کی گئی تاکہ آگ کا نہ ہونا ان کے لئے نقصان دہ ثابت نہ ہو جیسا کہ انسان کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے ۔ اے مفضل، میں تمہیں آگ کے بڑے فائدوں میں سے چھوٹا سا فائدہ بتاتا ہوں ، جس کی قدر و قیمت بہت زیادہ ہے ، اور وہ یہ چراغ ہے کہ جسے لوگ جلاتے ہیں ، اور اس کی روشنی میں وہ اپنے تمام کام انجام دیتے ہیں کہ اگر یہ نہ ہوتا تو لوگوں کی زندگی ان مردوں کی طرح گذرتی جو قبر میں ہیں ایسی صورت میں کون لکھنے ، حفظ کرنے یا بننے کے کام کو انجام دے سکتا تھا، یا پھر کوئی کس طرح سے پیش آنے والے حادثہ یا کسی درد والم کے دور کرنے کے لئے مرہم یا دوا فراہم کر سکتا تھا، اور آگ کے دوسرے فائدے یہ ہیں کہ وہ کھانا پکانے، بدن گرم کرنے، چیزوں کو خشک کرنے، اجناس کو حل کرنے کے استعمال میں لائی جاتی ہے ، اور آگ کے دوسرے بہت سے فائدے ہیں کہ جنہیں بیان کرنے کی ضرورت نہیں جو ظاہر و آشکار ہیں۔

(صاف اور بارانی ہوا)

اے مفضل۔ ذرا غور کرو صاف اور بارانی ہوا پر کہ کس طرح وہ عالم پر سے یکے بعد دیگرے اپنا سفر طے کرتی ہیں کہ جس میں اس دنیا کی بھلائی ہے ، کہ اگر ان میں سے ایک بھی دائمی ہوتی تو عالم میں فساد ہوجاتا، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب مسلسل بارش ہوتی ہے تو سبزیاں سڑ جاتی ہیں پودے فاسد ہوجاتے ہیں ، حیوانات کے بدن سست اور ہوا سرد ہوجاتی ہے کہ جس سے مختلف قسم کے مرض ایجاد

ہوتے ہیں ، گلی اور سڑک وغیرہ بھی خراب ہوجاتے ہیں اور اسی طرح اگر ہوا صاف رہے تو زمین خشک ہوجائے، تمام اُگنے والی چیزیں جل جائیں، تمام چشموں، ندیوں ، اور نہروں کا پانی خشک ہوجائے، یہ صورت بھی لوگوں کے لئے انتہا نقصان دہ ثابت ہوتی ، اور خشکی ہوا پر مسلط ہوجاتی کہ جس سے مختلف امراض وجود میں آتے ، لیکن ان کے معتدل ہونے کی وجہ سے عالم ان کے ضرر سے محفوظ رہتا ہے ، اور تمام چیزیں فاسد اور ضائع ہونے سے بچ جاتی ہیں اب اگر کوئی سوال کرے کہ ایسا کیوں نہیں ہوا کہ ان دونوں میں سے ایک مضر نہ ہوتی تو اس کے جواب میں کہاجائے گا کہ دونوں کا مضر ہونا اس لئے ہے تاکہ انسان کو کچھ درد والم و پریشانی کا سامنا کرنا پڑے ، اور وہ گناہ سے دوری اختیار کرے، جیسا کہ جب انسان کا بدن مریض ہوجاتا ہے تو وہ تلخ اور کڑوی دواؤں کا محتاج ہوتا ہے ، تاکہ اُسکا جسم صحیح و سالم ہوجائے بالکل ایسے ہی کہ جب انسان طغیان و شرارت میں مبتلاء ہوجائے تو کوئی چیز تو ہونی چاہیے کہ جو ایسے وقت میں اُسے درد والم اور پریشانی میں مبتلا کرے ، تاکہ وہ طغیان اور شرارت کرنے سے رکا رہے، اور ہرگز برے کام انجام نہ دے کہ جس میں اُن دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی ہے۔

اے مفضل۔ بادشاہوں میں سے اگر کوئی ایک بادشاہ اپنی رعایا کو ہزاروں سونے و چاندی کے درہم و دینار عطا کردے ، تو کیا یہ بادشاہ کا عطا کرنا اُس رعایا کو عظیم نہیں معلوم ہوتا؟ اور کیا وہ اُس کے کرم و سخاوت کے گن نہیں گاتے؟ جبکہ وہ بادشاہ کہاں اور ایک بارش کا نازل کرنے والا کہاں جس بارش کے وسیلے سے شہر آباد اور نباتات نشوونما پاتے ہیں جسکے فوائد تمام ملکوں اور قوموں کے نزدیک سونے، چاندی کے سکّوں کے وزن سے کہیں زیادہ ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس بارش ہی کے اندر کتنے فائدے اور اسکی قدروقیمت کس قدر عظیم ہے، اسکے باوجود لوگ اس سے غافل ہیں۔ صد افسوس ایسے لوگوں پر جو کم قدر و قیمت کی چیزوں کی حاجت پورا نہ ہونے پر اپنی تندوتیز زبان کو خداوند متعال کے بارے میں دراز کرتے ہیں ، جبکہ اس چیز کا نہ ہونا ہی انکے لیئے سودمند ہے اور یہ لوگ کم قیمت چیز کو اس

چیز پر ترجیح دیتے ہیں کہ جس کی قدر وقیمت بہت زیادہ ہے اور یہ ان کے بارش اور اس کے فوائد سے جاہل ہونے کی وجہ سے ہے۔

(بارش کے فائدے)

اے مفضل۔ فکر کرو بارش کے برسنے اور اس میں استعمال شدہ تدبیر پر کہ کس طرح بارش اوپر سے نیچے کی طرف برستی ہے، تاکہ وہ ہر چیز تک پہنچ کر اُسے سیراب کردے کہ اگر بارش اطراف سے برستی تو بعض بعض تمام چیزوں تک نہیں پہنچ سکتی تھی جس کے نتیجے میں ذراعت کم ہوتی کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ ذراعت جو رواں دواں پانی اور چشموں کے ذریعہ ہوتی ہے، اُس ذراعت سے کہیں کمتر ہے جو بارش سے ہوتی ہے اور کیوں کہ بارش تمام زمین ، بیابان، پہاڑ، ٹیلے اور دوسری تمام چیزوں پر برستی ہے اس لئے کہ غلہ زیادہ ہوتاہے، بارش ہی کے وسیلے سے آب پاشی اور آب رسانی کا سلسلہ کم ہوجاتا ہے،اور بارش لوگوں کے درمیان ظلم و ستم اور فساد کا خاتمہ کردیتی ہے کہ قدرت مند لوگ پانی لے جاتے ہیں اور ضعیف و کمزور محروم رہ جاتے ہیں، اور کیوں کہ بارش کے مقدر میں اس بات کو رکھا کہ وہ اوپر سے نیچے کی طرف برسے، لہٰذا اس طرح تدبیر ہوئی کہ وہ قطرہ قطرہ کی صورت میں زمین پر آئے، اور اس میں داخل ہوکر اُسے سیراب کرے، اس لئے کہ اگر وہ ایک ہی مرتبہ میں تمام کی تمام برستی تو فقط زمین پر جاری ہوتی اور ہرگز اس کے اندر داخل نہ ہوتی ، اور اس کے علاوہ اگر وہ ذراعت پر پڑتی تو اُسے تباہ کر دیتی ، ان تمام وجوہات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس طرح کی تدبیر رکھی گئی کہ وہ آرام اور نرمی کے ساتھ برسے تاکہ وہ دانے کہ جو کاشت کئے جاچکے ہیں ، اُگیں اور زمین ذراعت کے لئے زندہ ہوجائے بارش میں دوسرے بھی بہت سے فائدے ہیں ، وہ یہ کہ بارش بدن کو نرم ، ہوا کو کدورت سے پاک اور ان بلاؤں کو جو درختوں اور ذراعت پر نازل ہوتی ہیں کہ جن میں سے ایک یرقان ہے دور کرتی ہے،

اور اس قسم کے دوسرے انتہاء فوائد۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ کیا ایسا نہیں ہوتا کہ بعض دفعہ اس بارش میں بہت بڑا نقصان دیکھنے میں آتا ہے، چاہے وہ تیز بارش یا اولوں کی صورت میں ہو کہ جو ذراعت کو تباہ کر دیتی ہے ، یا پھر ان بخارات کی وجہ سے جو ہوا میں پیدا ہوتے ہیں کہ جن میں سے بہت سے بیماریاں وجود میں آتی ہیں اور وہ آفات کی صورت میں غلات پر نازل ہوتی ہیں، تو اسکا جواب یہ ہے کہ یقینا بعض دفعہ ایسے حادثات رونما ہوتے ہیں جسکی وجہ لوگوں کی اصلاح ہے، انہیں معصیت سے دور اور اسے مسلسل انجام دینے سے روکتا ہے، لہذا ان کے مال کے نقصان کے ذریعہ ان کے دین کے نقصان کو دور کیا جاتا ہے جو مال کے ضرر و نقصان سے ئی گناہ ہے۔

(پر اثر ·راوند عالم کی عظیم نشانی)

اے مفضل۔ ذرا غور کرو ان بلند پہاڑوں پر کہ کس طرح مٹی و پتھر ایک ساتھ ے ہوئے ہیں، غافل لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ پہاڑ ایک زائد چیز ہے کہ جسکی ضرورت نہیں جبکہ ان میں بہت سے فائدے ہیں ، یہ ان لوگوں کے لئے کہ جو ا ں ضرورت رکھتے ہیں برف پہاڑوں کی چوٹیوں پر پڑی رہتی ہے تاکہ جو لوگ اس کے ضرورت مند ہوں وہ اُس سے فائدہ اٹھائیں۔ اور پھر یہ برف پانی کی صورت اختیار کرلیتی ہے کہ جس سے بڑی بڑی نہریں وجود میں آتی ہیں ، اور ان نہروں میں اس قسم کے نباتات اور دوائیں اُگتی ہیں کہ جو بیابان اور صحراء میں نہیں اُگتیں اور پہاڑوں ہی کے اندر وحشی درندوں کے رہنے کے لئے غار ہوتے ہیں اور پہاڑ ہی دشمن سے حفاظت کے لئے کم تعہ کے حصار کا کام انجام دیتا ہے۔ پہاڑوں ہی سے قیمتی پتھر حاصل ئے جاتے ہیں کہ جو عمارتوں اور چکی وغیرہ کے لئے استعمال میں لائے جاتے ہیں ، اور اسی سے ہمیں مختلف معدنیات حاصل ہوتی ہیں اور پہاڑ میں دوسرے ایسے بہت سے فائدے ہیں کہ جنہیں فقط خداوند متعال ہی جانتا ہے کہ جس نے انہیں اپنی عظیم تدبیر کے تحت خلق کیا ہے۔

(معدنیات)

اے مفضل۔ معدنیات مثلاً مختلف اقسام کے جوا رات ، چونا کا پتھر، سیمنٹ، ں، چوہے مار پوڈر، معدنی دواء، توتیـا، سـرمہ، پیتل ، یسہ، چاندی، سونا، زبرجد، یاقوت، زمرد اور مختلف اقسام کے قیمتی پتھروں پر غور کر کرو اور ذرا سوچو کہ کس طـرح ان سے تارکول، مومیا، ماچس کا مصالحہ، می کا تیل اور دوسری ایسی چیزیں برآمد ہوتی ہیں کہ جن سے لوگ اپنی مختلف ضـرورتیں پـوری کـرتے ہیں تو کیا اب ں کسی صاحب عقل سے یہ بات پوشیدہ رہ جاتی ہے کہ پہاڑ کیوں بنائے گئے ہیں؟پہاڑ و نمیںخداوند متعال نے انتہـاء خزانوں کو رکھا، تاکہ لوگ اپنی ضرورت کے وقت انہیں نکالیں اور ان سے استفادہ کریں، اب ذرا دیکھو کہ خداوندمتعال نے انسان کو ـر چیز کے بنانے کا لم عطا نہ کیا کہ اگر ایسا ہوتا تو انسان ان تمام چیزوں کو بناڈا تا، اور وہ دنیا میں بکھر کر رہ جاتیں، سونا اور چاندی وغیرہ عام ہوجاتے جس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ لوگوں کے درمیان ان کی قدر وقیمت کم ہوجاتی ، اور کیونکہ۔ وہ خریـر وفروخـت مـیں اپنـں کـوئی قدروقیمت نہ رکھتے، لہٰذا لوگوں کے درمیان معاملات اسکے ذریعہ طے نہ پاتے ، اور ں ں بادشاہ اُموال کی طرف نہ کھنچتـا، اور کـوئی ں انہیں اپنی اولاد کے لئے ذخیرہ نہ کرتا لہٰذا خداوند متعال نے انسان کو اُس صنعت کا لم عطا کیا، جس مـیں اس کـے لـیئے ضـرر نہیں۔مثلاً پیتل سے جسمے اور برتن وغیرہ، ریت سے جست،جست سے چاندی اور چاندی سے سونا ، (اے مفضل) ذرا غور کرو کہ کـس طرح سے خداوند متعال نے انسان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا بندوبست کیا کہ جس میں اس کے لئے ذرا ں نقصان نہـیں ، اور ان تمام چیزوں کو انسان سے دور رکھا کہ جس میں اس کے لئے نقصان و ضرر ہے، اب اگر کوئی یہ کوشش کرے کہ وہ اس معـدن تـک پہنچ جائے کہ جو ایک ایسی بڑی وادی کی انتہا میں ہے کہ جو ایک ایسے پانی سے متصل ہے کہ جو اپنی شدت کے ساتھ جـاری ہے، اور اس پانی میں ذرہ برابر چیز ں

دکھائی نہیں دیتی، اور کوئی بھی تدبیر و حیلہ اُسے عبور کرنے کے لئے کارگر ثابت نہیں ہوتا، اور اس پانی کے پیچھے چاندی وغیرہ کے پہاڑ موجود ہیں۔ تو یہ وہ مقام ہے کہ جہاں تدبیر خالق حکیم حل نکر بنی ہوئی ہے ، خداوند عالم چاہتا ہے کہ وہ اپنی قدرت اور اپنے وسیع خزانوں کا پتہ بتائے، تاکہ اسکے بندے جان لیں کہ اگر وہ چاہے تو اپنے بندوں کو سونا اور چاندی کے پہاڑ بھی عطا کر سکتا ہے مگر اس میں خود اس کے بندوں کی بھلائی نہیں ، اس لئے کہ اگر ایسا ہوجائے تو وہی چیز رونما ہوں کہ جو بیان کی جاچکی ہے، کہ لوگوں کے نزدیک اس کی قدر و قیمت کم ہوجائے گی، اور لوگ اس سے کم استفادہ کرینگے، تم اس مطلب کواس چیز سے سمجھ سکتے ہو کہ بہت لوگوں کی بنائی ہوئی بہترین اور نفیس چیز مثلاً نایاب برتن اور دوسرا سامان کمی سے پایا جاتا ہے اور یہ سامان قیمتی اور گرانبہا اہمیت کا حامل ہوتا ہے ، یکن جہاں وہ چیز زیادہ ہوئی ، اور تمام لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچی تو اس کے قدر وقیمت گرجاتی ہے تو پس نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ چیزوں کی اہمیت ان کی نایابی میں ہے۔

(نباتات)

اے مفضل۔ذرا غور وفکر کرو،نباتات ، گیاہ اور ان کے فائدوں پر کس طرح سے پھل اور اناج ، کاہ (جو اور گندم کے ڈنٹھل وغیرہ) اور گھاس، سوکھی لکڑیاں جلانے کیلئے، لکڑیاں ، تختوں اور فرنیچر وغیرہ بنانے کیلئے اور درخت کی چھال ، پتے ، جڑ اور گوناگون مختلف قسم کے کاموں میں استعمال ہوتے ہیں۔

اے مفضل کیا تم اس چیز کے بارے میں فکر کرتے ہو کہ اگر پھلوں کو اس طرح زمین پر پاتے کہ نہ وہ درخت پر ہوتے ، اور نہ ان شاخوں پر کہ جو انہیں اٹھائے ہوئے ہیں، تو کیا تم جانتے ہو کہ کیا ہوتا؟ اور معیشت میں کس قدر خلل ایجاد ہوجاتا کہ اناج تو موجود ہوتی مگر لکڑی، تختے ، سوکھی لکڑیاں ، کاہ اور ان سے حاصل ہونے والے تمام فوائد جو بیان کئے جا چکے ہیں، سب کے سب ختم ہوجاتے اس کے علاوہ

درختوں اور سبز پودوں کی وجہ سے خوبصورت مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں کہ جسے دیکھ کر انسان ایسا لطف اندوز ہوتا ہے کہ دنیا میں کسی بھی چیز کو دیکھ کر اتنا لطف اندوز نہیں ہوتا۔

(زراعت میں کیا خوبصورت تدبیر)

اے مفضل ذرا اس حصول زراعت پر غور کرو کہ کس طرح تدبیر کی گئی ہے کہ ایک دانے سے سو یا کمتر و بیشتر دانے نکلتے ہیں ذراسوچو کہ اس وقت کیا عالم ہوتا کہ اگر ایک دانے سے فقط ایک ہی دانہ نکلتا، پھر آخر کیوں اس قدر پھل نکلتے ہیں سوائے اس کے کہ غلہ میں وسعت پیدا ہو، اور کسان اس میں سے کچھ کو کاشت کرے اور کچھ کو دوسری فصل ہونے تک اپنی ضرورت کے استعمال میں لائے ، کیاتم نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی بادشاہ یہ چاہتا ہے کہ وہ ایک شہر آباد کرے تو اس کا طور طریقہ بھی یہی ہے کہ وہ اسکے رہنے والوں کو اس قدر دیتا ہے کہ وہ اس میں سے کچھ کو کاشت کریں اور کچھ اس کے حصول ہونے تک اپنی ضرورتوں میں استعمال کریں، کیا تم نے اس امر میں تدبیر کا مشاہدہ کیاجو بیان کیا جاچکا ہے کہ زراعت سے کس طرح وسیع مقدار میں ثمر حاصل ہوتا ہے کہ جو انکی ضرورتوں کو بھی پورا کرتا ہے، اور دوبارہ کاشت کے بھی کام آتا ہے، جس طرح سے درخت وپودے اور کھجور کے درخت نشوونما پاتے ہوئے بہت زیادہ سے ہوجاتے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ درخت کی جڑ کے اطراف نئے شاخہ نشوونما پاتے ہیں، آخر ایسا کیوں ہے؟ سوائے اس کے کہ لوگ انہیں کاٹیں، اور اپنی ضرورتیں پوری کریں، اور جو باقی بچ جائے اسے زمین میں دوبارہ کاشت کریں، بس اگر ایک درخت کی ایک جڑ ہوتی اور اس کے گرد دوسرے نئے شاخہ نہ نکلتے تو یہ بات ممکن نہ ہوتی کہ انہیں اکھاڑ کر اپنی ضرورتوں کو پورا کیا جائے، یا انہیں دوبارہ کاشت کردیا جائے، اور اس کے علاوہ شاخہ اگنے کی علت یہ ہے کہ اگر درخت نابود ہو جائے تو اس شاخہ کے ذریعہ دوبارہ درختکاری کی جاسکے ۔

(دانوں کی حفاظت)

اے مفضل ، ذرا غورو فکر کرو بعض دانوں ، مثل ، مونگ،ماش، لوبیا، اور اس قسم کے دوسرے دانوں پر کہ تم انہیں دیکھو گے کہ وہ ایک ایسے ظرف سے نکلتے ہیں کہ جو تھیلے کی مانند ہے، تاکہ وہ ظرف انہیں اس وقت تک آفات سے محفوظ رکھے جب تک کہ وہ پکے و سخت نہ ہوجائیں ، بالکل اسی طرح ، جس طرح سے جنین کے لئے بچہ دانی ہے، اور ہاں گندم اور اس قسم کے دوسرے دانوں پر تم دیکھو گے کہ چھلکے موجود ہیں جو طبقہ بہ طبقہ ایک دوسرے کے اوپر تکیہ کئے ہوئے ہیں اور ان کے سر ایک ڈھال نما ہے ، تاکہ وہ پرندوں کے لئے رکاوٹ اور مانع ہو اور زراعت کسان کے لئے زیادہ باقی بچے اب اگر کوئی یہ کہے کہ مگر ایسا نہیں کہ پرندے گندم اور دانوں کو کھائیں؟ تو اسے جواب دیا جائے گا کہ یقیناً، خالق حکیم کی تدبیر اسی طرح ہے ، اس لئے کہ پرندے بھی خدا کی مخلوق ہیں اور خداوند متعال نے انکے لئے بھی ان چیزوں میں حصہ رکھا ہے کہ جو زمین سے اگتی ہیں ، لیکن دانوں کو پردے میں اس لئے رکھا گیا ہے تاکہ پرندے تمام دانوں تک دست رسی پیدا نہ کر کیں کہ ایسا ہونے سے وہ دانوں کے ساتھ کھیلیں گے اور انہیں خراب کردیں گے اس لئے اگر پرندہ ایسے دانوں تک پہنچ جائے جہاں اسکے لئے کوئی رکاوٹ نہ ہوتو وہ ان کے کھانے پر اس طرح پڑ جاتا ہے کہ وہ انہیں ختم کرکے ہی دم لیتا ہے اور اس طرح کھانے سے اس کا نظام ہضم خراب ہوجاتا ہے،اور وہ مرجاتا ہے اور کسان خالی ہاتھ رہ جاتا ہے، لہذا اس بناء پر دالوں اور دانوں کو پردہ میں قرار دیا، تاکہ وہ انکی حفاظت کرے اور پرندے ان تک کمی سے دسترسی پیدا کر کیں، اورایک معین مقدار تک ان سے اپنی غذا حاصل کرلیں،اور اکثر دالیں، اور دانے انسانوں کے لئے باقی بچ جائیں اس لئے کہ انسان اس غذا پر ترجیح رکھتا ہے ، کیونکہ وہ اس کے آمادہ کرنے پر زحمت و مشقت اور سختی کا سامنا کرتا ہے اور پھر انسان کی احتیاج پرندوں کی احتیاج سے بہت زیادہ ہے۔

(صنعتِ خیمہ کو صنعتِ درخت نقل کیا گیا ہے)

اے مفضل ،ذرا غور فکر کرو اس حکمت پر جو درختوں اور نباتات کے خلق کرنے میں بروئے کار لائی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ حیوانات کی طرح غذا کے محتاج ہیں لیکن ان کا منھ حیوانات کے منھ کی طرح نہیں اور نہ وہ حیوانات کی طرح حرکت رکھتے ہیں ، کہ جو حرکت کرتے ہوئے غذا کی طرف جائیں لہذا انکی جڑوں کو زمین میں رکھا گیا تاکہ وہ زمین سے غذا حاصل کریں، اور شاخوں و پتوں تک اس غذا کو پہنچائیں تو گویا زمین ان کے لئے ماں کی مانند ہے کہ جو ان کی پرورش کرتی ہے اور انکی جڑیں انکے منھ کی جگہ پر ہیں کہ جو زمین کو پکڑے ہوئے ہیں تاکہ اس سے غذا حاصل کریں جس طرح سے حیوانات اپنی ماں سے غذا حاصل کرتے ہیں ، اے مفضل ، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خیمہ کے ستونوں کو کس طرح طناب کی مدد سے ہر سمت باندھا جاتا ہے تاکہ خیمہ سیدھا کھڑا رہے اور ادھر ادھر نہ جھکے اور یہی نظام تمام نباتات میں پاؤگے کہ انکی جڑیں طناب کی مانند زمین میں پھیلی ہوئی ہیں تاکہ وہ اسے کھڑا رکھیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو کس طرح ممکن تھا کہ تیز ہوا میں کجھور اور اس قسم کے دوسرے بلند قوی درخت کھڑے رہتے ، پس ذرا غور کرو اس حکمت و تدبیر پر کہ کس طرح وہ اس تدبیر سے سبقت لئے ہوئے ہے کہ جو لوگ اپنے خیمہ پردے وغیرہ لگانے کے دوران استعمال کرتے ہیں ، بلکہ یہ کہا جائے کہ خیمہ اور اس قسم کی دوسری چیزیں خلقت درخت کو دیکھ کر بنائی گئی ہیں ، اس لئے کہ خلقت درخت صنعت خیمہ سے پہلے ہے ، مگر کیا تم نہیں دیکھتے کہ لکڑیاں اور ستون درخت سے لئے جاتے ہیں پس ان تمام باتوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صنعت خیمہ کو درخت کی صنعت سے نقل کیا گیا ہے۔

(درخت کے پتے کی خلقت)

اے مفضل۔ ذرا پتے کی خلقت پر غور کرو، تم مشاہدہ کرو گے کہ اس کے اند رگیں موجود ہیں اور ان سب کے درمیان ایک موٹی رگ ہے کہ جو پتے کی لمبائی تک پھیلی ہوئی ہے اور کچھ باریک اور نازک رگیں ہیں جو کم اور مضبوط طور پر ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں کہ جو کھل نہیں سکتیں، اگر پتہ بھی ان چیزوں میں سے ہوتا کہ جسے انسان خود اپنے ہاتھوں سے دوسری چیزوں کی طرح بناتا تو بشر کبھی بھی پتوں کے بنانے سے فارغ نہ ہوتا اور فقط ایک درخت ایک سال میں بنتا ، اس لئے کہ اس کی بناوٹ کے دوران مختلف آلات و ادوات اور مختلف آراء و مشورہ وغیرہ کی ضرورت پڑتی ، لیکن خداوند عالم نے اس طرح کی عظیم تدبیر رکھی کہ وہ بہار کے چند دنوں میں تمام کے تمام بن جاتے ہیں۔ اس طرح کہ تمام پہاڑ، دشت، صحراء، و بیابان کو پر کردیتے ہیں کہ اس میں کسی قسم کی رائے و مشورہ کی ضروت نہیں پڑتی، بلکہ وہ اس عمل کو اس غریزہ کے تحت انجام دیتے ہیں کہ جو ان میں نافذ ہے ، اے مفضل ان تمام باریک و نازک رگوں کی حقیقتوں کو جان لو کہ انہیں کیوں پتہ میں پھیلنے کے لئے چھوڑا گیا ہے یہ اس لئے تاکہ یہ رگیں پانی کو پتہ تک پہنچائیں اور اسے سیراب کریں، جیسا کہ بدن کی رگیں بھی اسی طرح منتشر ہیں، تاکہ غذا کو بدن کے ہر حصہ میں پہنچادیا جائے، غلیظ اور موٹی رگوں میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ وہ اپنی سختی کی وجہ سے پتہ کی حفاظت کرتی ہے تاکہ پتہ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر مرجھانے سے محفوظ رہے ، لہذا تم ایک پتے میں رگو ں کو اس طرح پاؤ گے جس طرح سے ایک کپڑے کے پردے کو لکڑیوں کے ساتھ اس کے طول و عرض کو مدنظر رکھتے ہوئے بنایا گیا ہو۔تاکہ وہ ایک دوسرے کو مضبوطی سے پکڑے رہیں اور کپڑا ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے محفوظ رہے پس صناعت بشر اگرچہ خلقت حکیم کی حکمت پر دلالت کرتی ہے ، مگر در حقیقت وہ اسے سمجھنے سے قاصر ہیں۔

(بیج ،چھلا اور ان کی علت)

(اے مفضل) ذرا غور کرو، بیج اور پھلوں کے دانوں پر کہ کس طرح ان میں حکمت رکی گئی ہے انہیں قائم مقام درخت قرار دیا ، تاکہ اگر درخت کے اُگنے پر کوئی رکاوٹ پیش آئے تو اسے کاشت کیا جاسکے، بالکل اُسی طرح جس طرح سے قیمیتی اور بہترین اشیاءٔ کو مختلف مقامات پر رکھا جاتا ہے کہ اگر ایک کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آجائے تو دوسری چیز ا ن نیابت کر سکے، اور اب چھلکا کہ یہ اپنی سختی کی وجہ سے پھلوں کی نرمی اور لطافت کو حفظ کرتے ہیں کہ اگر چھلکا نہ ہوتا تو پھل خراب ہوجاتے اور درخت سے بکھر جاتے اور جلد ہی فاسد ہوجاتے ، بیجوں میں سے بعض بیج ایسے ہیں کہ جو زائیت کے طور پر استعمال ہوئے جاتے ہیں اور بعض سے تیل بھی نکالا جاتا ہے کہ جو مختلف کاموں کے استعمال می لایا جاتا ہے ان تمام باتوں سے تمہارے سامنے بیج اور چھلکے کی اہمیت واضح اور روشن ہوگئی ، اب ذرا غور کرو کہ آخر کجور کے درخت اور انگور کی بیل پر اس قدر لذیز پھل کیوں نکلتے ہیں، حالانکہ ان کے اوپر اس قسم کی دوسری چیزیں بھی تو وجود میں آ کتی تھینکہ جو کھانے کے قابل نہ ہو جیسے چنا وغیرہ ، ایسا اسے لئے ہے تاکہ انسان ان سے مکمل طور پر استفادہ کرسکے۔

(درخت میں تدبیر پراوندی)

اے مفضل۔ ذرا غور وفکر کرو اس تدبیر پر کہ جو درخت میں استعمال ہوئی ہے تم مشاہدہ کروگے کہ وہ ایک سال میں ایک بار مرتا ہے اور وہ بہت ہی زیادہ حرارت کو اپنے تنے کے اندر قید کرلیتا ہے کہ جس سے مواد میوہ پیدا ہوتا ہے اورپھر درخت دوبارہ زندہ ہوجاتا ہے ، اور وہ مواد میوہ شگوفہ کی صورت میں

با ر آتا ہے اورپھر یکے بعد دیگرے پھل فراہم کرتاہے اُسی طرح جیسا کہ بعض چیزوں کو ہاتھ سے پکایا جاتا ہے اور شاخوں کو دیکھوگے کہ وہ تمہاری طرف اس طرح پھلوں کو بڑھاتی ہیں جس طرح سے کوئی ہاتھ سے بڑھا رہا ہو، اور خوشبو دار پودوں کو دیکھو گے کہ وہ اسی طرح اپنی شاخوں کی مدد سے تمہاری طرف پھولوں کو پیش کرتے ہیں جیسا کہ وہ خود چل کر تمہاری طرف آرہے ہوں ، اب ذرا بتاؤ کہ یہ حکمت و تدبیر کس کی طرف سے ہے اس کی علت سوائے اسکے کچھ نہیں کہ انسان درختوں کے پھلوں اور ان کی مختلف خوشبو سے لذت حاصل کرے ، تعجب ہے ان لوگوں پر کہ جو بجائے اس کے کہ وہ ان نعمتوں پر خداوند کا شکریہ ادا کریں وہ ان نعمتوں سے کفر اختیار کرتے ہیں۔

(انار کی خلقت)

اے مفضل۔ انار کی خلقت اور اس میں استعمال شدہ تدبیر پر غور کرو کہ تم اس میں چربی کی مانند تہوں کو پھیلا ہوا پاؤگے اور اسکے دانوں کو اس طرح لگایا گیا ہے جیسا کہ ہاتھوں سے ٹانکا گیا ہو،اور وہ مختلف حصوں میں تقسیم ہوئے ہیں اور ہر حصہ ایک لفافے میں بند ہے ، ایسا لفافہ کہ جو تعجب آور، لطیف اور حیرت انگیز طریقہ پر بنایا گیا ہو اور اسی طرح اس کی کھال جو دانوں کو اٹھائے ہوئے ہے، کیا اب بھی اس صنعت کے اندر کوئی تدبیر باقی رہ جاتی ہے، اب اگر کوئی یہ کہے کہ کیا یہ صحیح نہ ہوتا کہ انار کے اندر فقط دانے ہوتے تو ہم کہیں گے کہ انار میں ایسی تدبیر اس لئے استعمال نہیں ہوئی کہ انار کا ایک دانہ دوسرے دانہ کی حفاظت نہیں کر سکتا تھا، لہٰذا اس چربی کو اسکے اندر رکھا گیا تاکہ وہ دانے کی پرورش کرے اور اسکے لئے غذا کا بندوبست کرے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ دانے کی جڑ اس چربی میں داخل ہوتی ہے اور پھر یہ کہ دانہ کو اس کے لفافے میں بند کیا گیا ہے تاکہ بکھرنے سے محفوظ رہ سکے، اور اسکے اوپر محکم، چھلکے کاخول اڑا دیا، تاکہ وہ اسے مختلف آفات سے بچائے ، میری یہ تمام گفتگو انار کی تعریف میں بہت کم ہے جبکہ

انار کی تعریف و توصیف کے بارے میں ان لوگوں کے لئے انتہا مطالب ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ اس کے بارے میں گفتگو یا تقریر کریں یکن میں نے جس قدر ا ن تعریف بیان کی وہ اس کی حکیمانہ خلقت پر د یل کے لئے کافی ہے۔

(بیل بوٹے کی ٘ ٘ت)

اے مفضل۔ ٘کر کرو، ضعیف بیل بوٹے کہ ج کا پھل انتہا سنگین ہے جیسے رو، کھیرا، خربوزہ، وغیرہ اور اس تدبیر پر کہ جو ان میں استعمال کی گئی ہے، لہٰذا جب یہ بات طے ہوئی کی اس میں اس قسم کے پھل لگیں تو اُسی دن سے اسکے لئے یہ بات مقرر ہوئی کہ وہ زمین پر ٘ ٘ں ہونی چاہیے کہ اگر یہ ٘ں نبل اور دوسرے درختوں کی طرح کھڑی ہوتی تو رگز ان پھلوں کے وزن کو برداشت نہیں کر کتی ٘ں، غور کرو کہ یہ بیل کس طرح زمین پر ٘ یلی ہوئی ہے اور کس طرح زمین نے اس کے پھلوں کو ا پنے دوش پر اٹھا رکھا ہے، اور کھیرے کی بیل کو دیکھو کہ وہ زمین پر ٘ یلی ہوئی ہے اور اس کے پھل اس کے اردگرد بکھرے ہوئے ہیں، اس بلی کی مانند کہ جو زمین پر لیٹی ہوئی ہے، اور اسکے بچے اس کے اردگرد جمع ہیں کہ جو اُس سے دودھ پینا چاہتے ہیں۔ اب ذرا غور کرو کہ یہ پھل کیسے مناسب موقع پر نکلتے ہیں جبکہ گرمی کی شدت اور ہوا گرم ہو، اور لوگ انہیں شوق وولولے کے ساتھ خریدتے ہیں ، اور ان سے استفادہ کرتے ہیں ، اگر یہ سردیوں میں اُگتے تو لوگ مسلم طور پر ان سے دوری اختیار کرتے اور انہیں کھانے کے لئے استعمال نہ کرتے اور اسکے علاوہ و ہ ان کے لئے نقصان دہ ٘ں ہوتے ، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ٘ں ایسا ہوتا ہے کہ کھیرا سردیوں میں پکتا ہے، تو لوگ اسکے کھانے کی طرف رغبت نہیں رکتے، مگر وہ لوگ جو زیادہ ہی حریص ہوں کہ وہ ان چیزوں کے استعمال سے ٘ں نہیں رتے کہ جو انکے لئے نقصان دہ اور مضر ہیں اور اسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اُن پر اُن پھلوں کا کھان ناگوار گزرتا ہے۔

(کھجور درخت)

اے مفضل، ذرا غور کرو کھجور کے اس درخت پر جو مادہ ہے اور اُسے ایک نر کی ضرورت ہوتی ہے ، لہٰذا اسکے لئے ایک نر بھی رکھا گیا ہے جو اسکے ساتھ عمل تلقیح کو انجام دیتا ہے تو گویا کھجور کا نر بھی حیوان کے نر کی طرح ہے کہ جو اپنی مادہ کے ساتھ مقاربت کرتا ہے، تاکہ اس مادہ حاملہ ہوجائے مگر مادہ کھجور حاملہ نہیں ہوتی ذرا کھجور کی خلقت پر غور کرو تم مشاہدہ کروگے کہ اسکے طول وعرض کے حصہ کو بغیر کسی دھاگے کے اس طرح سیا گیا ہے جس طرح سے کوئی ہاتھ سے سیتا ہے، تاکہ وزنی شاخیں تیز ہوا کی وجہ سے ٹوٹ نہ جائیں، اور اس وقت جبکہ وہ کھجور کا کامل درخت بن جاتاہے تو اُسے چھت، پل اور اس کے علاوہ دوسری چیزوں کے استعمال میں لایا جاتا ہے اور اس طرح تم اس کی لکڑی کے تختوں کو دیکھو گے کہ اس کے اجزاء طول و عرض کے اعتبار سے بعض ، بعض میں پیوست ہیں جیسا کہ وہ کپڑا کہ جو دھاگوں سے بنا ہو کہ اُس میں دھاگے ایک دوسرے میں پیوست ہوتے ہیں اور اسی طرز پر اسکے لئے استحکام و پائیداری ہے، تاکہ وہ ان آلات و ادوات کے بنانے میں استعمال ہوسکے، کہ جن سے مختلف قسم کا کام لیا جاتا ہے، لیکن اگر کھجور کا درخت پتھر کی مانند خشک ہوتا تو اسے چھت ، دروازے ، تختے ، صندوق اور اس قسم کی دوسری چیزوں میں استعمال نہیں کیا جا سکتا تھا ، کھجور کے عظیم ترین فائدوں میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ وہ پانی پر ٹھہر جاتا ہے اور نہیں ڈوبتا سب اس بات کو تو جانتے ہیں مگر جو عظیم راز اُس میں پوشیدہ ہے اُسے سب نہیں جانتے اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر کس طرح سے یہ کشتیاں اور جہاز جو پہاڑوں کی مانند وزن کو اُٹھائے ہوئے ہیں پانی پر ٹھہر سکتے تھے اور کس طرح سے لوگ کم خرچ کے ذریعہ تجارت کے مال کو ایک شہر سے دوسرے شہر لے جاتے، اس کے بغیر مسلماً پر ان کا خرچ بہت زیادہ ہوتا اور اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ لوگ جس چیز کی احتیاج و ضرورت رکھتے وہ چیز یا تو اس شہر میں نایاب ہوتی یا پھر بہت مشکل سے ہاتھ آتی۔

(ادویات اور ان کے فوائد)

اے مفضلؒ۔ادویات ، انکی جڑوں اور یہ کی ان میں سے ہر ایک خصوص درد کے لئے ہے، غور وفکرکرو، ادویات ہضم ہونے سے پہلے داخل ہوکر غلیظ فضلات جیسے بلغم، وغیرہ کو جسم سے باہر نکالتی ہیں۔ افتیمون (گیاہی دوا کا نام) کہ یہ گیس کو ختم کرتی ہے، سکبینج، کہ یہ ورم کو ختم کرتا ہے، اور یہ اس قسم دوسرے کام بھی انجام دیتی ہیں ، کون ہے وہ کہ جس نے انہیں یہ قوت عطا کی سوائے اسکے کہ جس نے انہیں بشر کے فائدہ کے لئے خلق کیا، اور کس نے لوگوں کو ان سے آگاہ ومطلع کیا سوائے اسکے کہ جس نے انکے نفع اور فائدے کو ان ادویات میں رکھا ورنہ کون اور کہاں ان چیزوں سے واقفیت پیدا کر کتا تھا، کہ جس طرح سے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ انسان ان تمام چیزوں کو اپنی عقل، لطیف فکر اور مختلف تجربہ کے ذریعہ پہچانتا ہے، اگر انسان کے بارے میں اس بات کو تسلیم کر بھی لیا جائے، تو پھر یہ بتاؤ کہ یہ حیوانات کس طرح سے ان کے خواص سے آگاہ ہوئے ہیں؟ کہ بعض درندے کچھ دواؤں سے اپنا معالجہ خود کرتے ہیں اور اسی طرح بعض پرندے کچھ دواؤں سے اپنا معالجہ خود کرتے ہیں اور اسی طرح بعض پرندے جب انہیں قبض کی شکایت ہوتی ہے تو دریا کے پانی سے حقنہ کرتے ہیں ، اس طرح سے وہ اپنے آپ کو صحیح وسالم رکھتے ہیں، اور اس قسم کی بہت سی مثالیں اور اب شاید تم ان نباتات کے بارے میں کہ جو صحراء و بیابان میں اُگتے ہیں یہ خیال کرو کہ یہ ایک زائد اور فائدہ چیز ہیں کہ جسکی کوئی ضرورت نہیں جبکہ در حقیقت ایسا نہیں بلکہ وہ وحشی جانوروں کے لئے غزا اور انکے دانے پرندوں کے لئے غزا اور انکی شاخیں لوگوں کے آگ جلانے کے کام آتی ہیں ، اور ان میں دوسرے بھی خواص پائے جاتے ہیں اور وہ یہ کہ اس ان سے بدن کا معالجہ، کھال کی صفائی اور یہ رنگ آمیزی کے کام آتے ہیں ، اور اسکے علاوہ بھی دوسرے بہت سے فائدے ہیں۔

اے مفضل۔ کیا تم نہیں جانتے کہ سب سے کم قیمت چیز صحرائی گھاس ہے اور اس قسم کی دوسری ایسی چیزیں کم قیمت ہونے کے باوجود بہت سے فائدے رکھتی ہیں کہ جس سے کاغذ تیار کیا جاتا ہے کہ جسکی ضرورت بادشاہ اور دوسرے تمام لوگوں کو ہوتی ہے، اسکے علاوہ اس سے چٹائیاں بھی بنائی جاتی ہیں کہ جس سے سب ہی لوگ استفادہ کرتے ہیں، اور اس قسم کے غلاف تیار کئے جاتے ہیں کہ جن میں برتن رکھے جاتے ہیں تاکہ وہ ٹوٹنے اور معیوب ہونے سے محفوظ رہیں ،اور اس قسم کے دوسرے بھی فائدے ہیں بس عبرت حاصل کرو ان چھوٹی بڑی چیزوں کے فائدوں سے کہ جن میں بعض قیمتی اور بعض کم قیمت ہیں اور ان سب میں پست ترین انسان اور حیوان کا فضلہ ہے کہ جو اپنی مکمل نجاست کے ساتھ اان میں جمع ہے کہ جو زراعت اور سبزیوں کی کاشت کے لیئے جامع ترین کھاد کے طور پر اپنی قدر وقیمت رکھتا ہے کہ جس کا مقابلہ دوسری کوئی اور چیز نہیں کر سکتی اس سے سبزیاں بہترین طریقے سے رشد ونمو پاتی ہیں اور یہ ان کے لئے فائدہ مند ہوتا ہے مگر سب اُس فضلہ سے نفرت کرتے ہیں اور وہ اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتے کہ وہ اس سے قریب ہوں ۔ اے مفضل۔ جان لو کہ ہرچیز کی قیمت اس کی اپنی منزلت کے مطابق نہیں بلکہ ہر ایک اپنے لئے دو مختلف بازار میں مختلف قیمت رکھتی ہے ایک بازار کسب وتجارت ہے اور دوسرا بازار علم و معرفت ہے۔ افسوس کہ جس چیز کی قیمت بازار کسب و تجارت میں کم ہے، بازار علم و معرفت میں وہ پُرقیمت ہے۔ تم اس چیز کو ہرگز حقیر مت سمجھو اگر بیمار دان اس بات کو جان لیں کہ فضلہ کے اندر کیا خصوصیتیں ہیں تو وہ بڑی سے بڑی قیمت پر خریدنے کے لئے تیار ہوجائیں گے اور اس بات پر فخر کریں گے۔

مفضل کہتے ہیں کہ یہاں وقت زوال آپہنچا اور میرے آقا و مولانماز کے لئے کھڑے ہوگئے، آپ نے فرمایا کہ کل صبح سویرے میرے پاس آجاؤ (انشاء اللہ) میں نے جو کچھ سیکھا اس پر بہت ہی زیادہ مسرور وخوشحال واپس پلٹا ، جو کچھ خدا نے مجھے عطا کیا اُس پر اس کا شکر گزار تھا، میں نے یہ رات بہت ہی خوش و خرم بسر کی۔

(روزچ ارم)

مفضل کہتے ہیں کہ چوتھے روز میں صبح سویرے امام - کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا ،اور اجازت لینے کے بعد آپ کے سامنے بیٹھ گیا، آپ - نے فرمایا: تمام حمد وثناء ، بزرگی و پاکیزگی اس خداوند متعال کے لئے ہے کہ جس کا اسم مبارک تمام اسماء پر مقدم ہے، وہ نور اعظم ہے اور بہت ہی زیادہ جاننے والا اور صاحب کرامت و جلالت ہے کہ جو مخلوق کا خالق، عالمین و زمانہ کا فنا کرنے والا اور پوشیدہ راز کا جاننے والا ہے کہ جس کے اسماء دوستوں کے لئے خزانے اور اس کا علم غیروں کے لئے پوشیدہ ہے۔

درود وسلام ہو ان پر کے جو وحی کے مبلغ اور رسالت کا کام انجام دینے والے ہیں کہ خداوند متعال نے انہیں بشیر و نذیر بناکر بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو خدا کے حکم سے اس کی طرف دعوت دیں اور انہیں اس کے عذاب سے ڈرائیں اور ان کی ہدایت اور رہنمائی کریں کہ جو کوئی اس حجت کے تمام ہونے کے بعد گمراہ ہوا وہ ہلاک ہوگیا۔اور جو کوئی ان دلائل و براہان کے ذریعہ ہدایت پاگیا تو اس پر ، اس کی اولاد، اس کے مرحومین اور ان کی آنے والی نسلوں پر خدا کا درود وسلام ہو کہ جس کے وہ مستحق ہیں۔

(آفات وبلیات اتفاق پر دلیل نہیں)

اے مفضل۔ میں ادلّہ و براہین کے ذریعہ خلقت، حسن تدبیر اور اس قصد و ارادہ پر کہ جو انسان ، حیوان ، نباتات اور اشجار میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ اس قدر روشنی ڈال چکا ہوں کہ جس سے عبرت حاصل کرنے والے لوگ عبرت حاصل کریں، اور اب میں تمہارے لئے بعض ایسی آفات وبلیات کے بارے میں شرح بیان کرتا ہوں کہ جنہیں بعض زمانوں میں جاہلوں کے ایک گروہ نے انکار خدا اور خلقت میں تدبیر کے انکار کا وسیلہ قرار دیا، فرقہ معطلہ ، اور فرقہ مانویہ ، عالم میں رونما ہونے والے

حادثات کو خلافِ حکمت و تدبیر جانتے ہیں اور خالق کائنات کا انکار کرتے ہیں من جملہ وہ موت وفنا کا بھی انکار کرتے ہیں ! اور اسی طرح فرقہ دہریہ کہ جو یہ گمان کرتا ہے کہ کائنات کی ہر چیز بغیر علت اور بطور اتفاق وجود میں آئی ہے لیکن میری یہ گفتگو اور کلام ان کے تمام خیالات و اقوال کو باطل کردے گا۔

خدا انہیں غرق کرے کہ یہ کس طرف منھ، چرا کر بھاگتے ہیں۔(سورہ توبہ، آیت 30) بہت سے جاہل افراد نے اس قسم کے حادثات ، مثلا وباء یرقان،اولوں کا گرنا، اور ٹڈیوں کا ایسا اجتماع کہ جوزراعت کو تباہ وبرباد کردیتا ہے اور اس قسم کے دوسرے ایسے حادثات کو کہ جو زمانے میں رونما ہوتے ہیں انکار خدا کا وسیلہ قرار دیا، ان کے اس قسم کے خیالات کا جواب یہ دیا جائے گا کہ اگر کوئی خالق ومدبر نہ ہوتا تو پھر کیونکر یہ چیزیں زیادہ شدت سے ظاہر نہیں ہوتیں ، مثلاً یہ کہ آسمان زمین پر گر پڑے، زمین دھنس جائے، سورج اپنی حرکت کے برخلاف عمل کرے یا یہ کہ طلوع نہ ہو، نہریں اور چشمے اس طرح خشک ہوجائیں کہ ہونٹوں کو تر کرنے کے لئے پانی میسر نہ ہو ،ہوائیں اس طرح رک جائیں کہ تمام چیزیں فاسد و ضائع ہوجائیں، یا یہ کہ دریاؤں کا پانی پوری خشکی کو اپنے اندر لے لے، اور ہر چیز کو غرق کرکے رکھ دے اور اس قسم کی دوسری وبائیں آخر دائمی اور ہمیشہ کیوں نہیں رہتیںکہ وہ جس عالم میں بھی ہوں اسے بیکار اور ناکارہ بنادیں؟ بلکہ یہ آفتیں اس طرح ہیں کہ کچھ وقت کے لئے ظاہر ہوتی ہیں اور پھر انہیں ختم کردیا جاتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ عالم اس قسم کی بلاؤں (کہ جو اوپر بیان کی گئیں) سے حفظ و امان میں ہے کہ اگر ان میں سے ایک بھی رونما ہوجائے، تو وہ عالم کو نابود کردے۔ بلکہ بھی عالم کو چھوٹی بلاؤں اور آفتوں میں مبتلا کیا جاتا ہے تاکہ لوگ ڈریں، اور راہ مستقیم پر گامزن ہو جائیں اور پھر یہ آفتیں دائمی نہیں ہوتیں بلکہ انہیں لوگوں سے اُس وقت اٹھا یا جاتا ہے جبکہ ان سے نصیحت و نکر کی امید ظاہر ہونے لگتی ہے تو پس یہ بات واضح ہوگئی کی بلاؤں کا نازل ہونا انکے لئے باعث نصیحت اور انکا دور ہونا انکے لئے باعث رحمت ہے گروہ معطلہ کے افراد بھی وہی بات کہتے ہیں کہ جو بات گروہ مانویہ

کے افراد کہتے ہیں اور وہ بات یہ ہے کہ انسان پر بلیات و آفات نازل نہیں ہونی چاہیئیں اور یہ کہ اگر عالم کے لئے کوئی مہربان خالق ہوتا تو اس قسم کے ناگوار حادثات کبھی بھی عالم کا رخ نہیں کرتے ، کہنے والوں کا مقصد یہ ہے کہ انسان کی زندگی کو ہر قسم کے رنج والم سے محفوظ ہونا چاہیے تھا۔ جبکہ اگر ایسا ہوتا تو انسان سرکش ہوجاتا کہ جس میں نہ اسکے دین کی بھلائی ہے اور نہ دنیا کی ، جیسا کہ اس بات کا مشاہدہ تم اُن لوگوں میں کرسکتے ہو کہ جو بہت زیادہ دولت مند ہوں اور اپنی زندگی عیش و آرام سے گزار رہے ہوں کہ دنیا کی تمام نعمتیں انکے لئے حاضر ہوں تو یہ لوگ یہاں تک اپنی حد سے تجاوز کرتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو بشر ہونے سے بھی بھلا بیٹھتے ہیں اور ہرگز یہ نہیں سوچتے کہ انی پرورش کسی اور نے کی ہے تو پس ایسے موقع پر یہ ضروری تھا کہ کوئی آفت و بلاء موجود ہو کہ جو ان پر نازل کی جائے اس لئے کہ انسان پر واجب ہے کہ وہ ضعیف وکمزور پر رحم کرے، فقیروں کے ساتھ مساوات سے پیش آئے اور انکے ساتھ ہمدردی کرے ، ناتواں لوگوں کے ساتھ مہربانی کرے، غمزدہ اور شکستہ دل افراد کے ساتھ مہر و محبت سے پیش آئے لیکن وہ یہ سب کام نہیں کرتے مگر جہاں وہ مصیبت و بلاء میں مبتلا ہوا، اور اُس نے اس تلخی کا مزہ چکھا یا تب کہیں جاکر اس پر نصیحت مؤثر ہوتی ہے اور وہ بینا ہوجاتا ہے تو اگر اب بھی کوئی ان بلاؤں اور مصیبتوں اور حادثات کا منکر ہوجائے تو وہ لوگ اُن بچوں کی مانند ہیں کہ جو ہمیشہ تلخ اور کڑوی دواء کو برا ہی کہتے ہیں اور ان لذیذ غذاؤں کو منع کرنے پر غیض و غضب میں آجاتے ہیں کہ جو انکے لئے نقصان دہ ہیں ، اور وہ لوگ کسب آداب ، علوم اور صنعتوں کو دشمن رکھتے ہیں،اور چاہتے ہیں کہ ہمیشہ لہو ولعب میں اپنی زندگی کو بسر کریں کے جسے چاہیں کھائیں اور جسے چاہیں پیئیں اور وہ نہیں جانتے کہ اس طرح بیکاری میں وقت گزارنے سے انکے دین اور دنیا کو کس قدر نقصان پہونچے گا،اور یہ لذیذ کھانے ان کے جسم کو کس طرح نقصان پہونچائیں گے، اور وہ نہیں جانتے کہ یہ آفات وبلیات ان کے آداب اور ان کی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے ہیں جیسا کہ وہ دواء کے فائدے کو نہیں جانتے

اگرچہ اس میں ایک مقدار تلخی ہے۔

(انسان گناہوں ُ صوم ٰلق کیوں ۔ٖ ہوا؟)

اب اگر کوئی یہ کہے کہ انسان گناہوں سے معصوم خلق کیوں نہ ہوا جو یہ آفتیں اور بلائیں رونما ہ۔وکر ا سے نقص۔ان پہونچ۔اتی ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر انسان گناہوں سے معصوم خلق ہوتا تو اب جو ٰی نیی کرتا تو یہ نیی قابل تعریف نہ ہوتی اور نہ ہی وہ اسکے اجر وثواب کا مستحق ہوتا۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ خداوند متعال کو چاہیے تھا کہ وہ اپنی تمام نعمتیں بندوں کو عطا کردیتا تو اس کے جواب میں کہا ج۔ائیگا ، ذرا تم اُس شخص کی حالت پر غور کرو جو صاحب عقل و فہم ہو اور وہ ایک جگہ بیٹھ جائے اور اُسے جس چیز کی ضرورت ہو اسے بٖ‌ی۔ر کسی زحمت و مشقت کے اس کے سامنے پٖش کردیا جائے کہ جس کا وہ مستحق نہیں تو کیا اُس کا نفس اس بات پر راضی ہوگا ، رگ۔ز نہیں ، بلکہ تم اُسے دیکھو گے کہ وہ ان چیزوں کو زیادہ چاہتا ہے کہ جو اس نے زحمت و مشقت کے بعد حاصل کی ہیں آخ۔رت ک۔ی نعمتیں ٰی بالکل اسی طرح ہیں کہ جو اس کے حاصل کرنے والے کے لئے کامل ہوجاتی ہیں اس لئے کہ اس کے حاصل ک۔رنے م۔یں اس نے س۔ی و کوشش سے کام یا اور وہ اس کا مستحق ٰی تھا کہ اسے اس قسم کی نعمتیں عطا کی جائیں، پس ان نعمتوں اور ثواب ک۔و حاصل کرنے کے لئے خداوند عالم نے انسان کے لئے اس دنیا میں راہ ہموار کی ہے کہ وہ اس دنیا میں رہ کر ان کے حصول کے لیۓ کوشاں رہے تاکہ وہ اُن نعمتوں سے پوری طرح لطف اندوز ہوسکے، کہ جو اسے آخرت میں عطا کی جائیں ں۔

اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ کیا ایسا نہیں ہے کہ ٰی لوگوں کو اس قسم کی نعمتیں ملتی ہیں ک۔ہ جنہ۔یں پ۔اکر وہ خوش۔حال ہوجاتے ہیں ، باوجود اس کے کہ وہ اس کے مستحق نہ تھے تو پھر آخر اس قسم کی وضیعت پر کیا چیز مانع ہے کہ اگر کوئی یہ کہے ک۔ہ آخرت کی نعمتیں ٰی اُسے ایسے ہی مل جائیں ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر

اس راہ کو لوگوں کے لئے فراہم کردیا جائے کہ انہیں گناہ کے باوجود آخرت میں نعمتیں اور اجر و ثواب ملے، تو وہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے، فسادات ، لوگوں کے قتل وغیرہ میں مبالغہ آرائی سے کام لیں گے پھر کون ہوگا کہ جو اپنے آپ کو زن فاحشہ سے بچائے گا اور کون نیی کو انجام دینے کے لئے زحمت و مشقت کو برداشت کرے گا ، جب کے کہ وہ یقین رکھتا ہے کہ ہر حال میں نعمتوں سے بہرہ مند ہوگا، اگر لوگوں کا حساب و کتاب نہ ہوتا تو پھر کون اپنے آپ ، اپنے مال اور اپنے گھر والوں کو لوگوں کے ناجائز تجاوز سے حفظ و امان میں رکھ سکتا تھا ، تو گویا اس قسم کی حالت و کیفیت کا ضرر لوگوں پر بہت ہی جلد اثر انداز ہوتا اور دنیا سے پہلے آخرت وجود میں آجاتی ، اور اس سے حکمت اور عدل الٰہی دوونوں باطل ہوکر رہ جاتے، اور اس حالت کے صحیح نہ ہونے پر اعتراض کیا جا سکتا تھا۔

(آفات کی دلیل اور توجیہ)

(اے مفضل) یہی یہ لوگ خداوند متعال اور اس کی تدبیر کے انکار کے لئے اپنے ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے ان آفات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ جو تمام لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں اب چاہے یہ لوگ نیک ہوں یابد، یا فقط نیک لوگوں کو لپیٹ میں لے لیتی ہیں جبکہ فاسد و فاجر ان سے بالکل محفوظ رہ جاتے ہیں لٰہذا تدبیر حکیم میں ان کی کس طرح توجیہ کی جائے اور انی دلیل کیا ہے؟ تو اس سوال کے جواب میں کہا جائے گا کہ وہ آفتیں اور مصیبتیں جو دونوں گروہ پر نازل ہوتی ہیں ان میں ان دونوں گروہ کی بھلائی ہے اس لئے کہ وہ لوگ جو نیک اور صالح ہیں جب ان پر یہ مصیبتیں اور آفتیں نازل ہوتی ہیں تو وہ خداوند متعال کی عطا کی ہوئی نعمتوں پر متذکر ہوجاتے ہیں اور یہ تذکر و نصیحت انہیں صبرو نصیحت کی طرف کھینچتا ہے اور فاجر و بدکار لوگوں کو ان بلاؤں اور مصیبتوں کے نازل ہونے سے یہ فائدہ پہنچتا ہے کہ ان کا حرص و لالچ کم ہوجاتی ہے تو گویا خداوند متعال آفتوں اور بلاؤں کے ذریعہ اپنے

بندوں کو برائی سے بچانا چاہتا ہے اور اس کے علاوہ یہ کہ اگر نیک اور صالح افراد ان آفات سے صحیح وسالم بچ گـئے تـو وہ نیـک اور اچھے کاموں کی طرف اور زیادہ مائل ہوتے ہیں اور ان کی بصیرت و معرفت میں مزید اضافہ ہوتا ہے اور فاجر لوگ جب اپنے پروردگار کی مہربانی و عـ وفت اور ا ں رؤفیت کو دیکـتے ہیں ، کہ وہ ان آفات سے صحیح وسالم بچ گئے کہ جس کے وہ مستحق نہ تھے، تـو یـہ امـر انہیں لوگوں سے ہـ رردی و مہربانی کرنے پر ابھارتا ہے، حد تو یہ ہے کہ یہ لوگ اُن افراد کے ساتھ ـں ہـ رردی و مہربانی سے پیـ آتے ہیں کہ جنہوں نے ان کے ساتھ بدی کی، اگر کوئی یہ کہے کہ چلو یہ تو اس کا جواب تھا جب آفتیں انسان کے مال پر نازل ہـوتی ہیں مگر اُن آفتوں کی د یل کیا ہے کہ جو انسان کے جسم پر وارد ہوتی ہیں مثلاً جل جانا، غرق ہوجانا، سیلاب و زلزلہ کا آنا وغیـرہ ؟ تـو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ خداوند متعال نے اس امر میں ـں ان دونوں گروہ کی بھلائی ر ں ہے ، نیک اور اچھے لوگـوں کـے لئے یہ کہ جب وہ اس قسم کی چیزوں میں مبتلا ہوتے ہیں تو دنیا کی تکلیفوں اور پریشانیوں سے نجات پاتے ہـیں اور فـاجر و فا ـق افـراد جب ان حوادث سے دوچار ہوتے ہیں تو ان کے گناہ بکھر کر رہ جاتے ہیں،ا ور مزید گناہ کرنے سے رک جاتے ہـیں ، خلاصـہ یـہ کہ خداوند متعال اپنی حکمت و تدبیر سے ان تمام امور کو خیروخوبی سے بدل دیتا ہے ، جیسا کہ ہوا جب ـں درخت کو اکھـاڑ دیتـی ہے ، تو صنعت کار اُسے اٹھا کر اپنی صنعت کے کام میں لے آتا ہے، بالکل اسی طرح خداوند مدبر وحکیم ان آفتوں کو جو لوگوں کـی جـان و مال پر نازل ہوتی ہیں انہیں لوگوں کے لئے خیر وخوبی اور سود مند بنادیتا ہے اب اگر کوئی یہ کہے کہ آخـر لـوگ ان خطـرات کا شـکار ہوتے ہی کیوں ہیں؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ یہ اس لئے تاکہ لوگ اپنی طویل صحت و سلامتی کی خاطر معصیت میں گم نہ ہوجائیں اور فاجر وبدکار لوگ اپنی بدفعلیوں میں مبالغہ آرائی سے کام نہ لیں، اور نیکو کار ـں نیک کام کرتا ہوا سست نہ پڑجائے اور یـہ دو امر لوگوں کی راحت و خوشحالی پر ۔ نہ کرلیں اس کے علاوہ یہ آفتیں لوگوں کو نیک کام میں رشد کرنے کی ہدایت و رہنمـائی ،ا ور انہیں متنبہ

کرتی ہیں۔ اگر اس قسم کی آفات و بیات ختم ہوجائیں تو لوگ سرکشی، معصیت، اور و میں غرق ہوکر رہ جائیں گے، جیسا کہ پہلے زمانہ میں ہو اکہ انہیں طوفان کے ذریعہ ہلاک کرکے زمین کو ان کے وجود سے پاک کیا گیا، ایک چیز اور کہ جس کا لوگ انکار کرتے ہیں ، وہ موت و فنا ہے کہ ان کا کہنا ہے کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ بشر ہمیشہ دنیا میں رہتا اور کسی بھی قسم کی آفت و بلاء میں گرفتار نہ ہوتا، اور آخر تک اسی حالت پر باقی رہتا۔

تو اس بات کے جواب میں کہا جائے گا کہ اگر کوئی دنیامیں آتا اور ہمیشہ باقی رہتا اور نہ مرتا تو کیا زمین خدا کی وق پر تنگ نہ ہوجاتی؟ اور انکے رہنے کے لئے کوئی جگہ میسر نہ ہوتی، اور کاروبار اور زراعت وغیرہ ختم ہوکر رہ جاتی کیا تم لوگوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ اس بات کو جانتے ہیں ، اوریقین رکھتے ہیں کہ انہیں تدریجاً فنا اور موت سے ہم کنار ہونا ہے اس کے باوجود وہ مسکن اور زمینوں پر قبضہ کرنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لینے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر اسی کر مکہ میں آپس میں جنگ چھڑ جاتی ہے اور قتل و غارت گری کا بازار گرم ہوجاتا ہے ، تو پھر اس وقت انسانوں کی کیا حالت و کیفیت ہوتی جبکہ وہ موت و فنا سے بری ہوتے، حرص ، آرزو و طمع اور مختلف فسادات ان پر ۔ کرلیتے کہ جب یہ اس بات کا یقین کرلیتے کہ ان کے لئے موت و فنا نہیں ، ایسی صورت میں کوئی بھی حاصل شدہ اشیاء پر قانع نہ ہوتا اور کوئی بھی اپنی مصیبت اور رنج و الم سے نجات نہ پاتا ، اس لئے کہ موت و فناء نہیں، اس کے علاوہ ایسا شخص زندگی کا مارا ہوجاتا اور دنیا کی ہرچیز سے تنگ آجاتا، جیسا کہ وہ شخص زندگی سے تنگ آجاتا ہے۔کہ جس کی عمر حیات طولانی ہو، تو وہ موت کی آرزو کرتا ہے تاکہ دنیا کی مصیبتوں سے راحت و آرام پائے، اب اگر کوئی یہ کہے کہ خدا کو چاہیے کہ وہ اپنے بندوں سے ہر قسم کے مرض و مصیبت کو برطرف کردے، تاکہ وہ موت کی آرزو نہ کرے اوراس کا مشتاق نہ ہو، تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اگر ایسا ہوجائے تو لوگ سرکشی اور شرارت کی طرف کھینچے چلے جائیں گے جس سے

انی دنیا اور دین دونوں برباد ہوجائیں گے اور اب اگر کوئی یہ کہے کہ انسانوں کے درمیان تناسل و تولد کا سلسلہ نہ ہوتا تاکہ لوگ اپنی کثرت و زیادتی کی وجہ سے مسکن و معیشت کیئے پریشان نہ ہوتے ، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی صورت میں دوسری صدی کے لوگ نعمت حیات، نعمت دنیاوی و اُخروی اور ان چیزوں سے جو خداوند متعال نے اپنے بندوں کو دیں ہیں ، محروم رہ جاتے ایسی صورت میں ایک صدی سے زیادہ صدی وجود میں نہ آتی ، اب اگر کوئی یہ کہے کہ کیا ہی اچھا تھا کہ سب لوگ ایک دفعہ خلق ہوجاتے اور پھر بعد میں کوئی خلق نہ ہوتا؟ تو اس کے جواب کے لئے ہم پھر دوبارہ اپنے پہلے والے سوال کے جواب کو دہرائینگے، کہ اگر ایسا ہوتا تو اس سے معیشت و مسکن کی تنگی واقع ہوجاتی اور اسکے علاوہ اگر سب ایک ہی ساتھ خلق ہوجاتے اور ان میں تناسل و تولد کا سلسلہ نہ ہوتا تو وہ محبت و اُنسیت جو لوگوں میں اس وقت دیکھائی دیتی ہے باقی نہ رہتی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے سے پریشانی ومجبوری میں مدد مانگ سکتے تھے اور وہ لذت و خوشی جو تربیت اولاد سے حاصل ہوتی ہے سب ختم ہوجاتی لہٰذا یہ جواب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو بھی نظروں میں آتا ہے ، وہ اس کے علاوہ ہے کہ جس میں تدبیر ہے اور وہ سب خطا ہے۔

(خالق و مبداٗ جہاں پر طعنہ زنی کرنے والے لوگ کیا کہتے ہیں)

شاید اب کوئی دوسری جہت سے خالق دوجہان کی تدبیر پر طعنہ زنی کرے اور کہے کہ یہ کس قسم کی تدبیر ہے کہ جو عالم کے اندر دیکھنے میں آتی ہے اور وہ یہ کہ جو بھی قدرت مند و قوی ہے وہ بہت زیادہ ظلم کرتاہے اور وہ لوگ جو ضعیف و کمزورہیں وہی ذلیل و خوار ہوتے ہیں ، نیک اور اچھے لوگ مصیبتوں میں مبتلاء ہوتے ہیں ، جبکہ فاجر و فاسق چین و سکون کی زندگی بسر کرتے ہیں، اور اگر کوئی برا کام کرتا ہے تو اُس پر جلد ہی عذاب نازل بھی نہیں ہوتا ،لہٰذا یہ بات تدبیر کے نہ ہونے پر دلیل ہے اس لیئے اگر

تدبیر شامل حال ہوتی تو مسمماً تمام کام ایک اندازہ کے تحت انجام پاتے کہ جس کے نتیجے میں وہ لوگ جو صالح اور نیک ہیں پنس روزی وسعت کے ساتھ پاتے اور ظالم افراد اس سے حروم رہ جاتے اور کوئی قوی و طاقتور کسی کمزور اور ضعیف پر رگز ظلم نہ کرتا اور وہ شخص جو برے کام انجام دیتا، جلد ہی اپنے برے انجام کو پہنچ جاتا ۔ اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اگر یہ نظریہ درست ہو اور اسے عملی جامہ پہنا دیا جائے، تو وہ فضیلت جو خداوند عالم نے انسان کو تمام حیوانات پر عطا کی ختم ہوجاتی، اس کے علاوہ یہ کہ وہ امیر ی حو ہوجاتی کہ انسان اپنے آپ کو اس بات پر آمادہ کرے کہ وہ نیک اور اچھے اعمال انجام دے گا تاکہ آخرت میں اس کے اجر وثواب سے بہرہ مند ہو کہ جس کا خداوند متعال نے اس سے و رہ کیا ہے۔ تو گویا انسان ی چوپاؤں کی طرح ہوکر رہ جاتا کہ جو عصاء کے خوف اور گھاس کی طلب میں کام کو صحیح طور پر انجام دیتے ہیں پس انسان کسی ی کام کو آخرت کے عقاب یا ثواب کی خاطر انجام نہ دیتا پس یہی معنی بشر کو انسانیت سے نکال کر حیوانیت کے دائرے میں داخل کردیتے ہیں کہ وہ اپنے اردگرد کی چیزوں کے بارے میں کر مند نہ ہوتا اور کسی ی کام کو بغیر کسی حاضر یا نقدی چیز کے علاوہ بجا نہ لاتا پس اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ صالح اور نیک افراد کسی کام کو اس لئے انجام دیتے تاکہ ان کی روزی میں وسعت ہو، اور اگر کوئی برائیوں اور گناہوں سے بچتا تو فقط اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس پر زاب الٰہی نازل ہوجائے ، نتیجہ یہ نکلتا کہ لوگوں کے تمام کام حاضر اور نقدی چیزوں کے لئے ہوتے، ایسی صورت میں قیامت پر یقین ثابت نہ ہوتا اور لوگ رگز آخرت کے ثواب اور ا ن نعمتوں کے مستحق نہ ہوتے اب وہ شخص جو طعن زنی کرتے ہوئے جن امور کا ذکر کرتا ہے (جیسے ـتوانگری وفقیری ، موت وحیات، سلامتی وگرفتاری) یہ سب اس کے خیال وقیاس اور اندازے کے خلاف ہیں تو ا ن یہ کر خطا ہے جبکہ بعض اوقات تم مشاہدہ کروگے، کہ اس کے قیاس و قا رہ کے مطابق ، نیکو کار و صالح افراد خوشحال و خوشگوار زندی بسر کرتے ہیں ایسا اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں کے درمیان یہ خیال پیدا

ہوجائے کہ فقط فار ہی دولت مند ہیں اور صالح و نیک افراد ہمیشہ فقیری اورغربت کی زندں گذارتے ہیں اور یہ خیال انہیں اس بات پر جبور کرتا کہ وہ غلط راستے کو صحیح پر ترجیح دیں، اور اسی طرح تم بہت سے فاسقوں کو دیکھو گے کہ جب ان کا ظلم اور سرکشی حد سے بڑھ جائے اور لوگ کسی بھی صورت ان کے شر سے محفوظ نہ ہوں تو ان پر جلدی ہی عذاب الٰہی نازل ہوجاتا ہے چنانچہ "فرعون" دریا میں غرق ہوگیا "بخت نصر" کو حیرانی و سرگردانی میں ہلاک کردیا "یزید" کو قتل کردیا گیا۔

اگر بہت سے ظالموں کے عذاب ہونے میں تاخیر ہو، یا اسی طرح نیک اور اچھے لوگوں کے اجروثواب میں دیر ہو تو یہ بعض ایسی وجوہات کی بناء پر ہے کہ جسے بندے نہیں جانتے اور یہ موارد کسی بھی صورت تدبیر کے نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتے جیسا کہ بادشاہ وغیرہ بھی اس قسم کے کام کرتے ہیںاور کوئی بھی ان کے کاموں کو تدبیر سے خالی نہیں کہتا بلکہ اس کی تاخیر اور عجلت کو حسن تدبیر سے تعبیر کیا جاتا ہے تمام چیزوں کا قوا ر و ضوابط کے تحت انجام پانا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ان کا بنانے والا حکیم ہے۔ اور کوئی بھی چیز اس کی تدبیر کے سامنے رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ اس لیے کہ کسی بھی خالق کو اپنی مخلوق کے مہمل چھوڑنے کی تین وجوہات میں سے کوئی ایک ہو سکتی ہے۔(1)عاجز (2)جاہل (3)شریر۔ اور یہ سب باتیں خداوند متعال کی ذات میں محال ہیں ، اس لئے کہ کوئی بھی عاجز اس قسم کی عجیب و غریب مخلوق خلق نہیں کر سکتا، اور جاہل کے پاس تدبیر نام کی کوئی چیز وجود نہیں رکھتی، جبکہ کائنات میں کوئی بھی چیز تدبیر و حکمت سے خالی دکھائی نہیں دیتی ۔ اور شریر بھی بھی اپنی مخلوق پر احسان نہیں کرتا ، اور نہ اس کے لئے بھلائی چاہتا ہے ، خالق پر واجب ہے کہ وہ اپنی مخلوق کو تدبیر کے ساتھ پیدا کرے اگرچہ وہ تدبیر ا ن مخلوق سے پوشیدہ ہو جیسا کہ بادشاہ کے بہت سے کاموں کے علل و اسباب ا ن رعایا نہیں جانتی کیونکہ وہ بادشاہ کے امور میں کسی قسم کا کوئی دخل نہیں رکھتی، کہ وہ جانے کہ اس کے اس کام میں کیا راز پوشیدہ ہے لیکن جب وہ کسی کام کی علت جان لیتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ

ر

کام بہتر انداز سے انجام پایاہے۔ موک کے بعض اعمال کی مدد سے ملک الموک کے اعمال پر استدلال کیا جاتا ہے۔

اگر تم کچھ دواؤں یا ٖزاؤں کے بارے میں یہ خیال کرو کہ ان میں سے ر ایک اپنے لئے کچھ نا کچھ خا ـیتیں رکھتی ہے اور پھر تمہیں دو تین راہوں سے یہ بات پتہ چل جائے کہ اکا مزاج گرم یا سرد ہے تو کیا تم فقط اس مقدار کو جاننے کے بعـر یہ حکـم نہیں لگا کتے کہ یہ گرم یا سرد مزاج رکھتی ہے (یقینا تم ایسا کروگے) اور س کے بعد تم اپنے خیال کو اس یقین میں بدل دو گے یہ دوائیں اور ٖزائیں سرد اور گرم مزاج رکھتی ہیں تو جب دو، تین گواہوں اور شواہد کے بعد انسان کسی چیز پر یقین کر لیتا ہے تو پھـرکس طرح اس ذات کو جُ ملاتاہے جس کے وجو د پر اس قدر شواہد و گواہ موجود ہیں کہ جن کوشمار نہیں کیا جا کتا، کیا وہ ان شواہد کا مشاہدہ نہیں کرتے؟! اگر ان لوگوں کو فقط نصف عالم کی وجوہات کے بارے میں معلومات نہ ہوتی، تو تب ِی یہ فیصلہ کرنا کہ عـالم اتفـاق کا نتیجہ ہے ، رل و انصاف سے خالی ہوتا اس لئے کہ دوسری نصف ٖوق میں تو حسن تدبیر کے وہ عظیم اور ظا ری دلائل موجـو دہـیں کہ جو انہیں اس قسم کے ٖکر سے روـتے ہیں کہ حض ٖغلت میں عالم کو اتفاق کا نتیجہ کہا جائے، جب کہ وہ کائنات کی جس چیـز کے بارے میں ِی تحقیق و تجربہ کرتے ہیں تو وہ اس میں حسن تدبیر و حسن کمال پاتے ہیں۔

(عالم نام یونانی زبان میں)

اے مفضل جان لو کہ اہل یونان کے درمیان عالم کا نام "قوسموس" مشہور ہے کہ جس کا مطلب زینـت و خوبصـورتی ہے اور حکماء اور فلاسفہ نے ِی اس عالم کو اس قسم کے ناموں سے یاد کیا ہے ، کیا یہ بات اس چیز پر دلالت نہیں کرتی کہ انہـوں نے اس عالم میں تدبیر و نظام کے علاوہ دوسری کوئی چیز نہیں دیکِی یہی وجہ ہے کہ انہوں نے عالم کوا س قسم کے نـاموں سے یـاد کیـا ہے یہاں تک کہ وہ اس بات پر ِی

راضی نہ تھے کہ وہ عالم کا نام نظام اور اندازہ رکھیں، بلکہ انہوں نے اس کا نام زینت رکھا تاکہ وہ یہ بتا کیں کہ عالم کی رچیز کے اندر حسن تدبیر و استحکام اور زیبائی موجود ہے۔

(تعجب اس قوم پر جو کمت پر یقین رکھ کر کیم کو جھٹلاق ہے)

اے مفضل۔ ذرا تعجب کرواُس قوم پر کہ جو حکمت کو خطا نہیں کہتی مگر حکیم کو جھٹلاتی ہے، اور اس کائنات کو حض اتفاقات کا نتیجہ کہتی ہے ، جب کہ وہ اس میں کوئی مہمل چیز نہیں دیکھتی اور تعجب کرو کہ جو حکمت کا دعویدار ہے اوروہ اُس حکمت کو جھٹلاتا ہے جو اس عالم میں جاری ہے اور اپنی تند وتیز زبان کو خالق دوجہاں کے بارے میں دراز کرتا ہے، اور تعجب تو بدبخت فرقہ مانویہ پر ہے کہ جو لم اسرار کے جاننے کا دعویدار ہے مگر وہ اُن دلائل حکمت کو خلوق میں دیکھنے سے اندھا ہے کہ جو خلوق میں مشاہدہ ئے جاتے ہیں اوراپنے جہل و نادانی کی وجہ سے خلوق اور خالق کی طرف خطا کی نسبت دیتا ہے جس کی ذات حکیم و کریم اور بلند و بالا ہے۔

(عقل اپنی حد سے تجاوز نہیں کرتی)

(اے مفضل) ان سب میں سب سے زیادہ تعجب فرقہ معطلہ پر ہے ، جو اس چیز کا دعویدار ہے کہ جس چیز کو عقل درک نہیں کر کتی اُسے حس سے درک ہونا چاہیے اورکیونکہ یہ چیز خداوندعالم کے بارے میں امکان پذیر نہیں لہٰذا وہ اسی چیز کو دلیل بنا کر اپنے خالق کا انکار کر بیٹھتا ہے اور اُس کی طرف جھوٹی نسبت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر خالق وجود رکھتا ہے تو وہ عقل سے درک کیوں نہیں ہوتا؟ تو اسکے جواب میں کہا جائے گا کہ خالق دوجہاں عقل سے بھی بلند وبرتر ہے لہٰذا عقل اُسے درک کرنے سے قاصر

وعاجز ہے ، جیسا کہ وہ چیز جو آنکھوں سے زیادہ بلند مرتبہ رکھتی ہے ، آنکھوں سے درک نہیں ہو سکتی جیسا کہ جب تم کسی پتھر کو ہوا میں بلند دیکھتے ہو تو فوراً جان لیتے ہو کہ اُسے کوئی اُچھال رہا ہے ، اور تمہارا یہ جان لینا آنکھوں کے ذریعہ نہیں بلکہ عقل کے ذریعہ ہے ، اس لئے کہ اس قسم کے فیصلے عقل کرتی ہے اور وہ اس بات کو جانتی ہے کہ پتھر خودبخود ہوا میں بلند نہیں ہو سکتا ۔ توتم نے دیکھا کہ آنکھ کس طرح اپنی حد سے تجاوز نہ کر سکی، بالکل اسی طرح عقل بھی اپنی حد پر ٹھہر جاتی ہے اور ہرگز اس سے تجاوز نہیں کرتی ، اس کے باوجود وہ جانتی ہے کہ ایک صانع ہے کہ جس نے اُسے بنایا ہے لیکن وہ اس کی ذات وصفات کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے اور اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ تو پھر یہ ضعیف انسان اپنی عقل لطیف کے ذریعہ کس طرح مکلف ہے کہ وہ خداوند متعال کو جانے ، جب کہ اس کی عقل اسکا احاطہ کرنے سے قاصروعاجز ہے؟ تو اس سوال کے جواب میں کہا جائے گا کہ بندگان کو اس قدر مکلف بنایا ہے کہ جتنی وہ طاقت رکھتے ہیں اور ان کی طاقت یہ ہے کہ وہ اس کے وجود پر یقین رکھیں، اور اس کے اَمرونہی کے پابندرہیں بلکہ خداوند عالم نے بندوں کو اس بات کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا کہ وہ جانیں کہ اس کی ذات و صفات کی حقیقت کیا ہے ، جس طرح سے کوئی بھی بادشاہ اپنی رعایا کو اس بات کا ذمہ دار نہیں ٹھہراتا کہ وہ جانے کہ اُنکا بادشاہ بلند قامت کا ہے یا کوتاہ، سفید ہے یا گندمی ، بلکہ وہ انہیں اس بات کا مکلف بناتا ہے کہ وہ اس کی سلطنت کا اقرار کریں اور اسکے فرمان کے آگے اپنی گردنوں کو جھکائے رکھیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی بادشاہ کے دربار میں جاکر یہ کہے کہ جب تک تم اپنے آپ کو میرے حوالے نہ کروگے، کہ میں اچھی طرح تمہیں جان لو، تو میں اس وقت تک تمہاری اطاعت نہ کرونگا تو اس شخص نے یہ کہہ کر اپنے آپ کو عقوبت اور خطرہ میں ڈال دیا، پس اسی طرح اگر کوئی یہ کہے کہ میں اس وقت تک اپنے خالق کی اطاعت نہ کروں گا جب تک کہ اچھی طرح اس کی حقیقت اور اس کا کامل احاطہ نہ کرلوں ، تویقیناً اُس نے اپنے آپ کو معرض غضب الٰہی قراردیا، اب اگر کوئی یہ کہے کہ کیا بعض دفعہ

ا ں تعریف و توصیف بیان نہیں کی جاتی ،اور نہیں کہا جاتا کہ وہ عزیز ہے ، حکیم و جوادوکریم ہے؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ یہ تمام صفتیں اسکا اقرار ہیں نہ یہ کہ اس کا احاطہ اور درک حقیقت ، اس لئے کہ ہم کہتے ہیں کہ وہ حکیم ہے لیکن یہ نہیں جانتے کہ اس کے حکیم ہونے کی حقیقت کیا ہے اور اسی طرح دوسری تمام صفتیں ، ا ں مثال ایسی ہے کہ ہم آسمان کو تو دیکھتے ہیں ، لیکن اس بات سے ا ں تک آگاہ نہیں ہوئے کہ وہ کس مادہ کا بنا ہے، دریا، دیکھتے ہیں مگر یہ نہیں معلوم کہ اس کی انتہاء کہاں ہے، تو پس اس خداوندعالم کا امر تو ان تمام چیزوں سے ں بلند و بالا ہے کہ جس کے لئے کوئی انتہاء نہیں ، اس لئے کہ مثال کیسی ں ہو، اس کے امر کے مقابے میں کوتاہ ہے ، لیکن عقل اس کی معرفت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

(خدا کے بارے میں اس قدر اختلاف کیوں؟)

(اے مفضل) اب اگر کوئی یہ کہے کہ خدا کے بارے میں اس قدر اختلاف کیوں ہے؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس کے بارے میں اختلاف لوگوں کے کم عقل ہونے پر دلیل ہے کہ ان میں سے بعض نے یہ چاہا کہ وہ ا ں معرفت حاصل کرنے کے لئے اور ا ں ذات و صفات کے احاطہ کے لئے اپنی حد سے تجاوز کریں ، جب کہ اوہام ا س کام سے عاجز ہیں بلکہ وہ اس سے ں چھوٹی چیز کو نے سے قاصر ہیں جیسے سورج کہ جو تمام عالم پر تابانی کرتا ہے، مگر کوئی ں اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا، اس بات کی دلیل اسکے بارے میں مختلف اقوال ہیں ، فلسفیوں نے اسکے بارے میں مختلف نظر ئے ہیں ، بعض نے کہا کہ وہ ایک ستارہ ہے ، اور آگ سے بھرا ہوا ہے، اور یہ اپنے لئے منھ رکھتا ہے کہ جس کے ذریعہ حرارت و شعاعیں ہم تک پہنچتی ہیں۔ بعض نے کہا کہ وہ ایک ابر ہے، بعض نے کہا کہ وہ ایک شفاف جسم ہے ، شیشہ کی مانند جو عالم سے حرارت کو جذب کرنے کے بعد اپنی

شعاعوں کو عالم کی طرف ارسال کرتا ہے ، بعض نے کہا کہ وہ ایک لطیف و صاف چیز ہے کہ جو دریا کے پانی سے بنا ہے ، بعض نے کہا کہ وہ آگ کے ذرات ہیں جو ایک جگہ جمع ہوگئے ہیں ،ا ور بعض نے کہا کہ وہ چار عنصروں کے علاوہ پانچواں عنصر ہے، اس کے علاوہ اس کی شکل میں بھی اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ وہ ایک صفحہ کی مانند پھیلا ہوا ہے، اور بعض نے کہا کہ وہ گیند کی مانند ہے کہ جو حالت گردش میں ہے، اور اسی طرح اس کی مقدار اور اسکے وزن میں بھی اختلاف ہے ، بعض نے کہا کہ وہ زمین کے برابر ہے، بعض نے کہا کہ وہ زمین سے چھوٹا ہے، بعض نے کہا کہ وہ بزرگ ترین جزیروں میں سے ایک جزیرہ ہے، ریاضی دان لوگوں نے کہا کہ وہ ایک سو ستر برابر زمین کے ہے ۔ پس یہی اختلاف اس بات پر دلیل ہے کہ وہ سورج کی حقیقت سے واقف نہیں ہوئے، وہ سورج جو آنکھوں سے دکھائی دیتا ہے، اور حس جسے درک کرتی ہے لیکن عقول اس کی حقیقت کو پانے سے قاصر وعاجز دکھائی دیتی ہیں تو اب ذرا بتاؤ کہ پھر کس طرح عقول اس ذات مقدس کو درک کرلیں کہ جو احساسات کے ادراک سے بھی بالا تر ہے اور لطیف و پوشیدہ ہے، اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ وہ پوشیدہ کیوں ہے؟ تو اسکے جواب میں کہا جائے گا کہ خداوندمتعال نے اپنی حکمت و تدبیر سے خود کو پوشیدہ کر رکھا ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنے آپ کو پردہ یا دروازہ کے پیچھے پوشیدہ کرلے، یہ جو کہا جاتا ہے کہ خداوندعالم پوشیدہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم اس قدر لطیف ہے کہ عقل و فہم میں نہیں آتا، اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ لطیف و برتر کیوں ہے؟ تو یہ کہنا تو خودبخود غلط ہے ، اس لئے کہ وہ ذات جو سب کی خالق ہے ، اس کے لئے ضروری و لازم ہے کہ وہ ہر چیز سے جدا اور ہرچیز سے برترہو، وہ منزہ وپاک وپاکیزہ ہے، اور اگر کوئی یہ کہے کہ یہ کیسے معقول ہے کہ وہ ہر چیز سے جدا اور ہرچیز سے برتر ہو، تو انہیں جواب دیا جائے گا کہ کسی بھی چیز کی اطلاع ومعرفت کے لئے چار چیزیں ضروری ہیں ۔ (1)یہ جانا جائے کہ اس چیز کا وجود ہے یا نہیں ۔ (2)یہ جانا جائے کہ اس کا جوہر ومادہ کیا ہے۔ (3)یہ جانا جائے کہ اس کی کیفیت و صفت کیا

ہے۔ (4)وہ کس لت کے تحت وجود میں آیا، اور اس کا سبب کیا ہے ۔ یکن ان چار صورتوں میں سے کسی ایک صورت کے ذریعہ بَں نوق اپنے خالق کی حقیقت کو نہیں پَچان کتی فقط یہ کہ وہ جانے کے وہ موجود ہے، یکن اگر ہم یہ کہیں کہ وہ کیسا ہے اور کیا ہے؟ تو یہ وہ منزل ہے کہ جہاں پہنچنا ناممکن و حال ہے ، کہ ا ں ذات کی حقیقت کو پا یا جائے ، یا یہ کہ ا ں معرفت میں کمال پیدا کر یا جائے، اور اگر کہا جائے کہ وہ کیوں موجود ہے؟ اور ا ں لت کیا ہے؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ یہ دونوں چیز خداوندمتعال کی ذات سے ساقط ہیں اس لئے کہ خداوندعالم رچیز کی لت ہے، مگر کائنات کی کوئی چیز اس کی لت نہیں ،اور پھر یہ کہ انسان کا یہ جاننا کہ وہ موجود ہے، اس بات کا موجب نہیں بنتا وہ جانے کہ وہ کیسا ہے ، جیسا کہ اس کے خود ا پنے نفس کو جاننا کہ وہ موجود ہے اس بات کا موجب نہیں بنتا ، کہ وہ جانے کہ وہ کیسا ہے، اور اسی طرح دوسرے لطیف اور معنوی امور، اب اگر کوئی یہ کہے کہ آپ نے اپنے کوتاہ لم کی روشنی میں جس لحاظ سے خداوند متعال کی و ف و تعریف بیان کی ہے اس سے پتہ یہ چلتا ہے کہ وہ کسی بَں طریقہ سے پَچانا نہیں جا کتا، تو جواب میں کہا جائے گا کہ یقینا فقط وہاں تک جہاں تک کہ عقل کی رسائی ممکن ہو، اور اسکا احاطہ کرنے کی کوشش کرے، یکن دوسری جہت سے وہ ہم سب سے بہت نزدیک اور اس کے آثار تمام چیزوں سے زیادہ روشن ہیں وہ اس قدر واضح ہے کہ کسی بَں چیز سے پوشیدہ نہیں اور دوسری جہت سے وہ اس قدر لطیف ہے کہ کوئی بَں اُسے درک نہیں کر کتا، جس طرح سے عقل کہ اس کے دلائل تو ظا ر ہیں ، مگر اس کی ذات پوشیدہ ہے۔

(طبیعت کم ۔ُرا کر تحت)

اور اب د ہریوں کے اس سوال کا جواب جو یہ کہتے ہیں کہ طبیعت وہ کام جو معنی ہوں انجام نہیں دیتی، اور نہ ہی وہ کسی ۔ی چیز کے مقابے میں اپنی حد سے تجاوز کرتی ہے اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے اس عقیدہ کی د یل حکمت ہے تو ان سے کہا جائے گا کہ وہ کون ہے جس نے طبیعت کو یہ حکمت عطا کی کہ کوئی ۔ی چیز اپنی حدود سے تجاوز نہ کرے۔ اور یہ۔ وہ چیز ہے کہ جس تک عقل انسان طویل تجربوں کے بعد ۔ی نہیں پہنچ کتی اگر وہ کہیں کہ طبیعت ان کاموںکو خود اپنی حکمت اور قدرت سے انجام دیتی ہے تو درحقیقت وہ اس صورت میں اس بات کا اقرار کررہے ہیں کہ جس چیز کا وہ انکار کرچکے ہیں، اس لئے کہ بالکل یہی صفات خالق ہیں، اور اگر وہ اس بات کا انکار کریں تو ایسی صورت میں کائنات کا ہر ذرہ ایک آواز ہو کر یہ صدا بلند کریگا، کہ یہ۔ تمام امور خالق حکیم کی طرف سے ہیں۔

(انسان ناقص الخلقت ہونا اس کر اتفاقاً پیدا ہونے پر دلیل نہیں)

گذشتہ زمانے میں بعض افراد اشیاء میں کار فرما قصد و ارادہ اور تدبیر کے منکرتھے، اور وہ خیال کرتے تھے کہ۔ تمام چیزیں حض اتفاقات کا نتیجہ ہیں اور انی د یل وہ آفتیں تھیں کہ جو زمانے میں رونما ہوتی ہیں ، مثلاً انسان کا ناقص الخلقت پیدا ہونا، انگلیوں کا زیادہ ہونا، بدشکل و بدقیافہ ہوناوغیرہ وہ لوگ ان تمام باتوں کو د یل بنا کراس بات پر متفق تھے کہ یہ تمام چیزیں بغیر قصد و ارادہ اور تدبیر سے وجود میں آتی ہیں ۔ حکیم ارسطو ، انکے کلام کو اس طرح رد کرتا ہے کہ جو چیز اتفاق سے وجود میں آتی ہے وہ ہر لحاظ سے نقصان میں ہے ،کائنات میں حادثات رونما ہونے کا سبب ایک ایسی چیز ہے جو طبیعت کو اپنی اصلی

راہ سے منحرف کردیتی ہے ، اور ان حادثات کا واقعہ ہونا امور طبیعی کی طرح نہیں ہے کہ جو ہمیشہ پیش آتے ہیں (بلکہ کبھی کبھی رونما ہوتے ہیں)۔

اے مفضل۔ تم اکثر حیوانات کو دیکھتے ہو کہ وہ ایک ہی حالت پر اور ایک ہی جیسے پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ انسان، کہ جب وہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے دوہاتھ، دوپاؤں، اور ہر ہاتھ اور پیر میں پانچ پانچ انگلیاں ہوتی ہیں، اور ایسے ہی پیدا ہوتا ہے جیسا کہ اس کے علاوہ دوسرے انسان ، لیکن وہ شخص جو اس حالت کے برخلاف پیدا ہو تو اس کا سبب وہ علت ہے کہ جو رحم مادر میں موجود بچہ کو پہنچی ، جیسا کہ بالکل اسی چیز کا مشاہدہ تم صنعت میں بھی کرتے ہو کہ صنعت کار ہمیشہ یہ چاہتا ہے کہ چیز صحیح وسالم وجود میں آئے ، لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی دوسری چیز کے مانع ہونے کی وجہ سے صنعت کار کی بنائی ہوئی چیز ناقص وجود میں آتی ہے ، اب چاہے وہ چیز جو مانع ہوئی وہ صنعت کار کے قصد و ارادہ سے ہی یا پھر ان آلات کی وجہ سے کہ جو اس چیز کو بنانے کا کام انجام دے رہے ہیں، اور بالکل اسی چیز کا مشاہدہ بھی تم حیوانات میں بھی کرتے ہو، مختصر یہ کہ کسی چیز کے عارض ومانع ہونے کی وجہ سے بچہ ناقص الخلقت پیدا ہوتا ہے لیکن اکثر اوقات بالکل صحیح وسالم پیدا ہوتے ہیں پس اکثر امور کے ناقص ہونے کی علت وہ مانع ہے کہ جو بھی کسی وجہ سے عارض ہوجاتا ہے ، اور یہ چیز اس بات کا ہرگز موجب نہیں بنتی کہ اُسے اتفاق کا نتیجہ کہاجائے، پس بالکل یہی امر خلقت میں بھی ہے اور اس شخص کا یہ کہنا کہ ہر چیز اتفاق کا نتیجہ ہے اس چیز کی مانند ہے کہ جو صنعتگر کی چاہت و طلب کے خلاف مانع کے عارض ہونے کی وجہ سے وجود میں آتی ہے ۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ آخر اس قسم کے غیر عادی واقعات رونما ہی کیوں ہوتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے، تاکہ جان لیا جائے کہ چیزوں کا طبیعت پر ہونا اضطراری نہیں ، بلکہ خداوندمتعال کے قصد و ارادہ اور اسی تدبیر کے تحت ہے اور خالق دوجہاں نے اُسے اس طرح قرار دیا کہ وہ ہمیشہ اپنی معین روش اور خاص

طریقہ کے تحت کام انجام دے اور کسی لت کے مانع ہونے کی بناء پر اپنی روش کے خلاف عمل کرے پس یہ۔ تمام چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کائنات کی رچیزاپنے کمال پر پہنچنے کے لئے اپنے پیدا کرنے والے کی قدرت کی نیاز مند وحتاج ہے، کہ وہ بابر ت اور بہترین پیدا کرنے والا ہے۔

اے مفضل۔ جو کچھ میں نے عطا کیا اسے لے لو،اور جو کچھ میری بخششیں تمہارے ساتھ ہیں انکی حفاظت کرو اور خداوندمتعال کااس کے احسانات پر شکر ادا کرو ، ا ں اور اسکے او یاء کی توصیف بیان کرو، اور ان کے فرمانبردار ہوجاؤ، یقیناً کہ میں نے تمہارے لئے بہت میں سے کچھ اور کل میں سے جزء کے ذریعہ کائنات کی صحیح تدبیر اور قصد و ارادہ پر کم د یلیں بیان کیں ، اب تمہیں چاہیے کہ تم اس میں تدبر اور تفکر کرو، اور اس سے عبرت حاصل کرو، مفضل کابیان ہے کہ میں نے عرض کی ، کہ اے میرے آقاو مولا میں آپ کی مدد سے ان مطالب میں مزید بصیرت پیدا کروں گا، اور اپنے مطوب تک

پہنچ جاؤں گا، پس اس مقام پر میرے آقا ومولا نے اپنے دست مبارک کو میرے ینہ پر رکھا، اور ارشاد فرمایا: حْفِظ بمشیة اللّٰہ وَلا تنس انشاء اللّٰہ

"مشیّت خدا کے ذریعہ حفاظت کر اور اسے رگز فراموش نہ کر"

یہ سنتے ہی میں گرگیا اور جھ پر غشی طاری ہوگئی اور جب غشی سے افاقہ ہوا تو امام نے جھ سے ارشاد فرمایا: اے مفضل ا پنے نفس کو کیسا پاتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں اپنے آقا ومولا کی مدد سے نیاز ہوگیا، اور اس کتاب (توحید مفضل) کے مطالب جو میں نے لکھے اس طرح میرے سامنے ہیں جیسا کہ فِ دست اور میں ان سب کو پڑھ رہا ہوں، اور اپنے آقاومولا کا اس قدر شکر گزار ہوں کہ جس کے وہ مستحق ہیں۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا: کہ اے مفضل، اپنے دل ودماغ، ذہن و عقل کو آمادہ اور اس کے کون کی حفاظت کرو، میں بہت ہی جلد تمہارے لئے لم ملکوتِ سماوی وارضی اور ان اشیاء کا لم کہ جنہیں

خداوندمتعال نے زمین و آسمان کے درمیان خلق کیا ہے ، کہ جن میں عجائبات ، ؐ ملائکہ کی خلقت صفتیں ، ان کے مراتب، سدرۃ المنتہیٰ، اور تمام جن وانس کے اوصاف اور جو کچھ تحت اثری میں ہے، یہ سب اس مقدار میں بیان کروں گا کہ جو مقرار کل میں سے جزء کی میں تمہارے پاس ؛ ور امانت رکھ چکا ہوں، اب اگر تم چاہو، تو جاکتے ہو، میں امید رکھ تا ہوں کہ تم ہمارے صحابی، حافظ، اور حامی بنو، تمہاری میرے نزدیک بہت بلند منزلت ہے اور تمہاری قدروقیمت مومنین کے دلوں میں ایسی ہے جیسے پیاس کے مقابے میں پانی۔

اے مفضل۔ جو کچھ میں نے تم سے و رہ کیا اس کے بارے میں اس وقت تک جھ سے سوال نہ کرنا جب تک میں خود ا سے تمہارے لئے بیان نہ کردوں۔

مفضل کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں اپنے آقا ومولا کی خدمت میں سے ایسی کرامت کے ساتھ

پلٹا کہ جس کی کوئی مثال نہیں۔

تمت بالخیر

سید نسیم حیدر زیدی